سمح الندریٰ فیما
یورث العجز من الماء
۱۳۳۵ھ
پانی سے عجز کی 175 صورتوں کا بیان
تصنیفِ لطیف
اعلیٰ حضرت، مجدّدِ دین وملّت،
امام احمد رضا خان بریلوی
اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

سمح الندری فیما یورث العجز عن الماء[13]

فاقول وباللہ التوفیق اوّل پانی سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں ہیں: (۱) پانی وہاں سے میل بھر دُور ہو اگرچہ خود اپنے شہر ہی میں ہو یا سفر میں اُسی طرف جدھر جارہا ہے، درمختار میں ہے: لبعده ولو مقیما فی المصر میلا[1] (کیونکہ وہ پانی سے ایک میل دُور ہے اگرچہ شہر ہی میں مقیم ہے۔ ت) فتح القدیر میں ہے قوله المیل هو المختار احتراز عما قیل میلان اومیلان انکان الماء امامه والا فمیل[2] (مصنف کا قول "میل" یہی مختار ہے۔ یہ ان دونوں قولوں سے احتراز ہے: (۱) دو میل (۲) دو میل اگر پانی اس کے آگے کی سمت میں ہو ورنہ ایک میل۔ ت) **تنبیہ** رحمۃ للعالمین بالمؤمنین رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی رحمت دیکھیے ہمارے صرف میل بھر چلنے کی مشقت پر ایسا لحاظ فرمایا کہ اس کے لئے وضو بلکہ بحالِ جنابت غسل کی ضرورت نہ رکھی تیمم جائز فرمادیا اگرچہ آدمی خود اپنے شہر میں ہو بلکہ سفر میں جس طرف جانا ہے اسی طرف میل بھر ہو جب بھی یہاں تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے اگرچہ یہ میل خود ہی طے کرے گا ہاں جس طرف جاتا ہے اُدھر ہی پانی ہے اور جانے میں وقت کراہت نہ آجائے گا تو مستحب یہ ہے کہ وہاں پہنچ کر پانی ہی سے طہارت کرکے نماز پڑھے متون میں ہے ندب لراجیه اخر الوقت تنویر۔ المستحب در۔ هو الاصح ش[3] (اس کے لیے تاخیر مندوب ہے جو آخر وقت میں پانی ملنے کی امید رکھتا ہو۔ تنویر الابصار یعنی ۔۔ آخر وقت مستحب میں ۔۔ درمختار ۔۔ یہی اصح ہے۔ شامی۔ ت)

(۲) جنگل میں کنواں ہے رسّی یا ڈول بھرنے کا آلہ نہیں نہ عمامے وغیرہ سے نکال سکے، نہ کوئی ایسا ہو کر پانی اُتر کر لادے (۳) یا لانے والا اُجرت مثل سے زائد مانگتا ہے کما فی البحر عن التوشیح[4] (جیسا کہ البحرالرائق میں توشیح کے حوالے سے ہے۔ ت) (۴) **اقول** یا یہ مفلس ہے کہ اُجرت دے ہی نہیں سکتا (۵) یا یہاں دینے کو نہیں اس کا مال دوسری جگہ ہے اور اجیر ادھار پر راضی نہیں اور اگر راضی ہوجائے تو تیمم جائز نہ ہوگا نزدتهما اخذا مما یأتی فی ثمن الماء (پانی کے دام سے متعلق جو مسئلہ آرہا ہے اس سے اخذ کرتے ہوئے میں نے ان دو صورتوں کا اضافہ کیا۔ ت) (۶) کپڑا تو ایسا ہے جسے رسّی کی جگہ کرکے پانی نکال سکتا ہے یا بار بار ڈبو کر نچوڑنے سے پانی قابلِ طہارت لے سکتا ہے مگر ایسا کرنے سے کپڑا

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۱

[2] فتح القدیر 〃 〃 نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۸

[3] ردالمحتار مع الدر 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۲

[4] بحرالرائق 〃 〃 سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۳

خراب ہوجائیگا یا پانی تک پہنچنے کے لیے اُسے بیچ میں چیر کر باندھنا درکار ہوگا اور ایسا کرنے سے اس میں ایک درم کا نقصان ہوتا ہے جب بھی تیمم کی اجازت ہے ورنہ نہیں ش عن التاتارخانیۃ عن الامام فقیہ النفس خلافا لما فی التوشیح فالبحر فالنھر فالدر معتمدین ما فی کتب الشافعیۃ ان لو نقص قدر قیمۃ الماء و اٰلۃ الاستقاء لایتیمم و ان زاد تیمم[1] (شامی از تاتارخانیہ از امام فقیہ النفس قاضی خان —— اس کے برخلاف جو توشیح پھر بحر پھر نہر پھر درمختار میں اس پر اعتماد کرتے ہوئے جو کتب شافعیہ میں ہے کہ اگر پانی اور پانی کھینچنے کے آلے کی قیمت بقدر نقصان ہو تو تیمم نہ کرے ورنہ تیمم کرلے۔ ت)

فائدہ درم[1] شرعی یہاں کے روپے سے $\frac{6}{25}$ ہے یعنی ساڑھے چار آنے سے $\frac{6}{25}$ پائی کم۔

(۷) تالاب کا پانی اُوپر سے بوجہ برف جم گیا ہے اور اس کے پاس کوئی آلہ نہیں کہ اُسے توڑ کر نیچے سے پانی نکال سکے یا برف کو پگھلا سکے بحر عن المبتغی[2] (بحر نے مبتغی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ت)

اقول اگر بلا آلہ ہوا سے پگھلا سکے جب بھی تیمم روا نہ ہوگا مگر یہ کہ اتنی دیر میں پگھلے کہ وقت جاتا رہے گا تو تیمم کرکے پڑھ لے۔

وھل ھو علی قول زفر المفتی بہ من جواز التیمم لخوف فوت وقتیۃ فیعمل بہ ثم یعید متطھرا بالماء عملا باصل المذھب ام علی قول الکل۔

کیا یہ حکم امام زفر کے مفتی بہ قول پر ہے کہ اگر نماز وقتیہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم جائز ہے۔ لہذا اس پر عمل کرلے، پھر اصل مذہب پر عمل کرتے ہوئے پانی سے وضو کرکے نماز کا اعادہ کرے؟ —— یا یہ سب کے قول پر ہے؟

اقول الظاھر الثانی لانہ عادم للماء حقیقۃ بخلاف مسألۃ زفر فیسوغ التیمم فان کان یجدہ بعد الوقت بالذوبان الاتری ان راجیہ اٰخر الوقت لایجب علیہ التاخیر فکیف من

اقول: ظاہر یہ ہے کہ سب کے قول پر ہے۔ اس لیے کہ حقیقۃً وہ پانی پانے والا نہیں بخلاف مسئلہ امام زفر کے —— تو تیمم اس کے لیے جائز ہے اگرچہ وقت کے بعد پگھلنے سے وہ پانی پالے گا —— دیکھئے کہ جسے آخر وقت میں پانی ملنے کی

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۳

[2] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۳

لا یرجوہ فی الوقت اصلا واللہ تعالٰی اعلم ۔ امید ہو اس پر تاخیر واجب نہیں، پھر اس کا کیا حکم ہو گا
جسے وقت میں پانی ملنے کی بالکل امید نہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔ (ت)

(۸) پانی کے پاس شیر بھیڑیا وغیرہ درندہ یا سانپ یا آگ ہے کہ پانی لے نہیں سکتا (۹) رہزن ہے کہ لوٹ لے گا (۱۰) دشمن ہے جس سے حملہ کا صحیح اندیشہ ہے (۱۱) فاسق ہے کہ عورت یا امرد کو اس سے اندیشہ بدکاری ہے (۱۲) قرضخواہ ہے اور یہ مفلس وہ مطالبہ میں حبس کرے گا الکل فی البحر والدر[1] (یہ سب البحرالرائق اور دُرِمختار میں ہے ۔ ت)

اقول یہ ایک شرعی مسئلہ ہے کہ ان بلاد میں جاری نہیں یہاں قرضخواہ نالش کے سوا خود حبس کا اختیار نہیں رکھتا تو یہ یہاں یوں عذر نہیں بلکہ اس طرح کہ اُس نے گرفتاری جاری کرائی ہے اگر وہاں جاتا یا باہر نکلتا ہے گرفتار ہوجائے گا (۱۳) جو وارنٹ کے سبب پانی کے پاس نہیں جاسکتا (۱۴) جو پولیس سے رُوپوش ہے وقد ذکروا فی الجمعۃ ان الاختفاء من السلطان الظالم مسقط[2] فتح وھندیۃ (علماء نے جمعہ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ ظالم بادشاہ کے خوف سے رُوپوشی کے سبب جمعہ ساقط ہوجاتا ہے۔ فتح، ہندیہ ۔ ت)

(۱۵) **اقول** یہ دونوں صورتیں کہ فقیر نے زائد کیں ظاہر ہیں اور مسئلہ مدیون سے بدلالۃ النص ثابت تیسری صورت اور ہے کہ عزت دینی والا عالم دین جسے اعزاز دین وعلم دین کے لیے کچہریوں سے احتراز ہے مخالف نے ایذا رسانی کے لیے اُسے شہادت میں لکھا دیا یا اور کسی طرح طلب کرایا سمن جاری ہے اُس کے خوف سے باہر نہیں جاسکتا ظاہراً یہ بھی ان شاء اللہ العزیز عذر صحیح ہے کہ آخر یہ مضرت ایک پیسے کے نقصان سے جس کے لیے شرع نے تیمم جائز فرمایا جس کا ذکر عنقریب آتا ہے کہیں زیادہ ہے فلیحرر ولیتأمل واللہ تعالٰی اعلم (اس کی توضیح اور اس میں تأمل کی ضرورت ہے واللہ تعالٰی اعلم ۔ ت)

(۱۶ تا ۳۲) اقول ۱۰ سے ۱۵ تک ہر صورت میں یہ بھی شرط ہے کہ کوئی پانی لادینے والا غلام خادم بیٹا وغیرہ نہ ملے اور ہر ایک میں بدستور یہ تین تین صورتیں بڑھیں گی کہ اُجرت پر لادینے والا اجرت مثل سے زائد مانگتا ہے یا یہ اُجرت دینے پر قادر نہیں یا اس وقت پاس نہیں اور وہ ادھار پر راضی نہیں ۔

(۳۳) مال پاس ہے اپنا خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لے جانے کا نہیں نہ یہاں کوئی محافظ اگر پانی لینے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۲
[2] فتح القدیر باب صلٰوۃ الجمعۃ 〃 نوریہ رضویہ سکھر ۲/۳۲

جائے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے[1] بحر و در جبکہ وہ مال ایک درم سے کم نہ ہو[2] علی ما استفادش من
فرع التتارخانیۃ المذکور والمسألۃ تحتاج بعد الی زیادۃ تحریر (یہ اس بنیاد پر ہے جو علامہ شامی
نے تاتارخانیہ کے مذکورہ جزئیہ سے استفادہ کرتے ہوئے کہا مگر یہ مسئلہ اب بھی مزید توضیح کا محتاج ہے۔ ت)
(۳۵) پانی ملتا ہے مگر دوچند قیمت کو یعنی اُس جگہ بازار کے بھاؤ سے اتنے پانی کی جو قیمت ہے بیچنے والا اُس سے
دوچند مانگتا ہے[3] بحر عن البدائع والنہایۃ والنوادر وقدمہ فی الخانیۃ فکان ھو الاظھر
الاشھر (بحر بحوالہ بدائع ونہایہ ونوادر، اور خانیہ میں اسے مقدم رکھا تو یہی اظہر واشہر ہے۔ ت)
(۳۶) قیمت مثل ہی کو ملتا ہے مگر یہ مفلس ہے یعنی حاجت سے زائد اتنا مال نہیں رکھتا[4] کما فی الدر
(جیسا کہ دُرمختار میں ہے۔ ت) (۳۷) مال تو رکھتا ہے مگر یہاں نہیں اور بیچنے والا اُدھار دینے پر راضی نہیں
ہاں راضی ہو تو خریدنا واجب اور اگر کوئی اُتنے دام اسے قرض دینا چاہے تو لینا لازم نہیں تیمم کرسکتا ہے لان
الاجل لازم ولا مطالبۃ قبل حلولہ بخلاف القرض[5] ش عن البحر (اس لیے کہ ادھار کی صورت
میں مقررہ میعاد لازم ہوگی اور اس سے پہلے مطالبہ نہیں ہوسکتا، اور قرض کا حکم اس کے برخلاف ہے۔ شامی
بحوالہ بحر۔ ت)

تنبیہ شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت دیکھیے ہمارے ایک ایک پیسے پر لحاظ
فرمایا گیا نہانے کی حاجت ہے اور وہاں قابلِ غسل پانی کی قیمت ایک پیسہ ہو اور جس کے پاس ہے دو پیسے
مانگتا ہے پیسہ زیادہ نہ دو اور تیمم کرکے نماز پڑھ لو ایسی رحمت والی شریعت کے کسی حکم کو کرا سمجھنا یا شامتِ نفس
سے بجا نہ لانا کیسی ناشکری و بے حیائی ہے مولیٰ عزوجل صدقہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کا اس فقیر
عاجز اور سب اہلِ سنّت کو کامل اتباع شریعت کی توفیق بخشے اور اپنی رحمت محضہ سے قبول فرمائے آمین وصلی اللہ
تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین (۳۸) مریض ہے پانی سے طہارت کرے تو مرض بڑھ جائے گا یا دیر
میں اچھا ہوگا اور یہ بات ظاہر علامت یا تجربہ سے ثابت ہو[6] ش عن الغنیۃ (شامی بحوالہ غنیہ) یا

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۱
[2] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۳
[3] البحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲
[4] الدرالمختار " " مجتبائی دہلی ۱/۴۴
[5] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۳
[6] ایضاً ۱/۱۷۱

طبیب حاذق مسلم مستور ایسا کہے[1] در ش وقیل عدالتہ شرط[2] غنیۃ (درمختار و شامی ، اور کہا گیا کہ اس کا عادل ہونا شرط ہے۔ غنیہ۔ ت)

اقول فیہ ما فیہ من الحرج وما شرع التیمم الا لدفعہ (اس پر اعتراض یہ ہے کہ اس میں حرج ہے حالانکہ تیمم دفع حرج ہی کے لیے مشروع ہوا۔ ت)

(۳۹) یُوں ہی اگر فی الحال مرض نہیں مگر تجربہ وغیرہ دلائل معتبرہ شرعیہ مذکورہ سے ثابت ہے کہ اس وقت پانی سے طہارت کی تو بیمار ہوجائے گا[3] ش عن القہستانی (شامی از قہستانی۔ ت) (۴۰) سردی شدید ہے اور حمام نہیں یا اُجرت دینے کو نہیں نہ پانی گرم کرسکتا ہے نہ ایسے کپڑے ہیں کہ نہا کر اُن سے گرمی حاصل کرسکے نہ تاپنے کو الاؤ مل سکتا ہے اور اس سردی میں نہانے سے مرض کا صحیح خوف ہے تو تیمم کرسکتا ہے اگرچہ شہر میں ہو[4] در مختار سردی کے باعث وضو نہیں چھوڑ سکتا وھو الصحیح کما فی الخانیۃ والخلاصۃ بل ھو بالاجماع کمصفی[5] (یہی صحیح ہے۔ خانیہ، خلاصہ ـــ بلکہ یہ بالاجماع ہے۔ مصفی۔ ت) ہاں اگر اُس سردی میں وضو سے بھی صحیح خوف حدوث مرض ہو جب بھی تیمم کرے[6] ش عن الامداد (شامی بحوالہ امداد الفتاح۔ ت) خالی وہم کا اعتبار نہانے میں بھی نہیں وضو تو وضو (۴۱) مریض کو پانی سے طہارت تو مضر نہیں مگر جنبش مضر ہے (۴۲) خود تو کچھ نہیں مگر تو وضو نہیں کرسکتا اور دوسرا کرانے والا نہیں اور اگر ہے تو مثلاً غلام یا نوکر یا اولاد جن پر اس کی اطاعت وخدمت لازم ہے تو بالاتفاق تیمم نہیں کرسکتا اور اگر اُس پر خدمت لازم تو نہیں مگر اس کے کہنے سے وضو کرادے گا جیسے دوست یا زوج یا زوجہ تو معتمد یہ کہ اب بھی تیمم جائز نہیں[7] (۴۳) دوسرا ہے مگر وُہ اجرت مانگتا ہے اور یہ قادر نہیں (۴۴) قادر بھی ہے مگر وُہ اُجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے[8] الکل فی البحر والدر (یہ سب بحرالرائق اور درمختار میں ہے۔ ت) (۴۵) **اقول** یہاں بھی وُہ صورت آئیگی کہ وہ اُجرت مثل ہی مانگتا ہے اور یہ دے بھی سکتا ہے مگر یہاں نہیں اور وُہ اُدھار پر راضی نہیں (۴۶ تا ۴۸) سفر میں پانی پاس موجود ہے اور

---

[1] ردالمحتار مع الدرالمختار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۱ [2] ایضاً
[3] الدرالمختار " " مجتبائی دہلی ۱/۴۱
[4] و [5] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۲ و ۱۷۱
[6] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰
[7] " " " " ۱/۱۴۱

استعمال پر قدرت بھی اور مرض کا بھی اندیشہ نہیں مگر اس سے طہارت کرتا ہے تو اب[1] یا بعد کو یہ یا آدمی[2] کوئی مسلمان یا اُس کا جانور اگرچہ وہ کتا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا (۴۹) یا آٹا گوندھنے کو پھر پانی نہ ملے گا (۵۰) یا[3] بدن یا بقدر ستر عورت کے کپڑے پر نجاست ہے جس سے نماز نہ ہوگی اور اگر وضو یا غسل کرلیا تو اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے وہ مانع نماز نہ رہے پانی نہ ملے گا، یہ پانچوں صورتیں ہمارے رسالہ النور و النورق فصل اول نمبر ۱۳ میں مشرح ہیں (۵۱) راہ میں سبیل کا پانی موجود ہے مگر وہ پینے کے لیے وقف ہے غسل و وضو کے لیے نہیں۔ اس کا نہایت مفصل مکمل بیان ہمارے اسی رسالے نمبر ۲۹ میں ہے (۵۲) طہارت ہی کے لیے وقف ہے مگر ایک قوم خاص یا وصف خاص پر اور یہ اُن میں نہیں اس کا بیان نمبر ۳ میں ہے۔

(۵۳) پانی دوسرے کی ملک ہے اور اس کے لیے اجازت نہیں اس کا بیان نمبر ۳۲ وغیرہ میں ہے (۵۴) نہانے کی حاجت ہے اور وہاں کچھ لوگ ہیں کہ نہ وہ ہٹتے ہیں نہ اُسے آڑ ملتی ہے نہ کچھ باندھ کر نہانے کو ہے تیمم کرے اگرچہ مرد صرف مردوں ہی میں ہو یا عورت صرف عورتوں[1] میں علی ما استظھر فی الحلیۃ والغنیۃ خلافا لما فی القنیۃ والدر (یہ اس بنیاد پر ہے جسے حلیہ اور غنیہ میں ظاہر کہہ کے بیان کیا اس کے برخلاف جو قنیہ اور درمختار میں ہے۔ ت)

اقول وما زدت من القیود ظاهر (اور میں نے جن قیدوں کا اضافہ کیا ہے وہ ظاہر ہیں۔ ت) پھر بعد کو نماز کا اعادہ کرے یا نہ کرے اس کا ذکر نمبر ۶۷ میں آتا ہے وباللہ التوفیق۔

(۵۵) **اقول** یونہی اگر عورت کو وضو کرنا ہے اور وہاں کوئی نامحرم مرد موجود ہے جس سے چھپا کر ہاتھوں کا دھونا اور سر کا مسح نہیں کرسکتی تیمم کرے (۵۶) محبوس کو پانی نہیں ملتا (۵۷) کفار معاذ اللہ پکڑ کر لے گئے اور غسل یا وضو نہیں کرنے دیتے (۵۸) ظالم ڈراتا ہے کہ پانی سے طہارت کی تو مار ڈالوں گا یا کوئی عضو کاٹ دوں گا اور ایسا ہی خوف جس سے اکراہ ثابت[2] ہو۔ الکل فی الذخیرۃ وشرح الوقایۃ والفتح والدرر وغیرھا (یہ سب ذخیرہ، شرح وقایہ، فتح القدیر، درر وغیرہا میں ہے۔ ت) **اقول** وما زدت من القطع وسائر ما یصح بہ الاکراہ ظاهر (میں نے عضو کاٹنے اور ہر اس چیز کا جس سے اکراہ ثابت ہو اضافہ کیا، یہ ظاہر ہے۔ ت) (۵۹) پانی میل بھر سے کم دُور ہے مگر نوکر یا مزدور کو آقا یا مستاجر جانے کی اجازت نہیں دیتا[3] بحر عن المبتغی (بحر بحوالہ المبتغیٰ) (۶۰) **اقول** ریل میں

---

[1] غنیۃ المستملی سنن الغسل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱

[2] فتح القدیر باب التیمم ؍؍ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۸

[3] البحر الرائق ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۲

اور اس درجے میں پانی نہیں اور دروازہ بند ہے تیمم کرے لانہ کالمحبوس فی معنی العجز (اس لیے کہ وہ عاجز ہونے میں قیدی کی طرح ہے۔ ت) مگر ۵۶ سے یہاں تک ان پانچوں صورتوں میں جب پانی پائے طہارت کرکے نماز پھیرے لان المانع من جہۃ العباد (اس لیے کہ مانع بندوں کی طرف سے ہے۔ت) اور اگر اُتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں اور یہ نمبر ۴۴ ہے اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو تب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے (۶۱) پانی میل سے کم مگر اتنی دُور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نگاہ سے غائب ہوجائے گا (۶۲) **اقول** یا اگرچہ ابھی نگاہ سے غائب نہ ہوگا مگر یہ ایسا کمزور ہے کہ مل نہ سکے گا۔

قال فی البحر عن ابی یوسف اذا کان بحیث لوذھب الیہ وتوضأ تذھب القافلۃ وتغیب عن بصرہ فھو بعید ویجوز لہ التیمم واستحسن المشایخ ھذہ الروایۃ کذا فی التجنیس وغیرہ اھ[1]۔

بحر میں فرمایا: امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ "جب یہ حالت ہو کہ پانی تک جاکر وضو کرے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نظر سے غائب ہوجائے گا تو وہ پانی سے دور ہے اور اس کے لیے تیمم جائز ہے۔" مشایخ نے یہ روایت بنظرِ استحسان دیکھی، اسے پسند کیا، ایسا ہی تجنیس وغیرہ میں ہے اھ۔ (ت)

اقول والمختار فی تقدیر البعد وان کان المیل لکن ھذا عذر صحیح معتبر لاشك ولذا استحسنہ المشایخ فیجب اعتبارہ مستقلا لا من حیث تقدیر البعد بہ۔

اقول: دوری کی تحدید میں مختار اگرچہ میل ہی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ ایک صحیح اور معتبر عذر ہے اسی لیے مشایخ نے اسے پسند کیا تو مستقل طور پر اس کا اعتبار ضروری ہے اس لحاظ سے نہیں کہ یہی دوری کی حد مان لی گئی ہے۔ (ت)

(۶۳ تا ۶۶) **اقول** عورت[1] کے پاس پانی نہیں نہ باہر نکلنے کو چادر نہ بیٹا وغیرہ لادینے والا یا[2] اجیر اجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے یا[3] یہ مفلس ہے یا[4] مال غائب اور وہ ادھار پر راضی نہیں تیمم کرے اور اعادہ نہیں لان المنع من جہۃ الشرع (اس لیے کہ رکاوٹ شریعت کی جانب سے ہے۔ ت) (۶۷) **اقول** شریف زادی پردہ نشین کہ باہر نکلنے کی قطعاً عادی نہیں اگر گھر میں پانی نہ رہے نہ باہر سے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

کوئی لا دینے والا ہو تو رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت سے امید ہے کہ اُسے اجازت تیمم ہو اور پانی پانے پر اعادہ کی بھی حاجت نہ ہو تفصیل[عہ] اس کی یہ کہ عورات چند قسم ہیں ایک وہ کہ دن دہاڑے منہ کھولے بے تکلف بازاروں میں پھرتی ہیں یہ مطلقاً مردوں کی مثل ہیں مگر جبکہ چادر نہ پائیں۔ **اقول** اگرچہ خود بدلحاظی سے پھرنے کی عادی ہوں کہ وہ حرام ہے اور شرع حرام کا حکم نہیں دیتی دوسری وہ کہ برقع اوڑھ کر دن کو آتی جاتی ہیں یہ بھی معذور نہیں ہوسکتیں مگر اُسی حالت میں کہ برقع یا چادر بھی نہ پائیں تیسری وہ کہ رات کو چادر اوڑھ کر دوسرے محلوں تک جاتی ہیں جس طرح رامپور و بدایوں کے بہت گھروں کی رسم سُنی گئی ان کے لیے دن میں شاید عذر ہو سکے شب میں ہرگز نہیں مگر یہ کہ کنویں پر مردوں کا مجمع ہو اور یہ مجمع میں چادر اوڑھ کر شب کو بھی نہ جاسکتی ہوں چوتھی وہ کہ شب کو چادر کے ساتھ بھی دُور نہ جا سکے صرف اس کی عادی ہو کہ گھر سے نکل کر سامنے کے دروازے میں دو قدم رکھ کر چلی جائے اس کے لیے اگر کُنواں ایسا ہی قریب ہے اور اس پر مرد نہیں تو عذر نہیں اور اگر کُنواں دُور ہے یا وہاں مردوں کا اجتماع ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ معذور ہے پانچویں وہ کہ گھر سے باہر قدم رکھنے کی مطلقاً عادی نہیں جس طرح بحمد اللہ تعالٰی بریلی میں شریف زادیوں کا دستور ہے یہ ہر طرح معذور ہے اور کیونکہ اُسے مجبور کیا جائے گا حالاں کہ اس نے کُنواں دیکھا تک نہیں، نہ اس تک راہ جانتی ہے نہ کسی سے پوچھ سکے گی نہ اُس کے قدم اُٹھیں گے ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[۱] (اور خدا کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ت) عادت چھڑانے میں حرج ہے خصوصاً وہ نیک عادت کہ کمال حیا پر مبنی ہو اور حیا جتنی زائد ہو اُسی قدر بہتر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الحیاء خیر کلہ[۲] حیا سراسر بہتر ہے رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا (اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے خدا اُن سے اور تمام صحابہ کرام سے راضی ہو۔ ت) اُوپر گزرا کہ شریعتِ مطہرہ نے ہمارے ایک پیسے کا لحاظ فرمایا کہ پانی بیچنے والا پیسے کی جگہ دو مانگتا ہو نہ دو اور تیمم کر لو ان شریف زادیوں کو اگر کوئی دس روپے بلکہ باعتبار حیثیت ہزار روپے دے اور کہے کنویں سے پانی بھر لاؤ ان سے ہرگز نہ ہو سکے گا

عہ **اقول** اس کی نظیر یہ ہے کہ پانی پینے کی سبیل سے وضو کی اجازت نہیں اگر صرف وہی پانی ہو تیمم کرے اور اگر کوئی شخص ظلم و غصب کا عادی ہو تو اسے بھی تیمم کا حکم ہوگا یہ نہ فرمایا جائے گا کہ تو تو غاصب ہے اسے غصب کرلے کر وضو کر ۱۲ منہ (م)

---

[۱] القرآن ۲/ ۲۸۶

[۲] الصحیح للمسلم باب عدد شعب الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸

وللہ الحمد تو یہ اس پر کیونکر مجبور کی جائیں۔ یہ ہے وہ جو براہِ تفقہ ذہنِ فقیر میں آیا،

ولا اقول انه حکم الله عزوجل بل ارجو ان یکون حکمه تعالٰی فلینظر فیه العلماء الذین[عـه] لهم اعین یبصرون بها ولهم قلوب یفقهون بها والله یهدی السبیل وهو حسبی ونعم الوکیل۔

اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہی اللہ عزوجل کا حکم ہے بلکہ مجھے امید ہے کہ یہ رب تعالٰی کا حکم ہو۔ تو اس میں وہ علما نظر فرمائیں جن کے پاس بصیرت والی نگاہیں اور فقاہت والے دل ہیں۔ اور خدا ہی صحیح راستے کی طرف ہدایت فرمانے والا ہے، اور وہی مجھے کافی اور کیا ہی عمدہ کارساز ہے۔ (ت)

اما قولی انها اذا وجدت الماء لا تعید فلان المانع الحیاء والحیاء من المولٰی سبحٰنه وتعالٰی فالمانع من جهة صاحب الحق عزجلاله کما استظهر الفاضلان الرحمتی ثم الشامی فی مسألة نمرۃ ۵۳ ومثلها ۵۵ قائلین ان العذر لم یأت من قبل المخلوق فان المانع لها الشرع والحیاء وهما من الله تعالٰی کما قالوا لو تیمم لخوف العدو فان توعده علی الوضوء او الغسل یعید لان العذر اتی من غیر صاحب الحق ولو

لیکن یہ جو میں نے کہا کہ "پانی پانے پر اسے اعادہ کی بھی حاجت نہیں"، تو اس لیے کہ اس کے لیے پانی سے مانع چیز حیا ہے۔ اور حیا مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی کی جانب سے ہے۔ تو مانع خود صاحبِ حق عزجلالہ کی طرف سے ہے جیسا کہ فاضل رحمتی پھر شامی نے مسئلہ ۵۳ میں اور اسی کے مثل ۵۵ میں اظہار کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: "عذر مخلوق کی جانب سے نہ آیا اس لیے کہ اس عورت کے لیے مانع شریعت اور حیا ہے دونوں ہی اللہ تعالٰی کی جانب سے ہیں۔ جیسا کہ علمائے فرمایا ہے کہ اگر دشمن کے خوف سے تیمم کیا، تو اگر یہ صورت ہے کہ دشمن نے وضو یا غسل کرنے پر کوئی دھمکی دی ہے تو اعادہ کرے گا اس لیے کہ عذر صاحبِ حق (مولٰی تعالٰی) کی جانب سے نہیں،

عـه احتراز عن بعض ابناء الزمان الذین تسموا بالعلم وما لهم من العلم الا الاسم ۱۲ منه غفر له (م)

یہ ایسے بعض ابنائے زمانہ سے احتراز ہے جنھوں نے اپنے ساتھ علم وعلماء کا نام چسپاں کرلیا ہے اور حقیقت میں ان کے پاس علم نہیں صرف علم کا نام ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

خاف بدون توعد من العدو فلان الخوف اوقعه الله تعالٰی فی قلبه فقد جاء العذر من صاحب الحق فلا تلزمه الاعادة اھ[1]۔

اور اگر دشمن کے ڈرائے بغیر یہ خوفزدہ ہوا (اور تیمم کرلیا) تو اعادہ نہیں۔ اس لیے کہ خدائے تعالٰی نے ہی اس کے دل میں خوف ڈال دیا تو یہ عذر صاحبِ حق کی جانب سے ہی آیا لہٰذا اس پر اعادہ لازم نہیں"۔ اھ (ت)

وانت تعلم ان الامر فی مسألتنا هذه اظهر من تلك فليس ههنا شئ من قبل العباد اما تلك فقال المحقق الحلبی فی الحلية الاشبه الاعادة تفريعا علی ظاهر المذهب فی الممنوع من ازالة الحدث بصنع العباد[2] اھ ورأيتنی كتبت علی قول الرحمتی المذكور ما نصه۔

اور معلوم ہے کہ ہمارے زیرِ تحریر مسئلہ میں معاملہ اُس سے زیادہ ظاہر اور واضح ہے۔ اس لیے یہاں بندوں کی جانب سے کسی چیز کا وجود ہی نہیں۔ اور اُس مسئلہ میں تو محقق حلبی نے حلیہ میں یہ لکھا ہے کہ "جو شخص بندوں کے فعل کی وجہ سے ازالۂ حدث نہ کرسکے اس کے متعلق ظاہر مذہب میں یہی حکم ہے کہ اعادہ کرے تو ظاہر مذہب میں تفریع کرتے ہوئے یہاں بھی زیادہ مناسب اعادہ ہی ہے"۔ اھ۔ میں نے دیکھا کہ رحمتی کے قول مذکور پر خود میں نے کبھی درج ذیل عبارت تحریر کی تھی:

اقول وباللّٰه التوفيق[ف1] محل[ف2] المسألة انما هو حيث كان ممنوعا عن التحول الی موضع ستر والا لم يجز له الكشف ولا التيمم قطعا فهذا المنع اما ان يكون من قبل القوم كان حبسوه او قالوا له لو تحولت قتلناك او سلبناك فان المال شقيق النفس

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کی جانب سے ہے) یہ مسئلہ اُسی صورت میں ہے جب کسی پردہ کی جگہ چلے جانے سے رکاوٹ ہو ورنہ اس کے لیے نہ ستر کھولنا جائز ہوگا نہ ہی تیمم کرنا جائز ہوگا۔ اب یہ رکاوٹ یا تو لوگوں کی جانب سے ہے۔ مثلاً اسے قید کردیا ہے یا اس سے کہا ہے کہ یہاں سے ہٹے تو ہم تجھے قتل کردیں گے یا تیرا مال چھین لیں گے۔ مال بھی جان کا بھائی ہے۔ یا لوگوں کی جانب سے

---

[1] ردالمحتار ابحاث الغسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۵
[2] ایضاً

اولا کمریض ومن سفینۃ فی لجۃ بحر علی الاول لاشك ان المنع جاء من قبل العباد فیتیمم ویعید وعلی الثانی لقائل ان یقول لابد لہ ان یسألھم تحویل الدبر او غض البصر فان فعلوا فیھا والا فقد تسببوا فی المانع وان لم یکن نفس المانع من قبلھم کالخوف فانہ من قبل اللہ تعالٰی ومع ذلك اذا نشأ بتسبب العبد بالایعاد یعد من العبد ویؤمر بالاعادۃ فادن الاشبہ ماذکر المحقق الحلبی مع ان فیہ الخروج عن العھدۃ بیقین فعلیہ فلیکن التعویل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

رکاوٹ نہیں ہے۔ مثلاً بیمار ہے یا سمندر کی گہرائی میں کشتی پر سوار ہے۔ پہلی صورت میں رکاوٹ بلاشبہ بندوں کی جانب سے ہے تو تیمم کرے گا پھر اعادہ کرے گا۔ اور دُوسری صورت میں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اس پر لازم ہے کہ لوگوں سے کہے پیٹھ پھیر لیں یا نگاہ بند کرلیں، اگر وہ ایسا کرلیں تو ٹھیک ورنہ وہ رکاوٹ کا سبب بن گئے اگرچہ اصل مانع ان کی طرف سے نہیں۔ جیسے خوف کا معاملہ ہے کہ دراصل یہ اللہ تعالٰی کی جانب سے ہے، اس کے باوجود جب خوف اس سبب سے پیدا ہوا کہ کسی بندے نے دھمکی دی ہے تو وہ بندے کی جانب سے شمار ہوتا ہے اور اعادہ کا حکم دیا جاتا ہے ــــ اس تفصیل کی روشنی میں اشبہ (زیادہ مناسب) وہی ہے جو محقق حلبی نے فرمایا۔ ساتھ ہی اس میں احتیاط کا پہلو بھی ہے کیونکہ اعادہ کرلے تو یقینی طور پر سبکدوش اور عہدہ برآ ہوجائے گا اس لیے انہی کے قول پر اعتماد ہونا چاہیے، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

(۶۸ تا ۷۰) **اقول** یوں ہی اگر پانی لادینے والا اُجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ ادھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے زیادہ کا طالب[1] علی وزن ان مامر فی ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ عن البحر والدر (اسی طور پر جیسا کہ نمبر ۳۵، ۳۶، ۳۷ میں بحرالرائق اور درمختار کے حوالہ سے بیان ہوا ہے۔ ت)

(۷۱) **اقول** کنواں رسّی ڈول سب کچھ موجود ہے مگر یہ ایسا مریض یا اتنا ضعیف ہے کہ بھرنے پر قادر نہیں اور نوکر غلام بیٹا کوئی پاس نہیں نہ کوئی ایسا کہ اس کے کہے سے بھر دے نہ اور تدبیروں سے کہ نمبر ۲ میں گزریں

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۳

پانی لے سکتا ہے،

فقد تحقق عجزہ وھو ملاك الاباحة وکانہ دخل فیما ذکروا من فقد الألة فان فیہ الفقد حکما وان لم یکن حسا کما قال تعالی ولم تجدوا ماءً فعم الفقد الحسی والحکمی۔

اس لیے کہ اس کا عاجز ہونا متحقق ہو گیا اور جوازِ تیمم کی بنیاد یہی ہے۔ علماء نے پانی کھینچنے کا آلہ نہ پانے کا جو ذکر کیا ہے گویا یہ صورت بھی اس میں داخل ہے کیونکہ اس میں بھی حکماً ذریعہ کا فقدان ہے اگرچہ حساً فقدان نہیں جیسے باری تعالٰی کا ارشاد ہے: "اور تم پانی نہ پاؤ" یہ حسی وحکمی دونوں فقدان کو شامل ہے۔ (ت)

(۷۲ تا ۷۴) **اقول** یُوں ہی اگر دُوسرا پانی بھر دینے والا اُجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ ادھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے زائد مانگتا ہے۔

(۷۵ تا ۷۸) **اقول** انہی صورتوں کی مثل ہے کہ یہ مریض وضعیف بھی نہ ہو مگر کنُویں کا چرسہ اکیلے سے نہ کھنچ سکے گا اور دُوسرا چھوٹا ڈول یا پانی لینے کا اور طریقہ نہیں نہ اس کے پاس اتنے آدمی کہ مل کر کھینچ دیں یا کھنچوانے کی اُجرت نہیں رکھتا یا کھینچنے والے اجرت مثل سے زیادہ مانگتے ہیں یا ادھار پر راضی نہیں اور یہ صورت اکیلے شخص پر محصور نہیں دو یا زائد بھی ہوں مگر اس چرسہ کے کھینچنے کو زیادہ آدمی درکار ہیں جب بھی یہی احکام ہونگے خصوصاً جبکہ یہ عورتیں ہوں کواقعة بنتی شعیب علیہ وعلیہما الصلاۃ والسلام (جیسے حضرت شعیب کی دونوں بیٹیوں کا واقعہ ہے۔ ان پر اور ان دونوں پر درود وسلام۔ ت)

(۷۹) **اقول** پانی پر گزرا سامان سب حاضر ہے مگر یہ گھوڑے پر سوار ہے اور گھوڑا بدرکاب کہ اُتر کر چڑھنے میں بہت دقت کا سامنا ہوگا تیمم کرکے گھوڑے پر پڑھ لے جبکہ جنس ارض سے کوئی شے پاس ہو اگرچہ چلم ہو یا زین وغیرہ پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے انگلیوں کا نشان بن جائے۔

(۸۰ تا ۸۳) **اقول** یُونہی اگرچہ سواری شائستہ ہو مگر یہ مریض یا ایسا ضعیف ہے کہ بے مددگار چڑھ نہ سکے گا اور مددگار انہیں تفصیلوں پر نہیں یا اُجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ ادھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے زیادہ چاہتا ہے۔

(۸۴) **اقول** یُوں ہی اگر سوار عورت ہے اور چڑھانے کو محرم یا شوہر درکار اور وہ ساتھ نہیں،

غنیہ میں ہے:

الشیخ اذا رکب دابة ولم یقدر علی

"بوڑھا شخص کسی جانور پر سوار ہوا اور اترنے پر قدرت

النزول او امرأة[1] وليس معها محرم یصلیان علیها اھ قال فی الحلیة بل ظاھر الخانیة انه یجوز لها و ان کان معها محرم فان فیها الرجل اذا حمل امرأته من القریة الی المصر کان لها ان تصلی علی الدابة فی الطریق اذا کانت لا تقدر علی الرکوب والنزول انتھی لکن ھذا ظاھر علی اصل ابی حنیفة فی انه لا یجعل قدرة الانسان بغیرہ کقدرته بنفسه اما علی قولھما فینبغی ان لا یجوز اذا کان الزوج یقدر علی مساعدتھا فی الرکوب والنزول و یبذل ذلك لها ثم لا یخفی ان جواب الخانیة مع تعقبنا به اٰت بطریق اولی اذا کان مکان الزوج محرم او اجنبی[2] اھ۔

نہیں، یا عورت سوار ہوئی جس کے ساتھ کوئی محرم نہیں تو دونوں کے لیے یہ حکم ہے کہ سواری پر نماز پڑھ لیں" اھ حلیہ میں فرمایا: "بلکہ خانیہ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے ساتھ محرم ہو جب بھی اس کے لیے اجازت ہے اس لیے کہ خانیہ میں یہ ہے کہ جب مرد اپنی عورت کو سوار کرکے گاؤں سے شہر لے جائے تو عورت راستے میں سواری پر نماز پڑھ لے جب چڑھنے اترنے پر قادر نہ ہو" انتہی۔ یہ حکم امام اعظم ابوحنیفہ کے قاعدہ پر تو ظاہر ہے اس لیے کہ وہ انسان کے لیے دوسرے کے ذریعہ حاصل ہونے والی قدرت کو خود اس کی اپنی قدرت کی طرح قرار نہیں دیتے۔ لیکن صاحبین کے قول پر اس صورت میں اس کا جواز نہیں ہونا چاہیے جب شوہر چڑھنے اترنے میں اس کی مدد کر سکتا ہو اور اپنی مدد پیش بھی کر سکتا ہو ۔۔۔ پھر خانیہ میں جو حکم مذکور ہے یہ ہماری تنقید کے ساتھ اس صورت میں بھی بدرجۂ اولٰی جاری ہوگا جب بجائے شوہر کے، کوئی محرم یا اجنبی ہو، جیسا کہ ظاہر ہے اھ۔ (ت)

اقول اما الاولویة فی تأتی جواب الخانیة ان حمل علی الجواز مطلقا وان ساعدھا من معھا علی الرکوب والنزول فظاھرة ولکن

اقول خانیہ میں مذکورہ حکم کے جاری ہونے کا اگر یہ معنٰی ہے کہ مطلقًا جواز ہو اگرچہ عورت کا ہمراہی اترنے چڑھنے میں اس کا معاون ہو تو یہاں اس کا اولٰی ہونا ظاہر ہے۔ لیکن (یہاں صاحبِ حلیہ کی تنقید بھی بدرجۂ اولٰی جاری ہوتے

---

[1] منیة المصلی فرائض الصلوٰۃ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۵۳
[2] تعلیق المجلی مع المنیة " " " " " (ملتقطًا)

اولاً ای اولویة[1] فی اتیان التعقب فی المحرم بل الزوج ھو الاولی وثانیا لا تاتی[2] للتعقب فی الاجنبی فضلا عن الاولویة فان ارکابه وانزاله ایاھا فیه مافیه وقد[3] نصت مسألة المتن علی جواز صلاتھا علی الدابة اذا کان معھا اجنبی ھذا منطوقھا وعدم الجواز اذا کان معھا محرم مفھومھا و تثبت۔

پر بھی کلام ہے) اولاً محرم سے متعلق تنقید مذکور بطریق اولٰی کیوں کر جاری ہوسکتی ہے اس تنقید کے معاملہ میں تو شوہر ہی اولٰی ہے ثانیاً اجنبی کے سلسلہ میں تو تنقید مذکور جاری بھی نہیں ہوسکتی اس کا اولٰی ہونا تو درکنار، اس لیے کہ اس کے چڑھانے اتارنے میں بہت خرابیاں دشواریاں ہیں متن (غنیۃ المصلی) کے مسئلہ میں اس کی صراحت ہے کہ جب عورت کے ساتھ اجنبی ہو تو اس کے لیے سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے، یہ اس کی صریح عبارت اور منطوق ہے ۔ اور جب عورت کے ساتھ محرم ہو تو سواری پر نماز پڑھنا جائز نہیں یہ اس کا معنی مخالف اور مفہوم ہے ۔ تو فہم و ثبات سے کام لو۔ (ت)

(۸۵) اقول یُوں ہی اگر اُترنے چڑھنے سے بیماری بڑھے۔ یہ مسائل علمائے کرام نے دربارۂ نماز ذکر فرمائے کہ یُوں اترنے سے عجز ہو تو سواری پر پڑھے تو دربارۂ طہارت بدرجۂ اولٰی در مختار میں یہ قول متن الصلاۃ علی الدابة تجوز فی حالة العذر لا فی غیرھا (سواری پر نماز ادا کرنا بحالتِ عذر جائز ہے بلا عذر نہیں۔ ت) فرمایا و من[4] العذر دابة لا ترکب الا بعناء او بمعین[1] (یہ بھی عذر ہی ہے کہ جانور پر مشقت یا کسی مددگار کے بغیر سوار نہ ہو سکے۔ ت) ردالمحتار میں ہے،

لوکانت الدابة جموحا لونزل لایمکنه الرکوب الا بمعین اوکان شیخا کبیرا لونزل لایمکنه ان یرکب ولایجد من یعینه تجوز الصلاۃ علی الدابة اھ وقد منا عن المجتبی ان

اگر جانور سرکش ہو کہ اتر جائے تو بغیر مددگار کے اس پر چڑھنا ممکن نہ ہو یا سوار بہت بوڑھا ہو کہ اتر جائے تو چڑھ نہ سکے نہ ہی اسے کوئی مددگار ملے تو سواری پر نماز ادا کرنا جائز ہے اھ ۔ اور ہم مجتبٰی کے حوالہ سے پہلے بیان کرچکے ہیں کہ ان کے

[1] الدرالمختار باب الوتر والنوافل مجتبائی دہلی ۱/۹۸

الاصح عندہ لزوم النزول لو وجد اجنبیا یطیعه فعلی ھذا لاخلاف فی لزوم النزول لمن وجد معینا یطیعه ولم یکن مریضا[1] یلحقه بنزوله زیادۃ مرض وفی المنیة المرأۃ اذا لم یکن لہا محرم تجوز صلاتہا علی الدابة اذا لم تقدر علی النزول اھ۔

نزدیک اصح یہ ہے کہ اترنا لازم ہے اگر ایسا کوئی اجنبی مل جائے جو اس کی بات مان لے۔ تو اس بنیاد پر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس شخص کے لیے اترنا لازم ہے جسے کوئی ایسا مددگار مل جائے جو اس کی بات مان لے اور ایسا بیمار نہ ہو کہ اترنے سے مرض بڑھ جائے۔ اور منیہ میں ہے کہ "عورت کے ساتھ جب محرم نہ ہو تو اس کے لیے سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ اترنے پر قدرت نہ ہو اھ۔ (ت)

(۸۶) **اقول** اگر زخم ہے کہ اُترنے سے جاری ہو جائے گا اور نماز طہارت سے نہ مل سکے گی نہ اُترے[2] اور تیمم سے پڑھے یہ مسئلہ بھی علمائے نماز میں افادہ فرمایا ہے کہ اگر کھڑے ہونے سے زخم جاری ہوتا ہو بیٹھ کر پڑھے دُرمختار میں ہے قد یتحتم القعود کمن یسیل جرحه اذا قام او یسلس بوله[2] (اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا واجب ہے جس کا زخم قیام سے بہنے لگتا ہو یا جسے کھڑے ہونے سے پیشاب آنے لگتا ہو۔ ت)

(۸۷) ہر عبادت فرض یا واجب یا سنت کہ پانی سے طہارت کرے تو فوت ہو جائے گی اور اس کا عوض کچھ نہ ہوگا اُس کے لیے تیمم کر سکتا ہے مگر یہ[3] تیمم صرف اسی عبادت کے لیے طہارت ہوگا نہ اور کے لیے کہ اُسی کی ضرورت سے اجازت ہوئی تھی تو اس تیمم سے کوئی اور عبادت کہ بے طہارت جائز نہ ہو جائز نہ ہوگی اس فوت[4] بلا عوض کی بہت صورتیں ہیں مثلاً نماز[1] جنازہ قائم ہے یا قائم ہونے کو ہے اس کے وضو کا انتظار نہ ہوگا جب تک وضو کرے چاروں تکبیریں ہو چکیں گی اگرچہ سلام پھیرنا باقی رہے کہ نماز[5] جنازہ تکبیروں پر ختم ہو جاتی ہے اُن کے بعد ملنے کا محل نہیں اگرچہ ابھی سلام نہ ہوا ہو کما فی الدر وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) یا[2] عیدین کا وقت نکل جائیگا یا ان کا امام معین سلام پھیر دے[3] گا۔

اقول جبکہ دوسرے امام معین کے پیچھے نہ ملیں کما قالوا[4] فی الفاسق لایقتدی به فی الجمعة ایضا اذا تعددت فی المصر لانه بسبیل من التحول[4] کما فی الفتح وغیرہ (جیسے علماء

---

[1] ردالمحتار | باب الوتر والنوافل | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/۵۱۸
[2] الدرالمختار | باب صفة الصلوٰۃ | " مجتبائی دہلی | ۱/۷۰
[3] الدرالمختار | باب التیمم | " مجتبائی دہلی | ۱/۴۳
[4] فتح القدیر | باب الامامة | " نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۳۰۴

نے فرمایا ہے کہ جمعہ میں بھی فاسق کی اقتدار نہ کی جائے گی اگر شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو کیوں کہ ایسے امام کو چھوڑ کر دُوسری جگہ جانے کی راہ موجود ہے، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ ت) یہ اس لیے کہ عیدین[1] کی نماز کی نماز مثل جمعہ ہر امام کے پیچھے نہیں ہوسکتی سوا سلطانِ اسلام یا اس کے نائب یا ماذون کے، اور وہ نہ ہوں تو بضرورت جسے مسلمان امامِ جمعہ مقرر کرلیں یا سُورج گہن ہوچکے گا صلاۃ الجنازۃ والعیدین من مسائل المتون وزاد الکسوف کالرواتب لأتیۃ[1] فی الحلیۃ بحثا واقرہ فی البحر والنھر والدر وحواشیہ (نمازِ جنازہ اور عیدین کا مسئلہ تو متون میں ذکر ہے اور کسوف کا مسئلہ یوں ہی سنن رواتب سے متعلق آنے والا مسئلہ حلیہ میں بطور بحث زیادہ کیا جسے بحر رائق، نہر فائق، دُرمختار اور اس کے حواشی میں برقرار رکھا گیا۔ ت)

اقول اور اگر کسوف باقی رہے اور جماعت ہوچکے گی تو تیمم کی اجازت نہیں کہ اگرچہ کسوف[2] میں بھی ہر شخص امامت نہیں کرسکتا خاص امامِ جمعہ ہی اس کا امام ہوسکتا ہے کما فی الدر[2] وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) مگر اس[3] میں جماعت ضروری نہیں تنہا بھی ہوسکتی ہے نہ مثل جنازہ[4] تکرار ممنوع ہے،

لتصریحھم بجواز ان یصلیھا کل بمفردہ فی بیتہ[4] کما فی شرح الطحاوی ومشی علیہ فی الدر او فی مساجدھم علی ما فی الظھیریۃ وعزاہ فی المحیط الی شمس الائمۃ[4] عن مفتی دمشق اسمٰعیل نعم الجماعۃ مستحبۃ اذا حضر امام الجمعۃ[5] کما فی الدر۔

اس لیے کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ نمازِ کسوف ہر شخص اپنے گھر میں انفرادی طور پر ادا کرسکتا ہے۔ جیسا کہ شرح طحاوی میں ہے اس راہ پر صاحبِ درمختار بھی گئے ہیں۔ یا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں بھی ادا کرسکتے ہیں۔ جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اور محیط میں اسے شمس الائمہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ شامی از مفتی دمشق شیخ اسمٰعیل۔ ہاں جب امامِ جمعہ موجود ہو تو جماعت مستحب ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار مع الشامی	باب التیمم	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/۱۶۸
[2] الدرالمختار	صلوٰۃ الکسوف	" مجتبائی دہلی	۱/۱۱۷
[3] الدرالمختار مع الشامی	صلوٰۃ الکسوف	" مصطفی البابی مصر	۱/۶۲۳
[4] "	"	" "	"
[5] الدرالمختار	"	" مجتبائی دہلی	۱/۱۱۷

تو اس کا فوت[1] یوں ہی ہوگا کہ گہن چھوٹ جائے، ردالمحتار میں ہے لو انجلت لم تصل بعدہ[1] (اگر سورج روشن ہوگیا تو اس کے بعد نماز کسوف نہ پڑھی جائے گی۔ ت) یا ظہر و جمعہ و مغرب و عشا کے فرضوں کے بعد وضو جاتا رہا اور اب وضو کرتا ہے تو بعد کی سنتیں نہ ملیں گی وقت نکل جائیگا۔ **اقول** یونہی ظہر یا جمعہ کی پہلی سنتیں اگر قیام جماعت کے سبب نہ پڑھ سکا اور بعد فرض یا بعد سنت بعدیہ وضو جاتا رہا اور اب وضو کرے تو وقت عصر آجائیگا لانہا وان فاتت عن وقتہا فانہا تقضی فی الوقت ثم لا قضاء فقضاؤھا یفوت لا الی بدل (اس لیے کہ یہ سنتیں اگرچہ اپنے مقررہ وقت سے ہی فوت ہوئیں مگر ان کی قضا وقت کے اندر ہی ہوسکتی ہے بعد وقت قضا نہیں تو بعد ظہر و جمعہ اگر ان کی قضا فوت ہوجاتی ہے تو پھر اس کا کوئی بدل نہیں۔ ت) یا صبح[11] کے وقت پانی وضو کے لیے منگایا یا کسی نے دینے کا وعدہ کیا ہے اس کا انتظار کرے تو وضو کرکے صرف فرض پائے گا یوں کہ یا تو سنتوں کے قابل وقت ہی نہ رہے گا یا سنتیں پڑھے تو جماعت فوت ہونا چار سنتیں چھوڑنی ہوں گی تو جب تک پانی آئے تیمم کرکے سنتیں پڑھ لے پھر وضو کرکے فرض کما فی ش وغیرہ[2] (جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے۔ ت) یا[12] صبح کی نماز نہ ہوئی تھی اور اب زوال تک اتنا وقت نہیں کہ وضو کرکے دو رکعتیں پڑھ سکے تو تیمم کرکے سنتیں پڑھ لے کہ بعد زوال نہ ہوسکیں گی پھر وضو کرکے وقت ظہر آنے پر صبح کے فرض پڑھے ذکرہ ش عن شیخہ قال وذکرلہا ط صورتین اخریین[3] اھ (اسے شامی نے اپنے شیخ کے حوالے سے ذکر کیا اور فرمایا کہ طحطاوی نے اس کی دو صورتیں اور ذکر کی ہیں۔ ت) **اقول** بل اولہما ھی ھذہ التی اثرھا عن شیخہ وذکر اخری ورد ھا وھی حقیقۃ بالرد (بلکہ ان دونوں سے بہتر یہی صورت ہے جو شامی نے اپنے شیخ سے نقل فرمائی اور دوسری صورت ذکر کرکے اسے رد کردیا اور وہ رد ہی کے لائق ہے۔ ت) یا[13] بے وضو خصوصاً جنب ہے اور کسی نے سلام کیا یا[14] کوئی سامنے آیا اور خود اُسے سلام کرنا ہے اور سلام نام الٰہی عزوجل ہے بے طہارت لینا نہ چاہا اور وضو کرے تو سلام فوت ہوتا ہے کہ جواب[3] میں اتنی دیر کی اجازت نہیں اور سلام[4] بھی ابتدائے لقا پر ہے نہ بعد دیر لہذا اجازت ہے کہ تیمم کرکے جواب دے یا سلام کرے مسئلہ جواب خود فعل اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کہ

---

[1] ردالمحتار مع الشامی	صلوٰۃ الکسوف	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/ ۶۲۲
[2] ردالمحتار	باب التیمم	〃 〃 〃	۱/ ۱۷۸
[3] 〃	〃	〃 〃 〃	〃
[4] 〃	〃		〃

ایک صاحب گزرے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سلام کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ قریب ہوا وہ گلی سے گزر جائیں حضور نے تیمم فرما کر جواب دیا اور ارشاد فرمایا انہ لم یمنعنی ان ارد علیک السلام الا انی لم اکن علی طھر[1] ہم کو جواب دینے سے مانع نہ ہوا مگر یہ کہ اس وقت وضو نہ تھا۔ رواہ ابوداؤد عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال المحقق الحلبی فی الحلیۃ سکت علیہ ابوداؤد فھو حجۃ[2] اھ (اسے ابوداؤد نے بطریق نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، محقق حلبی نے حلیہ میں فرمایا کہ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اس لیے وہ حجت ہے اھ۔ ت) اور ابتدائے سلام اُس پر قیاس کرکے زیادت ائمہ کرام ہے بحر میں ہے المذھب ان التیمم للسلام صحیح[3] (مذہب یہ ہے کہ سلام کے لیے تیمم درست ہے۔ ت)

تنبیہ علامہ سید طحطاوی پھر اُن کے اتباع سے علامہ سید شامی نے دو چیزیں اور زائد کیں وضو کرتا ہے تو چاند گہن ہو چکے گا یا ضحوۂ کبرٰی ہوجائے گی نماز چاشت جاتی رہے گی تو ان دونوں کو تیمم سے ادا کرلے،

قال فی الدر جاز لکسوف فقال ط مرادہ ما یعم الخسوف[4] اھ ونقلہ ش واقرہ وقال فی حاشیتہ علی المراقی اخذ منہ الحلبی جواز التیمم للکسوف ای والخسوف[5] اھ وقال ھو ثم ش الظاھر ان المستحب کذلک لفوتہ

دُرمختار میں تھا تیمم سُورج گرہن کی نماز کے لیے جائز ہے۔ اس پر طحطاوی نے کہا اس سے ان کی مراد وُہ ہے جو چاند گہن کو بھی شامل ہے اھ۔ اسے شامی نے نقل فرما کر برقرار رکھا اور طحطاوی نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اسی سے حلبی نے سورج گہن کے لیے۔ یعنی چاند گہن کے لیے بھی۔ تیمم کا جواز اخذ کیا ہے اھ۔ اور انہوں نے پھر علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مستحب کا

---

[1] سنن ابی داؤد باب التیمم فی الحضر عند الخلاء مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۴۷
[2] حلیہ
[3] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۰
[4] طحطاوی علی الدر " مطبوعہ بیروت ۱/۱۲۹
[5] طحطاوی علی مراقی الفلاح باب التیمم مطبعہ ازہریہ مصر ص ۶۸

بفوت وقتہ کما اذا ضاق وقت الضحی عنہ وعن الوضوء فتیمم لہ[1] اھ

بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ بھی وقت کے فوت ہونے سے فوت ہوجاتا ہے مثلاً چاشت کا وقت اتنا تنگ ہوجائے کہ نماز چاشت اور وضو دونوں کی گنجائش نہ رہے تو اس نماز کے لیے تیمم کرلے گا اھ۔ (ت)

اقول اس تقدیر پر نمازِ تہجد کے لیے بھی تیمم جائز ہوگا جبکہ وضو کرنے میں دو رکعت کا وقت نہ ملے اور فجر طلوع کرآئے کہ ہماری تحقیق میں وہ مستحب ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) اگر زعم بعض کے طور پر سنتِ مؤکدہ مانئے جب تو مثل رواتب جواز ہوگا ہی مگر وہ ضعیف ہے یوں ہی فجر کی سنتیں جب تنہا قضا ہوں زوال تک اُن کی قضا مستحب ہے اور ایک تخریج پر امام محمد کے نزدیک سنت۔ خیر، یہاں کلام اس میں ہے کہ مستحب نمازیں بھی حسبِ گمان فاضلین طحطاوی و شامی اس جوازِ تیمم میں مثل رواتب ہیں۔

اقول مگر یہ سخت محلِ تامل ہے کتبِ مذہب میں صرف دو نمازوں کا ذکر ہے جنازہ وعیدین اور اسی قدر ائمۂ مذہب سے منقول حتی کہ خود علامہ ابن امیر حاج حلبی نے حلیہ میں تصریح فرمائی کہ ہمارے نزدیک تندرست کو بے خوفِ مرض پانی ہوتے ہوئے انھیں دو نمازوں کے لیے تیمم جائز ہے۔

وھذا نصہ اعلم انہ یجوز التیمم للصحیح فی المصر عندنا فی ثلث مسائل احدھا اذا کان جنبا وخاف المرض بسبب الاغتسال بالماء البارد الثانیۃ حضرت جنازۃ وخاف ان اشتغل بالوضوء تفوتہ الصلٰوۃ علیھا الثالثۃ اذا خاف فوات صلاۃ العید[2] اھ

ان کی عبارت یہ ہے: ہمارے نزدیک تندرست کے لیے شہر میں تیمم کا جواز تین مسائل میں ہے۔ (۱) جب حالت جنابت میں ہو اور ٹھنڈے پانی سے غسل کی وجہ سے بیماری کا اندیشہ رکھتا ہو۔ (۲) جنازہ حاضر ہو اور وضو کرنے کی صورت میں نماز جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ (۳) نمازِ عید فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ اھ (ت)

اور عددنا فی زیادت ہے کما فی الھدایۃ وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ وغیرہا میں ہے۔ ت) بلکہ امام ملک العلماء نے بدائع میں صراحۃً انھیں دو نمازوں میں حصر اور اس کے ماسوا کے لیے عدمِ جوازِ تیمم

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۸

[2] حلیہ

کی تصریح فرمائی ،

حیث قال وھذا الشرط الذی ذکرنا لجواز التیمم وھو عدم الماء فیما وراء صلاۃ الجنازۃ وصلاۃ العیدین فاما فی ھاتین الصلاتین فلیس بشرط بل الشرط فیھما خوف الفوت لو اشتغل بالوضوء[1]

وہ فرماتے ہیں ، جوازِ تیمم کے لیے ہم نے پانی نہ ہونے کی جو شرط ذکر کی یہ نمازِ جنازہ اور عیدین کے ماسوا میں ہے ۔ اِن دونوں میں یہ شرط نہیں بلکہ یہ شرط ہے کہ وضو میں مشغول ہونے سے فوتِ نماز کا اندیشہ ہو ۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح امام تمرتاشی و امام علی اسبیجابی نے صراحۃً انھیں دو میں حصر فرمایا بحر میں زیرِ قول ماتن ولبعدہ میلا (جبکہ وہ ایک میل دُور ہو ۔ ت) ہے ۔

قال فی شرح الطحاوی لایجوز التیمم فی المصر الا لخوف فوت جنازۃ او صلاۃ عید او للجنب الخائف من البرد وکذا ذکر التمرتاشی[2]

شرح طحاوی میں فرمایا ، شہر میں تیمم کا جواز صرف نمازِ جنازہ یا نمازِ عید کے فوت ہونے کے اندیشہ سے ہے یا ایسے جنبی کے لیے جسے ٹھنڈک سے اندیشہ ہو ۔ ایسے ہی تمرتاشی نے بھی ذکر کیا ہے ۔ (ت)

اسی طرح خزانۃ المفتین میں نوازل سے ہے لا یجوز التیمم فی المصر الا فی ثلثۃ مواضع[3] الخ (شہر کے اندر تین مقامات کے سوا تیمم جائز نہیں الخ ۔ ت) تو اصل حکم منصوص تو یہ ہے ہاں حلیہ نے اپنی بحث میں نظر بہ علت کہ خوف فوت لا الی بدل ہے نمازِ کسوف وسنن رواتب کا الحاق کیا ان کی تبعیت بحر و نہر و دُر نے بھی کی اور یُوں ہی سُنن کو رواتب سے مقید کیا یہ قید نافلۂ محضہ کو خارج کر رہی ہے پھر حلیہ میں رواتب کے الحاق پر بھی اس سے استظہار کیا کہ نمازِ عید کے لیے تیمم ائمہ مذہب سے منقول ہے اور وہ مختار امام شمس الائمہ سرخسی وغیرہ میں سنّت ہی ہے جس سے ظاہر کہ سنن رواتب کے الحاق میں بھی اشتباہ تھا کہ جنازہ فرض عیدین واجب ہیں اس اشتباہ کا یُوں ازالہ کیا ۔

حیث قال فتحصل کما فی شرح الزاھدی للقدوری ان الصلوۃ ثلثۃ انواع نوع لایخشی فوتھا اصلا لعدم

فرمایا : "حاصل یہ ہُوا ۔ جیسا کہ زاہدی کی شرح قدوری میں ہے ۔ کہ نماز تین قسم کی ہے ایک قسم وہ جس کے فوت ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں کیوں کہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۱

[2] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

[3] خزانۃ المفتین فصل فی التیمم قلمی نسخہ ۱/۱۲

توقیتہا کالنوافل فلایجوز لہ التیمم عند وجود الماء لعدم العذر ونوع یخشی فواتہا لتوقیتہا ولکن تقضی بعد الفوات کالجمعۃ والمکتوبات فلا یجوز لہا التیمم لامکان جبرہا بالبدل باکمل الطہارتین ونوع یخشی فواتہا لا الی بدل کصلاۃ الجنازۃ والعید فیجوز خلافا للشافعی قال العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ وعلی ھذا القائل ان یقول یجوز لصلاۃ الکسوف والسنن الرواتب لانہا تفوت لا الی بدل فانہا لاتقضی کما فی العید ولا سیما علی القول بان صلاۃ العید سنۃ کما اختارہ شمس الائمۃ السرخسی وغیرہ[1] اھ۔

اس کا کوئی مقررہ وقت نہیں — جیسے نوافل۔ اس کے لیے پانی کی موجودگی میں تیمم جائز نہیں اس لیے کہ کوئی عذر نہیں — دوسری قسم وہ جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے کیونکہ وقت مقرر ہے لیکن فوت ہونے کے بعد اس کی قضا ہوسکتی ہے جیسے نمازِ جمعہ اور پنجگانہ فرائض۔ اس کے لیے بھی تیمم جائز نہیں کیونکہ کامل تر طہارت کے ساتھ بدل کے ذریعہ اس کا تدارک ہوسکتا ہے — تیسری قسم وہ جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے اور کوئی بدل نہیں جیسے نمازِ جنازہ اور عید — اس کے لیے تیمم جائز ہے، بخلاف امام شافعی کے — بندۂ ضعیف — خدا اس کی مغفرت فرمائے — کہتا ہے: اس قائل پر لازم آتا ہے کہ نمازِ کسوف اور سنن رواتب کے لیے بھی تیمم کا جواز مانے کیونکہ یہ بھی ایسی فوت ہونے والی نمازیں ہیں کہ ان کا کوئی بدل نہیں، خصوصاً اس قول پر کہ نمازِ عید سنّت ہے جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی وغیرہ نے اسے اختیار کیا ہے"۔ اھ (ت)

اور پُرظاہر کہ نفلِ مطلق سنّتِ راتبہ کے حکم میں نہیں شرع اُن کا مطالبہ فرماتی ہے اور اس کا نہیں تو یہ اُن سے کیونکر ملحق کیا جائے مطالبۂ شرع ہی وہ چیز ہے جو اس صورت میں جوازِ تیمم کی راہ دیتا ہے ظاہر ہے کہ پانی موجود اور استعمال پر قدرت ہو تو تیمم باطل اگر کرے تو نماز بے طہارت ہو اور نماز بے طہارت حرام قطعی ہے ہاں جب صاحبِ حق عزّ جلالہٗ خاص اس عبادت کا اس وقتِ خاص میں اس سے مطالبہ فرما رہا ہے اور ساتھ ہی حکم ہے کہ یہ وقت نکل گیا تو اس مطالبہ سے برأت کی کوئی صورت نہیں اس کا بدل بھی نہ ہوسکے گا اور وقت میں تنگی ہے کہ وضو نہیں کرسکتا لاجرم اس ادائے مطالبہ کے لیے پانی پر قادر نہ ہونا ثابت ہوا اور تیمم کی راہ ملی جس نماز کا شرع مطالبہ ہی نہیں فرماتی اُس میں کون سی عہدہ برائی کے لیے پانی ہوتے ہوئے تیمم جائز

---

[1] حلیہ

ہوجائے گا مطالبہ شرعیہ پر[ف۱] یہاں بنائے کار کی یہ حالت ہے کہ نماز جنازہ کے لیے جوازِ تیمم میں بھی شُبہ ہوا کہ وہ تو فرضِ کفایہ ہے ہر شخص سے مطالبہ کب ہے اور علماء کو اس جواب کی حاجت ہُوئی کہ فرضِ کفایہ میں بھی مطالبہ سب سے ہے ولہذا سب ترک کریں تو سب گنہگار ہیں اگرچہ بعض کا فعل سب پر سے مطالبہ ساقط کر دیتا ہے۔

فتح القدیر و غنیہ میں ہے :

منعه (ای التیمم لصلاۃ الجنازۃ) الشافعی لانه تیمم مع عدم شرطه قلنا مخاطب بالصلاۃ عاجز عن الوضوء لها فیجوز اما الاولی فلان تعلق فرض الکفایۃ علی العموم غیر انه یسقط بفعل البعض و اما الثانیۃ فبفرض المسألۃ۔[۱]

امام شافعی نماز جنازہ کے لیے تیمم کا جواز نہیں مانتے۔ اس لیے کہ یہ ایسا تیمم ہوگا جس کی شرط مفقود ہے، ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ (شرط موجود ہے اس لئے کہ) اس شخص سے بھی ادائے نماز کا خطاب ہے جو اس کے لیے وضو سے عاجز ہے تو تیمم کا جواز ہوگا۔ پہلی بات اس لیے ہے کہ فرض کفایہ کا تعلق بطورِ عموم سبھی سے ہے، اتنا ہے کہ بعض کے ادا کر لینے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ دوسری بات کی تفصیل مسئلہ کی مفروضہ صورت سے ظاہر ہے۔ (ت)

نماز چاشت و نماز تہجد کا مطالبہ کب ہے یُوں ہی چاند گہن کی نماز صرف مستحب ہے بخلاف نماز کسوف[ف۲] کہ اس مرتبہ کی سنّت ہے جسے امام دبوسی نے واجب کہا اور اسی کو امام ملک العلماء نے بدائع میں ترجیح دی اور دلائل سنیت سے جواب دیا ہاں مختار جمہور سنیت ہے **اقول** بلکہ وُہ کتاب مبسوط میں محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا نص ہے کما سیاتی منا تحقیقه فانقطع النزاع (جیسا کہ اس کی تحقیق ہمارے قلم سے عنقریب آرہی ہے تو اس نص سے اختلاف کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ت) بدائع میں فرمایا :

صلاۃ الکسوف واجبۃ ام سنۃ ذکر محمد رحمه الله تعالٰی فی الاصل ما یدل علی عدم الوجوب فانه قال ولا تصلی نافلۃ فی جماعۃ الا قیام رمضان وصلاۃ الکسوف وروی الحسن بن زیاد

نمازِ کسوف واجب ہے یا سنّت ؟ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل (مبسوط) میں جو تحریر فرمایا ہے اس سے عدمِ وجوب کا پتا چلتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "قیامِ رمضان اور نمازِ کسوف کے علاوہ کوئی نمازِ نفل با جماعت نہ ادا کی جائے گی" اور حسن بن زیاد

---

۱ غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۱

عن ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه انه
قال فی کسوف الشمس ان شاؤا
صلوا رکعتین وان شاؤا اربعا و
ان شاؤا اکثروا لتخییر یکون
فی النوافل وقال بعض مشایخنا
انها واجبة لما روی ابن مسعود
رضی الله تعالیٰ عنه (فذکر
حدیث الکسوف وفیه قوله
صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) صلوا
حتی تنجلی وفی روایة ابی مسعود
الانصاری رضی الله تعالیٰ عنه
فاذا رأیتموها فقوموا وصلوا
ومطلق الامر للوجوب وتسمیة
محمد رحمه الله تعالیٰ ایاها
نافلة لا ینفی الوجوب لان
النافلة عبارة عن الزیادة
وکل واجب زیادة علی الفرائض
الموظفة الا تری انه قرنها بقیام
رمضان وهو التراویح وانها سنة
مؤکدة وهی فی معنی الواجب وروایة الحسن
لا تنفی الوجوب لان التخییر قد یجری بین
الواجبات کما فی قوله تعالیٰ
فکفارته اطعام عشرة مساکین من
اوسط ما تطعمون اهلیکم
او کسوتهم او تحریر

نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کی ہے کہ انہوں نے سورج گہن کے بارے میں
فرمایا ہے کہ "لوگ اگر چاہیں تو دو رکعت پڑھیں،
چاہیں تو چار پڑھیں اور چاہیں تو زیادہ پڑھیں" ۔۔
اور تخییر نوافل ہی میں ہوتی ہے ۔ اور ہمارے
بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ نمازِ کسوف واجب ہے
اس لیے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت ہے (اس کے بعد حدیثِ کسوف ذکر کی ہے
رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے)
نماز ادا کرو یہاں تک کہ سورج روشن ہو جائے ۔ اور
حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت
میں یہ الفاظ ہیں "تو جب تم اسے دیکھو تو کھڑے
ہو جاؤ اور نماز پڑھو" اور مطلق امر وجوب کے لیے
ہوتا ہے ۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اسے نفل کے
نام سے ذکر کرنا وجوب کی نفی نہیں کرتا اس لیے کہ
نفل کا معنی "زائد" ہے، اور ہر واجب مقررہ فرائض
سے زائد ہی ہے ۔ دیکھ لیجئے کہ انہوں نے نمازِ کسوف
کو قیامِ رمضان کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ یہ نماز
تراویح ہے جو سنتِ مؤکدہ ہے اور سنتِ مؤکدہ واجب
کا معنی رکھتی ہے اور حسن بن زیاد کی روایت سے
بھی وجوب کی نفی نہیں ہوتی اس لیے کہ تخییر واجبات
میں بھی ہوتی ہے جیسے باری تعالیٰ کے اس ارشاد
میں ہے : "تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے
جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو اس میں سے متوسط
قسم کا کھانا یا دس مسکینوں کو کپڑا دینا یا ایک بردہ

رقبة اھ[1] کلامہ قدس سرہ۔

آزاد کرنا" ملک العلماء قدس سرہ کا کلام ختم ہوا۔

وما ارادبه دفعه فی العنایة بقوله بعد ایراد الحدیث فان قیل هذا امر والامر للوجوب فکان ینبغی ان تکون واجبة قلنا قد ذهب الی ذلک بعض اصحابنا واختارہ صاحب الاسرار والعامة ذهبت الی کونها سنة لانها لیست من شعائر الاسلام فانها توجد بعارض لکن صلاها النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فکانت سنة والامر للندب اھ[2]۔

عنایہ میں اس کا جواب حدیث ذکر کرنے کے بعد اس طور پر دینا چاہا ہے: "اگر کہا جائے کہ یہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو نمازِ کسوف کو واجب ہونا چاہیے۔ تو ہم کہیں گے ۔۔ ہاں اس طرف ہمارے بعض اصحاب گئے ہیں، اسی کو صاحبِ اسرار نے بھی اختیار کیا ہے۔ مگر عامۂ علماء کا مذہب یہ ہے کہ نمازِ کسوف سنّت ہے اس لیے کہ یہ شعارِ اسلام نہیں کیونکہ اس کا وجود عارضی طور پر ہوتا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ کسوف پڑھی ہے اس لیے سنّت ہوئی اور امر ندب کے لیے ہے" اھ (ت)

فاقول حاصله ان هذا لیس بشعار وکل واجب شعار فهذا لیس بواجب والکبری[ف۱] ممنوعة فرب واجب لیس من الشعائر ککفارة الیمین والظهار والصیام وکذا[ف۲] الصغری ممنوعة ودلیلها ان هذا العارض وما کان لعارض لم یکن شعارا فیه ایضا الکبری ممنوعة ولا دلیل علیها وقد قال فی الاسرار

فاقول اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ نمازِ کسوف شعار نہیں ۔۔ اور ہر واجب شعار ہوتا ہے اس لیے نمازِ کسوف واجب نہیں ۔۔ اس دلیل کا کبریٰ ممنوع ہے اس لیے کہ بہت سے ایسے بھی واجب ہیں جو شعار نہیں جیسے کفارۂ قسم، کفارۂ ظہار، کفارۂ صیام ۔۔ اسی طرح صغریٰ بھی ممنوع ہے ۔ صغریٰ کی دلیل یہ دی تھی کہ یہ نماز عارض کی بنا پر ہوتی ہے اور جو عارض کی بنا پر ہو وہ شعار نہیں ۔۔ اس قیاس کا بھی کبریٰ ممنوع ہے ۔ آخر اس کبریٰ کی دلیل کیا ہے؟ جب کہ اسرار میں یہ فرمایا ہے

---

[1] بدائع الصنائع صلوٰۃ الکسوف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۰

[2] عنایۃ مع الفتح باب صلوٰۃ الکسوف نوریہ رضویہ سکھر ۲/۵۶

كما فی الفتح انہا صلاۃ تقام علی سبیل الشہرۃ فکان شعارا للدین حال الفزع[1] اھ۔

ـــ جیسا کہ فتح القدیر میں نقل کیا ہے ـــ "یہ ایسی نماز ہے جو علانیہ طور پر اور بطریق شہرت و اعلان ادا کی جاتی ہے ـــ تو فزع اور گھبراہٹ کی حالت میں یہ دین کا شعار ہے" اھ۔ (ت)

وقال فی البدائع اما فی کسوف الشمس فقد ذکر القاضی فی شرحہ مختصر الطحاوی انہ یصلی فی الموضع الذی یصلی فیہ العید او المسجد الجامع لانہا من شعائر الاسلام فتؤدی فی المکان المعد لاظہار الشعائر[2] اھ

اور بدائع میں فرمایا ہے: نماز کسوف کے بارے میں قاضی نے مختصر طحاوی کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ یہ عیدگاہ یا جامع مسجد میں ادا کی جائے گی اس لیے کہ یہ ایک شعار اسلام ہے تو اس کی ادائیگی ایسی ہی جگہ ہوگی جو شعائر دین کے اعلان و اظہار کے لیے تیار کر رکھی گئی ہے" اھ۔ (ت)

وقد اجاب فی الفتح عن استدلال الاسرار علی وجوبہا بشعاریتہا بان المعنی المذکور لا یستلزم الوجوب اذ لا مانع من استنان شعار مقصود ابتداء فضلا عن شعار یتعلق بعارض[3] اھ۔

اسرار میں نماز کسوف کے وجوب پر اس امر سے استدلال کیا کہ وہ شعار اسلام ہے تو فتح القدیر میں اس کا یہ جواب دیا کہ "معنی مذکور (یعنی کسوف کا شعار اسلام ہونا) وجوب کو مستلزم نہیں اس لیے کہ جو شعار ابتداہی سے مقصود ہو اس کے بھی مسنون ہونے سے کوئی مانع نہیں پھر جو شعار محض کسی عارض سے متعلق ہو اس کے مسنون ہونے سے کون سی چیز مانع ہو سکتی ہے؟" اھ (ت)

وھذا کما ینفی الاستدلال علی الوجوب بالشعاریۃ کذلک یرد الاستدلال علی نفی الشعاریۃ

نماز کسوف کے وجوب پر اس کے شعار اسلام ہونے سے جو استدلال کیا گیا ہے اس جواب سے اس کی تردید ہوتی ہے اسی طرح اس جواب سے اس

---

[1] فتح القدیر باب صلوۃ الکسوف نوریہ رضویہ سکھر ۲/۵۱

[2] بدائع الصنائع کیفیۃ صلوۃ الکسوف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۲

[3] فتح القدیر باب صلوۃ الکسوف نوریہ رضویہ سکھر ۲/۵۱

یکون لعارض۔

استدلال کی بھی تردید ہوتی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ نمازِ کسوف امرِ عارض کی وجہ سے ہوتی ہے اس لیے شعار نہیں ہوسکتی۔

وبالجملة[1] ذهب الاسرار الی ان کل شعار واجب والعنایة الی ان کل واجب شعار والصحیح ان بینهما عموما من وجه یجتمعان فی العیدین و یفترقان فی الاذان والکفارات ثم رأیت سعدی افندی اعترض العنایة باعتراض الثانی اخذا عن الفتح اذ قال اقول ما المانع فی تعلق ما هو من الشعائر بعارض تأمل اھ[1]۔

مختصر یہ کہ صاحبِ اسرار کا خیال ہے کہ ہر شعار واجب ہوتا ہے اور صاحبِ عنایہ کا یہ نظریہ ہے کہ ہر واجب شعار ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ واجب اور شعار میں عموم من وجہ کی نسبت ہے کوئی امر واجب اور شعار دونوں ہوتا ہے جیسے نمازِ عیدین اور کوئی چیز شعار تو ہوتی ہے مگر واجب نہیں ہوتی جیسے اذان۔ اور کوئی امر واجب ہوتا ہے مگر شعار نہیں ہوتا جیسے کفّارات (مصنف کے مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ عیدین میں واجب و شعار دونوں کا اجتماع ہے۔ اذان اور کفّارات میں دونوں کا افتراق ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں نے عنایہ پر جو دوسرا اعتراض کیا ہے وہی سعدی آفندی نے بھی فتح القدیر سے اخذ کرتے ہوئے اپنے ان الفاظ میں کیا ہے:

"میں کہتا ہوں جو چیز شعائرِ اسلام سے ہو کسی عارض سے اس کا تعلق ہونے سے کون سی چیز مانع ہے؟ تامّل سے کام لو" اھ (ت)

لکنی اقول و باللّٰه التوفیق لم[2] یتم الجواب عن کلام محرر المذهب فی الاصل اذ لو کان مراده هذا لم

لیکنی اقول و باللہ التوفیق، مبسوط میں محررِ مذہب کے ارشاد (قیام رمضان اور نمازِ کسوف کے سوا کوئی نفلی نماز جماعت سے نہ ادا کی جائیگی) کا جواب تام نہیں ہوا اس لیے کہ اگر ان کی مراد وہ

---

[1] حاشیۃ سعدی افندی مع الفتح صلوٰۃ الکسوف نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۵۶

يصح الحصر فيهما لمكان العيدين۔

ہوتی تو دو میں حصر درست نہ ہوتا اس لیے کہ ان دونوں کے علاوہ عیدین بھی جماعت سے ادا ہوتی ہیں۔

اما الاستدلال[ف۱] بصيغة الامر فاقول منقوض بصلاة الخسوف بل وصلوات[ف۲] الريح الشديدة والصواعق والزلزلة والمطر والثلج الدائمين والظلمة بالنهار والضوء الهائل بالليل وامثال ذلك الاهوال اعاذنا المولٰى سبحنه وتعالٰى واهل السنة جميعا منها دنيا واخرى أمين فانها مستحبة اجماعا والامر يشملها جميعا۔

اب رہا صیغۂ امر سے وجوب پر استدلال، **فاقول** خسوف (چاندگہن) کی نماز، بلکہ آندھی، صاعقے، زلزلہ، دائمی ابرباری و برف باری، دن میں تاریکی، رات میں خوفناک تابانی، اور اس طرح کی دوسری ہولناک چیزیں ——— مولٰی سبحانہ وتعالٰی ہمیں اور تمام اہل سنت کو ان سے دنیا او آخرت میں پناہ میں رکھے۔ آمین ——— سب سے متعلق نمازوں سے اس استدلال پر نقض وارد ہوتا ہے کیونکہ یہ سب بالاجماع مستحب ہیں۔ اور امر سب کو شامل ہے۔

وقد[ف۳] قال ملك العلماء نفسه اما صلاة خسوف القمر فحسنة لما روينا عن النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم اذا رأيتم من هذه الافزاع شيئا فافزعوا الى الصلاة[۱] اھ ثم قال وكذا تستحب الصلاة في كل فزع كالريح الشديدة والزلزلة والظلمة والمطر الدائم لكونها من الافزاع والاهوال[۲] اھ

خود ملک العلماء فرماتے ہیں: نماز خسوف حسن (پسندیدہ وعمدہ) ہے اس لیے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے: "جب تم ان خوف وپریشانی والی چیزوں میں سے کوئی چیز دیکھو تو نماز کی پناہ لو"۔ اھ۔ پھر فرمایا: "اسی طرح ہر فزع، گھبراہٹ اور پریشانی کی چیز میں نماز مستحب ہے جیسے آندھی، زلزلہ، تاریکی، دائمی بارش، کیونکہ یہ سب ہول وفزع والی چیزیں ہیں اھ" (ت)

تو ظاہر ہوا کہ نوافل کا سنن اور خسوف کا کسوف پر قیاس مع الفارق ہے۔

وباللّٰه التوفيق الا ان يقال

وباللہ التوفیق، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں

---

[۱] بدائع الصنائع کیفیۃ الکسوف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۲

[۲] ایضاً ۱/۲۸۲

ان الحاجة هنا تكثیر ابواب الخیرات ارادة لافاضة کرمه عزوجل الا یری انه اباح التنفل علی الدابة بالایماء لغیر القبلة مع فوات الشروط والارکان فیھا ولا ضرورة الا الحاجة القائمة بالعبد لزیادة الاستکثار من فضله تعالٰی کما افادہ فی الفتح فی مسألة انه یصلی بتیممه ما شاء من الفرائض والنوافل، عند الشافعی رحمه اللہ تعالٰی یتیمم لکل فرض لانه طہارۃ ضروریة[1]۔

ضرورت یہ ہے کہ کرم باری عزوجل کے فیضان کے ارادہ سے نیکیوں کی راہیں زیادہ کی جائیں ۔۔۔ دیکھئے باری تعالٰی نے سواری پر اشارہ سے اور غیر قبلہ کی جانب نفل پڑھنے کو جائز فرمایا جبکہ اس میں نماز کی شرطیں بھی فوت ہوتی ہیں اور ارکان بھی ۔۔۔ اور ضرورت یہی ہے کہ بندہ کو باری تعالٰی کے فضل کی کثرت طلب کرنے میں زیادتی کی حاجت ہے جیسا کہ فتح القدیر میں افادہ فرمایا ہے اس مسئلہ کے تحت کہ بندہ اپنے تیمم سے جس قدر فرائض و نوافل چاہے ادا کرے اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ہر فرض کے لیے تیمم کرے اس لیے کہ تیمم طہارت ضروریہ ہے۔

اقول ویکدرہ ان ھذا حیث صح التیمم بوجود شرطه من فقد الماء فانہا طہارۃ مطلقة عندنا ولو جوزناہ لمجرد الاستکثار لجاز لمطلق النوافل ولو غیر موقتة للعلم القطعی بان ما تصلیه بالتیمم اکثر مما تصلیه بعد التوضئ او الاغتسال الا تری ان الذی رخص له الصلاۃ علی الدابة بالایماء علی غیر القبلة لم یرخص له فی التیمم اذا قدر علی الماء والرکوب

اقول : اس استدلال کی صفائی پر کدورت اس جہت سے آتی ہے کہ یہ حکم وہاں ہے جہاں تیمم صحیح ودرست ہوچکا اس طرح کہ تیمم کی شرط ۔۔۔ پانی کا فقدان ۔۔۔ پائی جاچکی (تو وہ جس قدر فرائض و نوافل چاہے پڑھ سکتا ہے) اس لیے کہ تیمم ہمارے نزدیک طہارتِ مطلقہ ہے ۔ اور اگر محض کثرتِ فضل طلب کرنے کے لیے اسے جائز قرار دیا جاتا تو مطلق نوافل کے لیے اس کا جواز ہوتا اگرچہ نوافل ایسے ہوں جو کسی خاص وقت کے پابند نہیں اس لیے کہ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ وضو یا غسل کرنے کے بعد جس قدر نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں تیمم کرکے اس سے زیادہ نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں ۔ دیکھئے جس کے لیے

---

[1] فتح القدیر شرح الہدایۃ باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۲۱

والنزول معران مکثه فی طلب الطهارة بالماء وقلة نوافله اکثر من المقیم فی بیته و عنده الماء۔

سواری پر اشارہ سے، اور غیر قبلہ کی سمت نماز پڑھنے کی رخصت دی گئی اس کے لیے پانی اور چڑھنے اُترنے پر قدرت ہوتے ہوئے تیمم کی رخصت نہ دی گئی جب کہ پانی سے طہارت حاصل کرنے میں اس کے توقف کی مدت اور اس کے نوافل کی کمی اس مقیم سے زیادہ ہوگی جو اپنے گھر میں ہے اور اس کے پاس پانی بھی موجود ہے۔ (ت)

بالجملہ فقیر کے نزدیک مستحبات محضہ مثل نماز خسوف و تہجد وچاشت میں یہ حکم خلافِ دلیل ہے اس کے لیے ائمہ سے نقل درکار تھی اور وہ منتفی بلکہ نقل جانب نفی نفل ہے کما تقدم و باللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا اللہ تعالٰی کی توفیق سے، اور اللہ تعالٰی زیادہ جانتا ہے۔ ت)

(۸۸) ہر نماز موقت کہ بعد فوت جس کی قضا ہے جیسے نماز پنجگانہ وجمعہ ووتر جب طہارت آب سے وقت جاتا ہو تیمم سے وقت کے اندر پڑھ لے کہ قضا نہ ہوجائے پھر پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے۔

اقول اس میں یہ تفصیل ہونی چاہیے کہ مثلاً صبح اتنے تنگ وقت اٹھا کہ وضو کرے یا نہانے کی حاجت ہے اور غسل کرے تو سلام نماز سے پہلے سورج چمک آئے یا امام جمعہ پانی سے طہارت کرے تو سلام جمعہ سے پہلے وقت عصر آجائے یا مقتدی جماعت جمعہ میں قبل سلام شریک نہ ہوپائے اور دوسری جگہ بھی امام مقرر جمعہ کے پیچھے نماز نہ مل سکے یا محدث وضو خواہ جنب غسل کرے تو ظہر یا عصر یا مغرب یا عشا کا اتنا وقت نہ پائے کہ نیت باندھ لے یا فرض عشا پڑھ کر سو یا اُٹھا تو نہانے کی حاجت ہے یا وضو ہی کرنا ہے اور صبح میں اتنی مہلت نہیں کہ پانی سے طہارت کے بعد وتر کی نیت باندھ لے تو ان سب صورتوں میں یہ نمازیں تیمم سے پڑھ لے پھر غسل یا وضو کرکے دوبارہ بعد وقت پڑھے بالجملہ فجر وجمعہ میں سلام سے پہلے وقت نکل جانا یا مقتدی کا امام مقرر للجمعہ کے پیچھے جماعت نہ پانا معتبر ہونا چاہیے باقی نمازوں میں تکبیر تحریمہ وقت کے اندر نہ ملنے کا اعتبار چاہیے کہ فجر وجمعہ وعیدین سلام سے پہلے خروج وقت سے باطل ہوجاتی ہیں بخلاف باقی صلوات کہ ان میں وقت کے اندر تحریمہ بندھ جانا کافی ہے۔

ثم اقول اگر صورت یہ ہے کہ صبح میں پانی سے طہارت کرے تو صرف دو رکعتیں وقت میں پائے اور تیمم سے چاروں تو تیمم کی اجازت نہ ہوگی بلکہ پانی سے طہارت کرکے صرف فرض پڑھ لے سنتیں چاہے تو بعد بلندی آفتاب پڑھے یوں ہی باقی نمازوں میں اگر وقت اتنا ملتا ہے کہ پانی کی طہارت سے فرض وقت ہوجائیں گے ظہر کی سنت قبلیہ یا بعدیہ یا دونوں یا مغرب میں سنتیں یا عشا میں سنت ووتر نہ ملیں گے اور تیمم سے سب مل سکتے ہیں تو فرضوں ہی کا پلّہ راجح رہے گا طہارتِ آب سے فرض اور اس کے ساتھ اور جو کچھ مل سکے ادا کرلے سنتیں رہ گئیں تو

گئیں اور وتر رہ گئے تو ان کی قضا پڑھے غرض غیر فرض کی رعایت سے فرضوں کا تیمم سے ادا کرنا روا نہ ہوگا اگرچہ اُس غیر فرض کے لیے خوف فوت میں تیمم روا تھا ولعل کل ما ذکرت فی المقامین ظاھر جدا واللہ تعالٰی اعلم (توقع ہے کہ ان دونوں مقاموں پر جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے بہت ظاہر ہے واللہ تعالٰی اعلم ۔ت)

رسالہ ضمنیہ

اَلظَّفَر لقول زُفَر

وقت کی تنگی کے باعث جوازِ تیمم کے بارے میں امام زفر کے قول کی تقویت کا بیان (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

ثم اعلم ان جواز التیمم لخوف فوت الوقت قول الامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی علی خلاف مذھب ائمتنا الثلٰثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وقد وافقوہ فی روایۃ و شیدتہ فروع و اختارہ کبراء و قوی دلیلہ محققون و بیان ذلک فی جمل ۔

واضح ہو کہ امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب کے برخلاف وقت فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمم کو جائز کہتے ہیں ۔ ائمہ ثلاثہ سے ایک روایت مذہب امام زفر کے موافق بھی آئی ہے متعدد جزئیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ کچھ بزرگوں نے اسے اختیار بھی کیا ہے اور کئی محققین نے ان کی دلیل کو تقویت بھی دی ہے ۔ اس کا تفصیلی بیان جملہ کے عنوان سے چند جملوں میں رقم کیا جاتا ہے :

الجملۃ الاولٰی موافقۃ ائمتنا الثلٰثۃ لہ فی روایۃ قال الشامی ھو قول زفر وفی القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا بحر اھ ثم قال قد علمت من کلام القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا

جملہ اُولٰی ـــ ائمہ ثلاثہ کی موافقت

ہمارے تینوں ائمہ کی ایک روایت مذہب امام زفر کے موافق آئی ہے اس سے متعلق علامہ شامی لکھتے ہیں : "یہ امام زفر کا قول ہے اور قنیہ میں ہے کہ ہمارے مشایخ سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے ۔ بحر " اھ ـــ پھر شامی فرماتے ہیں : اس سے پہلے قنیہ کی عبارت سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ

الثلثة رضی الله تعالٰی عنہم[1] اھ۔

ہمارے تینوں مشایخ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ایک روایت ہے"۔ اھ۔(ت)

اقول رحمہ الله تعالٰی قد ابعد النجعۃ واتی بغیر صریح فان لفظ البحر عند قولہ لالفوت جمعۃ قد قدمنا عن القنیۃ ان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا[2] اھ والذی قدم عند قولہ لبعدہ میلا بعد ذکر فرع الکلۃ الاٰتی لایخفی ان ھذا مناسب لقول زفر لالقول ائمتنا فانہم لایعتبرون خوف الفوت وانما العبرۃ للبعد کما قدمناہ کذا فی شرح منیۃ المصلی لکن ظفرت بان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا ذکرھا فی القنیۃ فی مسائل من ابتلی ببلیتین[3] اھ

اقول: خدا اپنی رحمت سے علامہ کو نوازے۔ تلاش مطلوب میں بہت دُور نکل گئے اور نقل وہ پیش کی جو صریح نہیں۔ اس لیے کہ لالفوت الجمعۃ (فوتِ جمعہ کے اندیشہ سے جوازِ تیمم نہیں) کے تحت بحر کے الفاظ یہ ہیں: "ہم قنیہ کے حوالے سے پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے جوازِ تیمم ہمارے مشایخ کی ایک روایت ہے"۔ اھ اور اس سے پہلے جو ذکر کیا ہے وہ ان کی درج ذیل عبارت ہے جو لبعدہ میلا کے تحت کلّۃ (مچھر دانی یا اسی قسم کا خیمہ) سے متعلق آنے والے جزئیہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھی ہے: "پوشیدہ نہ رہے کہ یہ مسئلہ قول امام زفر سے مناسبت رکھتا ہے ہمارے ائمہ کے قول سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک فوت وقت کے اندیشہ کا اعتبار نہیں۔ صرف دُوری کا اعتبار ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ منیۃ المصلی کی شرح میں بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن مجھے یہ بیان بھی ملا کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے جوازِ تیمم ہمارے مشایخ سے بھی ایک روایت میں آیا ہے۔ اسے قنیہ میں دو مصیبتوں میں مبتلا ہونے والے سے متعلق مسائل کے تحت بیان کیا ہے"۔ اھ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰
[2] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹
[3] ایضاً ۱/۱۴۰

فالمعروف اطلاق مشايخنا على من بعد الائمة رضى الله تعالٰى عنهم نعم قد يستفاد من هذا الاستدراك ان مراده بمشايخنا الائمة الثلثة والاوضح سندا والاجل معتمدا ما فى الحلية والغنية عن المجتبى عن الامام شمس الائمة الحلوانى المسافر[1] اذا لم يجد مكانا طاهرا بان كان على الارض نجاسات وابتلت بالمطر واختلطت فان قدر على ان يسرع المشى حتى يجد مكانا طاهرا للصلاة قبل خروج الوقت فعل والا يصلى بالايماء ولا يعيد ثم قال الحلوانى اعتبر ههنا خروج الوقت لجواز الايماء ولم يعتبره لجواز التيمم ثمه وزفر سوى بينهما وقد قال مشايخنا فى التيمم انه يعتبر الوقت ايضا والرواية[2] فى هذا رواية له اذ لا فرق بينهما والرواية فى فصل التيمم رواية فى هذا ايضا قال الحلوانى فاذا فى المسألتين جميعا روايتان[1] اھ۔

یہ صریح اس لیے نہیں کہ معروف یہ ہے کہ مشایخ کا لفظ ان حضرات کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد آئے ہیں ـــــ ہاں ان کے اس استدراک (لیکن مجھے یہ بیان بھی ملا الخ) سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ "ہمارے مشایخ" کے لفظ سے وہ ائمہ ثلاثہ کو مراد لے رہے ہیں۔ سند کے لحاظ سے زیادہ واضح اور اعتماد کے لحاظ سے زیادہ جلیل القدر عبارت وہ ہے جو حلیہ اور غنیہ میں مجتبی سے، اور اس میں امام شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے: "مسافر کو جب پاک جگہ نہ ملے اس طرح کہ زمین پر نجاستیں پڑی ہوئی تھیں اور زمین بارش سے بھیگ کر نجاستوں سے آلودہ ہوگئی ـــــ تو اگر وہ یہ کرسکتا ہو کہ تیز چل کر ایسی جگہ پہنچ جائے جہاں وقت نکلنے سے پہلے اسے نماز پڑھنے کے لیے کوئی پاک جگہ مل جائیگی تو ایسا ہی کرے ورنہ اشارے سے نماز ادا کرلے اور اس کا اعادہ اس کے ذمہ نہیں" ـــــ پھر حلوانی فرماتے ہیں، جوازِ اشارہ کے لیے یہاں خروجِ وقت کا اعتبار فرمایا ہے اور وہاں جوازِ تیمم کے لیے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ اور امام زفر نے دونوں جگہ برابری رکھی۔ اور ہمارے مشایخ نے تیمم کے بارے میں فرمایا ہے کہ وقت کا بھی اعتبار ہوگا ـــــ اور اس (مسئلہ مسافر) میں روایت کا ہونا اس (مسئلہ تیمم) میں بھی روایت ہونا ہے کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور مسئلہ تیمم میں روایت کا ہونا اس (مسئلہ مسافر) میں بھی روایت ہونا ہے۔ حلوانی فرماتے ہیں، تو دونوں ہی مسئلوں میں دو دو روایتیں ہوں گی"۔ اھ (ت)

[1] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۳

اقول الضمير فی قوله اعتبر ههنا ولم يعتبر ثم لمحمد ومسألة المسافر قول ائمتنا فالرواية عنهم فيها رواية عنهم فی التيمم انه يجوز لخوف فوت الوقت ومسألة التيمم انه لا يجوز لحفظ الوقت ايضا قولهم فالرواية فيها رواية فی مسألة المسافر انه يمشی حتی يخرج من ذلك المكان ولا يصلی ثمه وان خرج الوقت فاذن لهم فی كلتا المسألتين قولان غيران مسألة المسافر اشتهرت بحكم الاجازة ومسألة التيمم بحكم المنع فهذا اقوی ما يوجد من تقوية قول زفر بموافقة ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم۔

اقول: ان کی عبارت اعتبر ھھنا، ولم یعتبر ثم (یہاں اعتبار فرمایا اور وہاں اعتبار نہ کیا) میں ضمیر امام محمد کے لیے ہے۔ اور مسئلہ مسافر ہمارے ائمہ کا قول ہے تو اس مسئلہ میں ان سے روایت ہونا تیمم کے بارے میں بھی ان سے یہ روایت ہونا ہے کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے بھی جائز ہے۔ اور مسئلہ تیمم کہ حفظِ وقت کے پیشِ نظر تیمم جائز نہیں یہ بھی ہمارے ائمہ کا قول ہے تو اس میں روایت ہونا مسئلہ مسافر میں بھی یہ روایت ہونا کہ وہ اس جگہ سے چل کر نکل جائے اور وہاں نماز نہ پڑھے اگرچہ وقت جاتا رہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ دونوں ہی مسئلوں میں ان کے دو قول ہیں، یہ بات الگ ہے کہ مسئلہ مسافر حکم اجازت سے مشہور ہوگیا اور مسئلہ تیمم حکم ممانعت سے شہرت پاگیا۔ ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی موافقت سے امام زفر کے قول کی تقویت پر دستیاب ہونے والی یہ سب سے زیادہ قوی سند ہے۔

الجملة الثانية فروع التشييد واختيار الكبراء قال فی الحلية فی بيان قول زفر قد نقل الزاهدی فی شرحه هذا الحكم عن الليث بن سعد وقد ذكر ابن خلكان انه رأی فی بعض المجاميع ان الليث كان حنفی المذهب واعتمد هذا صاحب الجواهر المضيئة فی طبقات الحنفية فذكره فيها منهم اھ

جملہ ثانیہ۔ تائیدی جزئیات اور بزرگوں کے قولِ امامِ زفر اختیار کرنے سے متعلق ہے۔ حلیہ میں قول امام زفر کے بیان میں ہے: "زاہدی نے اپنی شرح میں یہ حکم امام لیث بن سعد سے نقل کیا ہے۔ ابن خلکان نے ذکر کیا ہے کہ بعض تالیفات میں انہوں نے یہ دیکھا کہ امام لیث حنفی المذہب تھے صاحب الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی کتاب میں امام لیث کا بھی ذکر کیا اھ"

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

قال الشامی ثم رأیتہ منقولا عن ابی نصر بن سلام وھو من کبار الائمۃ الحنفیۃ قطعا[1] اھ۔

شامی فرماتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ یہ قول ابونصر بن سلام سے بھی منقول ہے جو بلاشبہ کبار ائمہ حنفیہ میں ہیں" اھ (ت)

اقول وفی جامع الرموز التقیید بالمیل یدل علی ان فی الاقل لم یتیمم وان خاف خروج الوقت کما فی الارشاد لکن فی النوازل انہ یتیمم حینئذ[2] اھ بل فی الخلاصۃ لو لم یعلم ان بینہ وبین الماء میلا او اقل او اکثر ولکن خرج لیحتطب ولم یجد الماء ان کان بحال لو ذھب الی الماء خرج الوقت تیمم فی اٰخر الوقت ھکذا فی النوازل[3] اھ۔

اقول ، جامع الرموز میں ہے: "میل کی قید یہ بتاتی ہے کہ اس سے کم دوری ہو تو تیمم کی اجازت نہیں اگرچہ وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو، جیسا کہ ارشاد میں ہے ۔۔ لیکن نوازل میں ہے کہ ایسے وقت میں تیمم کرلے" اھ۔ بلکہ خلاصہ میں ہے کہ "اگر یہ پتا نہ ہو کہ اس کے اور پانی کے مابین ایک میل کا فاصلہ ہے یا کم و بیش ہے لیکن (جنگل سے) لکڑی لانے کے لیے نکلا اور اسے پانی نہ ملا اگر ایسی حالت ہو کہ پانی تک جائے تو وقت نکل جائیگا تو وہ آخر وقت میں تیمم کرلے۔ ایسا ہی نوازل میں ہے" اھ (ت)

وفی الحلیۃ اطلق الفقیہ ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ جواز التیمم اذا کان بینہ وبین الماء مسافۃ لا یقطعھا فی وقت الصلاۃ[4] اھ وفیھا عن المجتبی والقنیۃ وفی الھندیۃ عن الزاھدی والکفایۃ کلھا عن جمع العلوم لہ التیمم فی کلۃ لخوف البق او مطر او حر شدید[5] اھ

اور حلیہ میں ہے: "فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں اس صورت میں تیمم کو مطلقاً جائز کہا ہے جب اس کے اور پانی کے مابین اتنی مسافت ہو جسے وقتِ نماز کے اندر طے نہیں کرسکتا" اھ اور حلیہ میں بحوالہ مجتبیٰ و قنیہ ۔۔ اور ہندیہ میں بحوالہ زاہدی و کفایہ اور ان سب میں بحوالہ جمع العلوم یہ ہے: "مچھر یا بارش یا سخت گرمی کا اندیشہ ہو تو کلہ (مچھر دانی جیسے چھوٹے

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰
[2] جامع الرموز فصل فی التیمم مطبعۃ الاسلامیہ ایران ۱/۶۵
[3] خلاصۃ الفتاوی الفصل الخامس فی التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱
[4] حلیہ
[5] فتاوی ہندیۃ الفصل الاول من التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸

وفیہا و فی البحر عن المبتغی بالغین من کان فی کلۃ جاز تیممہ لخوف البق او مطرا و حر شدید ان خاف فوت الوقت اھ[1] وفیہا عن القنیۃ عن نجم الائمۃ البخاری لو کان فی سطح لیلا وفی بیتہ ماء لکنہ یخاف الظلمۃ ان دخل البیت لایتیمم اذا لم یخف فوت الوقت قال وفیہ اشارۃ الی انہ اذا خاف الوقت تیمم اھ[2]۔

وفی البحر عنہا اعنی القنیۃ بلفظ تیمم ان خاف فوت الوقت اھ[3] ولم یعزہ لنجم الائمۃ بل جعلہ تفریعا علی الروایۃ عن مشایخنا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

قال فی الحلیۃ بعد ایرادہا ھذا کلہ فیما یظہر تفریع علی مذہب زفر فانہ لاعبرۃ عندہ للبعد بل للوقت بقاء وخروجا قال ولعل ھذا من قول ھؤلاء المشایخ اختیار لقول زفر فان الحجۃ لہ علی ذلک قویۃ[4] اھ

خیمہ) میں تیمم کرسکتا ہے"۔ اھ حلیہ اور بحر میں مبتغی (غین سے) کے حوالہ سے ہے: "جو کسی مچھر دانی جیسے محفوظ چھوٹے خیمہ میں ہو تو مچھر یا بارش۔ یا سخت گرمی کے اندیشہ سے اس کے لیے تیمم جائز ہے اگر وقت نکل جانے کا خطرہ ہو"۔ اھ اور حلیہ میں بحوالہ قنیہ نجم الائمہ بخاری سے نقل ہے: "اگر رات کو چھت پر ہو اور گھر کے اندر پانی ہے لیکن گھر کے اندر داخل ہوتا ہے تو تاریکی کا خطرہ درپیش ہے ایسی صورت میں اگر وقت نکلنے کا اندیشہ نہ ہو تو تیمم نہ کرے ___ فرمایا: اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ اگر وقت نکلنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرلے اھ

بحرالرائق میں قنیہ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل ہیں "اگر وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرلے" اھ۔ بحر نے اسے نجم الائمہ کی طرف منسوب نہ کیا بلکہ اسے مشایخ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کی روایت پر تفریع قرار دیا۔

حلیہ میں عبارات بالا نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے: "بظاہر یہ سب امام زفر کے مذہب پر تفریع ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک دوری کا اعتبار نہیں بلکہ وقت باقی رہنے اور نکل جانے کا اعتبار ہے" ___ فرمایا ___ شاید ان مشایخ کے یہ اقوال اس بنیاد پر ہیں کہ انہوں نے امام زفر کا قول اختیار کیا ہے کیونکہ اس مسئلہ سے متعلق امام زفر کی دلیل قوی ہے اھ۔

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰
[2] حلیہ
[3] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹
[4] حلیہ

بل قد ذكر الشامی ان الفتوی فی هذا علی قول زفر وانه احد المواضع العشرین التی یفتی فیها بقوله ذکرها فی باب النفقة کتاب الطلاق ونظمها نظما حسنا قال فیه وبعد فلا یفتی بما قاله زفر سوی صور عشرین تقسیمها انجلی لمن خاف فوت الوقت ساغ تیمم ولکن لیحتط بالاعادة غاسلا[1]۔

بلکہ علامہ شامی نے تو یہ ذکر کیا ہے کہ اس بارے میں فتوٰی امام زفر کے قول پر ہے اور یہ ان بیس مقامات[1] میں سے ایک ہے جن میں امام زفر کے قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے، کتاب الطلاق باب النفقہ میں ذکر کیا ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے نظم کیا ہے۔ نظم میں یہ ہے (حمد وصلوٰۃ کے بعد) امام زفر کے قول پر فتوی نہ دیا جائیگا مگر صرف بیس صورتوں میں جن کی تقسیم روشن ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اس کے لیے جسے وقت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تیمم جائز ہے لیکن احتیاطاً پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے"۔

الجملة الثالثة تقویة دلیله

جملۂ ثالثہ ــ دلیل امام زفر کی تقویت

ویستدل له بوجوه:

اولها ما قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر له ان التیمم لم یشرع الا لتحصیل الصلاة فی وقتها فلم یلزمه قولهم ان الفوات الی خلف کلا فوات[2] اھ

اس پر چند طرح استدلال کیا جاتا ہے:

دلیل اول: محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا ہے: امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ تیمم اسی لیے تو مشروع ہوا ہے کہ نماز کی ادائیگی وقت کے اندر کی جاسکے۔ لہذا اس جواب سے ان پر الزام نہیں آتا کہ "نماز کا نائب کی جانب فوت ہونا، فوت نہ ہونے کی طرح ہے۔

واجیب عنه اولا کما ابدی البحران جوازه للمسافر بالنص لا لخوف الفوت بل لاجل ان لا تتضاعف علیه الفوائت ویحرج

جواب ــ اولاً: جیسا کہ بحر نے اظہار کیا: "مسافر کے لیے" نص سے" تیمم کا جواز فوتِ وقت کے اندیشہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے ذمہ فوت شدہ نمازیں زیادہ نہ ہوں اور قضائیں

---

[1] رد المحتار باب النفقة مصطفی البابی مصر ۲/۶۲۹

[2] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۳

فی القضاء[1]۔

اسے زحمت نہ ہو" اھ

اقول (۱) لافائدۃ لقولہ جوازہ بالنص فان النص لیس تعبدیا کما یفیدہ اٰخر کلامہ ولوکان کذالم یجیزوہ لصلاۃ الجنازۃ والعید فان النص انما ورد فی المریض والمسافر۔

اقول: نص سے "جواز کہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے کہ نص تعبدی نہیں (بلکہ قیاسی اور معلّل ہے) جیسا کہ ان کی آخری عبارت سے خود ہی مستفاد ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو نماز جنازہ اور نماز عید کیلئے بھی تیمم جائز نہ کہتے کیونکہ نص تو صرف مریض اور مسافر کے بارے میں آئی ہے۔

اما التعلیل **فاقول** (۲) اما تجیزونہ لبعد الماء میلا ولو فی جھۃ مسیرہ فانی فیہ تضاعف الفوائت (۳) **وایضا** خوف التضاعف انکان ففی الاسفار البعیدۃ ولیس السفر فی الکریمۃ سفر القصر بل یشمل من خرج من المصر ولو لاحتطاب اواحتشاش اوطلب دابۃ کما افادہ فی الخانیۃ والمنیۃ وقال فی الھدایۃ والعنایۃ جواز التیمم لمن کان خارج المصر وان لم یکن مسافرا اذا کان بینہ وبین الماء میل[2] اھ

اب انہوں نے جو علتِ جواز بیان کی ہے اس پر کلام کیا جاتا ہے۔ **فاقول** کیا آپ حضرات اس کے قائل نہیں ہیں کہ پانی ایک میل کی دُوری پر ہو تو تیمم جائز ہے؟ اگرچہ پانی اس کی سمتِ سیری میں ہو۔ اس میں فوت شدہ نمازوں کی زیادتی کہاں ہے؟ یہ بات بھی ہے کہ اگر زیادتیِ فوائت کا اندیشہ ہے تو دور دراز سفروں میں ہے مگر آیت کریمہ میں جو سفر مذکور ہے اس سے خاص سفرِ قصر مراد نہیں بلکہ یہ حکم ہر اس شخص کو شامل ہے جو شہر سے باہر ہو اگرچہ لکڑی کاٹنے، یا گھاس لانے، یا سواری کا جانور ڈھونڈنے ہی کے لیے نکلا ہو، جیسا کہ خانیہ اور منیہ میں افادہ فرمایا ہے۔ اور ہدایہ وعنایہ میں ہے: "تیمم کا جواز ہر اس شخص کے لیے ہے جو شہر کے باہر ہو اگرچہ مسافر نہ ہو بشرطیکہ اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو" اھ

وقد نقلتم عن الخانیۃ

خود آپ ہی نے خانیہ سے یہ عبارت نقل کی ہے

[1] البحرالرائق باب التیمم قول لالفوت الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

[2] العنایۃ مع الفتح باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۷

ان قلیل السفر وکثیرہ سواء فی التیمم والصلاۃ علی الدابۃ خارج المصر انما الفرق بین القلیل والکثیر فی ثلثۃ فی قصر الصلوۃ والافطار ومسح الخفین[1] اھ واذا ثبت ذلک ثبت ان لیس تشریعہ الا لاحراز الوقت۔

کہ "بیرونِ شہر تیمم اور سواری پر ادائے نماز کے معاملہ میں قلیل وکثیر سفر سب برابر ہیں۔ قلیل وکثیر کے درمیان فرق صرف تین مسائل میں ہے: (i) نماز میں قصر کرنا (ii) روزہ قضا کرنا (iii) موزوں پر مسح کی مدت کم وبیش ہونا" اھ۔ جب یہ ثابت ہے تو یہ بھی ثابت ہے کہ تیمم کی مشروعیت تحفظِ وقت ہی کے لیے ہوئی ہے۔

وثانیا التقصیر جاء من قبلہ فلا یوجب الترخیص علیہ[2] اھ فتح۔

ثانیاً: تقصیر وکوتاہی خود اس کی جانب سے ہوئی تو یہ اس کے لیے موجبِ رخصت نہ ہوسکے گی اھ۔ فتح القدیر۔

اقول تقریرہ سلمنا ان التیمم لحفظ الوقت لکن انما یستحقہ من لیس ضیق الوقت من قبلہ کمن خاف عدوا او مرضا فانہ ان ینتظر یذھب الوقت من دون تفریط منہ فرخص لہ الشرع فی التیمم کیلا یفوتہ الوقت اما ھذا فقد قصر واخر بنفسہ حتی ضاق الوقت عن الطہارۃ والصلاۃ فلا یستحق الترفیہ بالترخیص۔

اقول: اس جواب کی تقریر اس طرح ہوگی، ___ ہمیں تسلیم ہے کہ تیمم وقت کے تحفظ کی خاطر ہے لیکن جو ایسا ہو کہ وقت کی تنگی خود اس کی طرف سے نہ پیدا ہوئی وہی اس کی رخصت کا مستحق ہوگا مثلاً وہ شخص جسے کسی دشمن یا مرض کا خطرہ ہو کہ وہ اگر انتظار کرتا ہے تو وقت نکل جائے گا اور خود اس کی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں تو اس کے لیے شریعت نے تیمم کی رخصت دی ہے تاکہ وقت فوت نہ ہو لیکن اِس شخص نے تو کوتاہی کی ہے اور خود ہی نماز یہاں تک مؤخر کر دی کہ وقت میں طہارت اور نماز کی گنجائش نہ رہی تو ایسا شخص رخصت کی آسائش پانے کا حقدار نہیں۔

اوردہ فی الفتح بانہ انما یتم اذا

فتح القدیر میں اس جواب کو ان الفاظ سے رَد کر دیا ہے کہ: "یہ جواب اسی وقت تام ہوگا جب

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۲۶/۱

[2] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱۲۳/۱

اخرلا لعذر اھ[1]۔

اس نے بغیر کسی عذر کے نماز مؤخر کر دی ہو۔" اھ

اقول ای معان الحکم عام عند الفریقین وکیف یقال جاء التقصیر من قبلہ فیمن نام فما استیقظ الا وقد ضاق الوقت عن الطھارۃ بالماء واداء الفرض وھذا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ[2] رواہ مسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وکذا من نسی صلاۃ ولم یتذکرا الا عند ضیق الوقت وقد رفع عن امتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخطاء والنسیان[3] فلا تقصیر من ناس۔

اقول: مقصد یہ ہے کہ حکم تو (بلا عذر تاخیر کرنے والے اور عذر کی وجہ سے تاخیر کرنے والے) دونوں ہی کے لیے فریقین کے نزدیک عام ہے (جس کے یہاں جواز ہے تو دونوں کے لیے، جس کے یہاں عدمِ جواز ہے تو دونوں کے لیے) اب وہ شخص جو سوگیا بیدار ہُوا تو ایسے ہی وقت کہ پانی سے طہارت اور ادائے فرض کی گنجائش نہیں اس کے بارے میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ خود اسی کی جانب سے کوتاہی ہوئی جب کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمارہے ہیں: "نیند (کی صورت) میں کوتاہی نہیں کوتاہی تو بیداری (کی صورت) میں ہے۔" یہ حدیث امام مسلم نے ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ ایسے ہی وہ شخص جسے نماز کا خیال نہ رہا یاد آئی تو وقت تنگ ہوچکا ہے۔ خطا ونسیان تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمّت سے اٹھالیا گیا ہے تو نسیان والے کی جانب سے بھی کوتاہی نہیں۔

بل **اقول ثانیاً** الرخص[2] الالٰھیۃ مباحۃ عندنا للمطیع والعاصی فمن سافر لمعصیۃ حل لہ الفطر

بلکہ **اقول ثانیاً** (دوسرے نمبر پر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ خدا کی دی ہوئی رخصتیں ہمارے نزدیک مطیع وعاصی دونوں ہی کے لیے عام ہیں۔ جو کسی معصیت کے لیے سفر کر رہا ہے اس کے لیے بھی روزہ

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۳

[2] سنن ابی ابوداؤد باب فیمن نام عن صلوٰۃ مطبع مجتبائی لاہور ۱/۶۴

[3] سنن ابن ماجہ طلاق المکرہ والناسی " " " ص ۱۴۸

بل وجب علیه القصر ومن اجنب بالزنا والعیاذ باللّٰه تعالٰی ولم یجد ماء جاز له التیمم بل افترض علیه۔

سفر رکھنا جائز ہے بلکہ اس کے ذمہ نماز قصر کرنا واجب ہے ۔۔۔ اور جیسے زنا کی وجہ سے ۔۔ والعیاذ باللہ تعالٰی ۔۔۔ جنابت ہوئی اور پانی نہ پاسکا اس کے لیے بھی تیمم جائز بلکہ فرض ہے۔

ثم رأیت تلمیذه المحقق الحلبی فی الحلیة نقل کلامه وایده وبحث فی التأخیر بلا عذر بعین مابحثت وللّٰه الحمد قال لکن المذهب ان المطیع والعاصی فی الرخص سواء[1] اھ۔

پھر میں نے دیکھا کہ امام ابن الہمام کے شاگرد محقق حلبی نے حلیہ میں ان کی عبارت نقل کرکے اس کی تائید کی ہے ۔۔ اور "تاخیر بلا عذر" سے متعلق بعینہ یہی بحث کی ہے جو میں نے کی ۔۔ وللہ الحمد ۔۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: "لیکن مذہب یہ ہے کہ رخصتوں کے معاملہ میں مطیع وعاصی یکساں ہیں" اھ

وافاد فائدة اخری فقال لو قیل تأخیرہ الی هذا الحد عن رجاء من قبل غیر صاحب الحق لقیل فینبغی ان یقال یتیمم ویصلی ثم یعید بالوضوء کمن لم یقدر علی الوضوء من قبل العباد[2] اھ

بلکہ انہوں نے ایک اور افادہ فرمایا ہے، لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ اس حد تک تاخیر ایسا عذر ہے جو غیر صاحب حق کی جانب سے رُونما ہوا۔ تو اس کے جواب میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے، پھر وضو کرکے اعادہ کرے جیسے وہ شخص جو بندوں کی جانب سے پیدا ہونے والے کسی عذر کی وجہ سے وضو پر قادر نہ ہو۔ اھ (ت)

اقول هذا الامر لا دخل له فی البحث من قبل احد من الفریقین فلیس لاحدهما ان یبدئ به او یعید اما ائمتنا فلانهم لایقولون بالتیمم واما زفر فلانه لا یقول بالاعادة بل کان حقه ان یقرر هکذا

میں کہتا ہوں فریقین میں سے کسی جانب سے بحث میں اِس کلام کا کوئی دخل نہیں، اس لیے یہ کسی کا قول نہیں کہ پہلے تیمم کرلے، پھر پانی سے اعادہ کرے۔ ہمارے ائمہ کے نزدیک اس لیے کہ وہ یہاں جوازِ تیمم کے قائل ہی نہیں اور امام زفر کے نزدیک اس لیے کہ وہ اعادہ کے قائل نہیں۔ اس مقصد کی

---

[1] حلیہ

[2] حلیہ

لیکون **مثلثًا** لما فی الفتح ان غایتہ ما قلتم ان التقصیر من قبلہ ان تأمروہ بالتیمم ثم الاعادۃ کما ھو حکم کل عذر جاء من قبل العباد لا ان تحجروا علیہ التیمم رأسا۔

تقریر اس طرح ہونی چاہئے تاکہ فتح کی عبارت سے متعلق یہ **تغییر الکلام** ہوجائے کہ آپ نے جو فرمایا کہ کوتاہی خود اس کی جانب سے ہُوئی تو اس پر زیادہ سے زیادہ یہ ہونا چاہئے کہ آپ حکم یہ دیں کہ وہ تیمم کرلے پھر اعادہ کرے جیسا کہ یہ ہر اُس عذر کا حکم ہے جو بندوں کی جانب سے رُونما ہوا ہو ۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اسے آپ تیمم سے بالکل ہی روک دیں ۔ (ت)

وثانیھا ھذہ صلٰوۃ الخوف ماشرعت الا لحفظ الوقت۔

دلیل دوم: یہ نماز خوف ہے جس کی مشروعیت تحفظِ وقت کے لیے ہی ہُوئی ہے ۔

واجاب عنہ فی البحر بان صلاۃ الخوف للخوف دون خوف الفوت[1] اھ۔

اس کا جواب بحر میں یہ دیا ہے کہ: "نمازِ خوف تو خوف کی وجہ سے ہے، فوتِ وقت کے اندیشہ سے نہیں ہے"۔ اھ

اقول سبحٰن اللہ ما کان الخوف لیوجب الاتیان بھا فی الوقت مع ارتکاب المنافی بل کانوا بسبیل من تاخیرھا الی ان یطمئنوا کما قلتم فی بحرکم فی عدۃ فروع ؛

اقول: سبحان اللہ۔ خوف کی حیثیت اتنی بڑھی ہُوئی نہیں کہ منافی نماز کے ارتکاب کے ساتھ وقت کے اندر نماز کی ادائیگی لازم کرے بلکہ ان کےلیے امن واطمینان ہونے تک تاخیر کی گنجائش تھی جیسا کہ بحر کے اندر متعدد جزئیات میں خود آپ ہی اس کے قائل ہیں۔ چند جزئیات درج ذیل ہیں :

منھا ان دحم جمع علی بئر لایمکن الاستقاء منھا الا بالمناوبۃ لضیق الموقف او لاتحاد اٰلۃ الاستقاء ونحو ذلک وعلم انھا لاتصیر الیہ الا بعد خروج الوقت یصبر عندنا لیتوضأ بعد الوقت وعند زفر

جزئیہ ۱: کسی کنویں پر ایک ہجوم جمع ہے اور باری باری پانی نکالنے کے سوا کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ کھڑے ہونے کی جگہ تنگ ہے یا ڈول رسّی ایک ہی ہے یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل جائیگا تو ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

یتیمم[1]

ومنہا[2] جمع من العراۃ لیس معھم الاثوب یتناوبونہ وعلموا ان النوبۃ لاتصل الیہ الابعد الوقت فانہ یصبر ولایصلی عاریا[2]۔

ومنہا[3] اجتمعوا فی سفینۃ او بیت ضیق ولیس ھناك موضع یسع ان یصلی قائما لایصلی قاعدا بل یصبر ویصلی قائما بعد الوقت[3]۔

ومنہا[4] معہ ثوب نجس وماء لغسلہ ولکن لوغسل خرج الوقت لزم غسلہ وان خرج[4]۔

ومنہا[5] کذا لوکان مریضا عاجزا عن القیام[6] او استعمال الماء فی الوقت ویغلب علی ظنہ القدرۃ بعدہ[5] اھ ای یؤخر ولایصلی فی الوقت۔

ومنہا وعدہ صاحبہ ان

انتظار کرے تاکہ وقت کے بعد وضو کرسکے' اور امام زفر کے نزدیک یہ حکم ہے کہ تیمم کرلے۔

جزئیہ ۲: چند آدمی برہنہ ہیں جن کے پاس (ستر عورت کے قابل) ایک ہی کپڑا ہے جسے باری باری باندھ کر نماز ادا کرتے ہیں، ان میں سے کسی کو معلوم ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل جائے گا تو وہ انتظار کرے اور برہنہ نماز نہ پڑھے۔

جزئیہ ۳: کسی کشتی یا تنگ کوٹھڑی میں لوگ جمع ہیں جہاں اتنی جگہ نہیں کہ کھڑے ہوکر نماز ادا کرے تو وہ بیٹھ کر نہ پڑھے بلکہ انتظار کرے اور وقت گزر جانے کے بعد کھڑے ہوکر نماز ادا کرے۔

جزئیہ ۴: کسی کے پاس ایک ناپاک کپڑا ہے اور اس کے دھونے کے لیے پانی بھی موجود ہے لیکن اگر کپڑا دھونے میں لگتا ہے تو نماز کا وقت نکل جائیگا اس پر لازم ہے کہ کپڑا دھوئے (اور پاک کپڑے سے ہی نماز ادا کرے) اگرچہ وقت نکل جائے۔

جزئیہ ۵-۶: کوئی ایسا مریض ہے جو بروقت کھڑا ہونے پر قادر نہیں، یا ایسا بیمار ہے کہ ابھی وقتِ نماز میں پانی نہیں استعمال کرسکتا اور ظن غالب ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد کھڑے ہونے یا پانی استعمال کرنے پر قدرت ہوجائیگی، تو وہ حصولِ قدرت تک نماز مؤخر کرے اور وقت کے اندر (بلاقیام یا تیمم سے) نماز نہ پڑھے۔

جزئیہ ۷: کسی سے اس کے ساتھی نے

---

[1] تا [5] البحرالرائق باب التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

يطيعه الاناء فرع عليه محمد انه ينتظر وان خرج الوقت لان الظاهر الوفاء بالعهد فكان قادرا على الاستعمال ظاهرا۔[1]

برتن دینے کا وعدہ کیا۔ اس پر امام محمد نے یہ تفریع کی ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے اس لیے کہ ظاہر یہی ہے کہ وُہ وعدہ وفا کرے گا تو ظاہراً وہ استعمال پر قادر ہے۔

ومنها کذا اذا وعد الکاسی العاری ان یعطیه الثوب اذا فرغ من صلاته لم تجزه الصلاة عریانا لما قلنا[2] نقلتم هذین عن البدائع والبواقی عن التوشیح ولکن المولی سبحنه وتعالی لم یرض لهم بتفویتها عن وقتها وشرع لهم صلاة الخوف فما کان الا لحفظ الوقت۔

جزئیہ ۸: اسی طرح کپڑے والے نے برہنہ سے وعدہ کیا کہ میں نماز سے فارغ ہوکر تجھے کپڑا دے دوں گا تو اسے برہنہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔ وجہ وہی ہے جو اوپر بیان ہُوئی۔ جزئیہ (۷، ۸) آپ نے بدائع سے نقل کیا، باقی توشیح سے۔ (ان جزئیات کی روشنی میں خوف والوں کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے تھا کہ وہ زوالِ خوف کا انتظار کریں اگرچہ وقت نکل جائے) لیکن مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے لیے نماز فوت کرنا پسند نہ کیا اور نمازِ خوف مشروع فرمائی تو یہ نماز تحفظِ وقت ہی کے لیے تو ہُوئی۔ (ت)

ثم اقول الفرعان الاخیران عن محمد والیه عزاهما فی البدائع[عه] والحکم فیهما عند امامنا رضی الله تعالی

دلیل ۳-۴ ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں) آخری دونوں جزئیے امام محمد سے منقول ہیں اور بدائع میں ان ہی کی طرف انہیں منسوب کیا ہے ہمارے امام اعظم

[عه] قال فی الخانیة مع رفیقه دلو مملوك رفیقه قال انتظر حتی استقی الماء ثم ادفعه الیك فالمستحب له ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان تیمم ولم ینتظر جاز وکذا

خانیہ میں ہے: "کسی مسافر کے ہم سفر کے پاس اسی ہم سفر کا مملوکہ ڈول ہے اس نے مسافر سے کہا تم انتظار کرو میں پانی نکال لوں تو تمہیں ڈول دوں گا۔ تو مسافر کے لیے آخر وقت تک انتظار کرلینا مستحب ہے۔ اگر اس نے بلا انتظار تیمم کرلیا تو جائز ہے۔ اسی طرح

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

[2] البحرالرائق آخر قول لا لفوت الجمعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

عنه انه یصلی فی الوقت متیمما او عاریا لان القدرة علی ماسوی الماء لاتثبت عنده بالاباحة کما سیأتی۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک دونوں مسئلوں میں حکم یہ ہے کہ وُہ وقت کے اندر تیمم سے یا برہنہ نماز پڑھ لے اس لیے کہ ان کے نزدیک پانی کے علاوہ چیزوں پر اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آرہا ہے۔

اقول وھذا ایضا من مؤیدات مذھب زفر اذلولا حفظ الوقت لأمر بالتاخیر لاسیما

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے بھی امام زفر کے مذہب کی تائید ہوتی ہے اس لیے کہ اگر تحفظِ وقت ملحوظ نہ ہوتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لوکان عریانا ومع رفیقه ثوب فقال له انتظر حتی اصلی ثم ادفعه الیك یستحب له ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان لم ینتظر وصلی عریانا جاز فی قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه ولوکان مع رفیقه ماء یکفی لهما فقال انتظر حتی افرغ من الصلاة ثم ادفعه الیك لزمه ان ینتظر وان خاف خروج الوقت ولو تیمم ولم ینتظر لایجوز فالاصل عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه ان فی المملوك لاتثبت القدرة بالبذل والاباحة وفی الماء تثبت القدرة بالاباحة[1] اھ **اقول** والجملة الثانیة محل الاستثناء من الاولٰی لان الکلام فی ماء مملوك واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

اگر برہنہ ہے اور اس کے رفیق کے پاس ایک کپڑا ہے اس نے کہا انتظار کرو میں نماز پڑھ کر تمہیں دُوں گا، تو اس کے لیے آخر وقت تک انتظار کرلینا مستحب ہے۔ اگر انتظار نہ کیا اور برہنہ نماز پڑھ لی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر یہ جائز ہے۔ اور اگر رفیقِ سفر کے پاس اتنا پانی تھا جو دونوں کو کافی ہوتا اس نے کہا انتظار کرو میں نماز سے فارغ ہوجاؤں تو تمہیں پانی دُوں گا، اس صورت میں اس پر انتظار کرنا لازم ہے اگرچہ وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو۔ اگر بلا انتظار تیمم کرلیا تو جائز نہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اصل ضابطہ یہ ہے کہ بذل واباحت سے مملوک میں قدرت ثابت نہیں ہوتی، اور پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہوجاتی ہے۔ اھ **اقول** دوسرا جملہ پہلے جملہ سے استثناء کے طور پر ہے اس لیے کہ گفتگو مملوک پانی ہی کی ہے (تو معنی یہ ہُوا کہ مملوک چیزوں میں اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی مگر مملوک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہوجاتی ہے ۱۲ محمد احمد) واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان باب التیمم فصل فیما یجوز لہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۶

مع الوعد فهذان ثالث دلائله و رابعها۔

اما الفرع الخامس والسادس

فاقول لا اری[1] ان یکون المذهب فیه الامر بتفویت الصلاۃ کیف وان الطاعۃ بحسب الاستطاعۃ۔

قال ربنا تبارک وتعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم[1] ولا ینظر فیہا الا الی الحالۃ الراھنۃ الا تری ان[2] راجی الماء اخر الوقت لیس علیہ التاخیر بل لہ ان یصلی الاٰن متیمما۔

وقد قال فی الدر[3] امرہ الطبیب بالاستلقاء لبزغ الماء من عینہ صلی بالایماء لان حرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس[2] اھ ومعلوم ان[4] الطبیب لا یأمرہ بالسکون الا مدۃ قلیلۃ وربما لا تزید علی یوم ولیلۃ فامروا ان یؤمی لا ان یؤخر فھذہ الفروع الاربعۃ الجواب الصواب فیہا علی مذھب امامنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ یصلی کما قدر

تو تاخیر کا حکم ہوتا خصوصًا اس صورت میں جبکہ کسی نے وعدہ کرلیا ہے تو یہ ان کی تیسری اور چوتھی دلیل ہوئی۔

اب جزئیہ ۵، ۶ کو دیکھئے۔

فاقول میں نہیں سمجھتا کہ اس صورت عجز میں نماز فوت کرنے کا حکم ہمارے مذہب میں ہو کیسے ہوسکتا ہے جب کہ طاعت بقدر استطاعت ہی لازم ہوتی ہے۔

ہمارے رب تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: "تو اللہ سے تم ڈرو جہاں تک تمہیں استطاعت ہو" اور استطاعت کے معاملہ میں موجودہ حالت پر ہی نظر کی جائیگی۔ دیکھئے اگر کسی کو آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہے تو اس پر یہ لازم نہیں کہ نماز مؤخر کرے بلکہ وہ اسی وقت تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔

درمختار میں ہے، "آنکھ کا آپریشن کرنے اور پانی نکالنے کی وجہ سے طبیب نے بیمار کو حکم دیا کہ چت لیٹا رہے تو وہ اشارہ سے نماز پڑھے اس لیے کہ حرمتِ اعضاء بھی حُرمتِ جان کی طرح ہے" اھ یہ معلوم ہے کہ طبیب زیادہ زمانہ تک حرکت کی ممانعت نہیں رکھتا بلکہ عمومًا قلیل مدت تک جو ایک شبانہ روز سے زیادہ نہیں ہوتی پرسکون رہنے کا حکم دیتا ہے اس کے باوجود فقہائے اسے اشارہ سے نماز پڑھ لینے کا حکم دیا یہ نہ فرمایا کہ (اجازتِ حرکت و

---

[1] القرآن ۶۴/۱۶

[2] الدرالمختار باب المریض مجتبائی دہلی ۱/۱۰۳

فی الوقت ولا یعید۔

قیام تک) نماز مؤخر کرے۔ تو ان چاروں جزئیات (۵ تا ۸) میں ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر حکم صحیح یہ ہوگا کہ جس طرح بھی اسے قدرت ہے ویسے ہی وہ وقت کے اندر نماز ادا کرے اور بعد وقت اس کا اعادہ بھی نہیں۔ (ت)

اما الفروع الاربعۃ الاُول فاقول کذا الحکم فیھا بید انہ یعید اما الحکم فلما قدمت عن الحلیۃ والغنیۃ عن شمس الائمۃ انہ لافرق فی تلک الفروع وان الروایۃ فی احدھا روایۃ فی سائرھا وقد کان ھناک اعنی فرع شمس الائمۃ التلبس بالنجاسۃ ولو فی القدمین او الخفین مع ترک الرکوع والسجود ولیس فی ھذا الفرع الرابع الا التلبس بنجس و اما الاعادۃ فلعلمت من مراعاۃ اصل المذہب مع مافی الفروع الثلثۃ الاُول من صورۃ المنع من جھۃ العباد واللہ تعالٰی اعلم بسبیل الرشاد۔

اب رہے پہلے چار جزئیات **فاقول** ان میں بھی یہی حکم ہوگا فرق یہ ہے کہ ان صورتوں میں بعد وقت اعادہ بھی کرنا ہوگا۔ وقت کے اندر ادائے نماز کا حکم ہم نے اس قاعدہ اور جزئیہ سے اخذ کیا جو حلیہ و غنیہ کے حوالہ سے شمس الائمہ سے ہم نے گزشتہ صفحات میں نقل کیا کہ ان جزئیات میں فرق نہیں اور ایک میں روایت دوسرے میں بھی روایت ہے۔ اور وہاں یعنی شمس الائمہ کے بیان کردہ جزئیہ میں یہ تھا کہ نجاست سے اتصال لازم آتا تھا اگرچہ صرف قدموں یا موزوں ہی میں، اور رکوع و سجود ترک ہوتا تھا۔ اور اس چوتھے جزئیہ میں بھی یہی نجس (کپڑے) سے اتصال لازم آرہا ہے۔ اور اعادہ کا حکم اس لیے کہ اصل مذہب کی رعایت ہو جائے ساتھ ہی پہلے تین جزئیوں میں یہ بات بھی ہے کہ بندوں کی جانب سے رکاوٹ کی صورت پائی جارہی ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

وخامسھا تجیزونہ خوف فوت صلاۃ الجنازۃ وصلاۃ العید فکذا خوف فوت الوقت۔

دلیل پنجم: آپ نماز جنازہ اور نماز عید فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمم کی اجازت دیتے ہیں تو وقت کے فوت ہوجانے کا اندیشہ بھی تو ایسا ہی ہے۔

واجاب البحربان فضیلۃ الوقت والاداء وصف للمؤدی تابع لہ غیر مقصود لذاتہ بخلاف صلاۃ الجنازۃ والعید فانھا اصل فیکون فواتھا فوات

بحر میں اس کا **جواب** یہ دیا ہے کہ "پنجگانہ نمازوں میں مقصود بالذات خود نماز ہے اور اس کے لیے قضا نہ ہونے) ادا ہونے اور وقت کے اندر ہونے کی فضیلت مؤدّی کی ایک صفت ہے جو اس کے

اصل مقصود[1] اھ ھذا تمام سعیہ رحمہ اللہ تعالٰی ورحمنا بہ وقد اقرہ علی کلہ فی المنحۃ۔

تابع ہے مقصود بالذات نہیں ہے۔ مگر نماز جنازہ وعید خود اصل ہیں تو ان کا فوت ہونا ایک اصل مقصود کا فوت ہونا ہے" اھ یہ صاحبِ بحر کی تمام تر کاوش ہے، خدا ان پر اور ان کے طفیل ہم پر رحم فرمائے۔ منحۃ الخالق میں علامہ شامی نے بھی ان سب کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)

اقول اولاً[ف1] کون شیئ وصفا فی شیئ لا یوجب کونہ غیر مقصود بالذات کوصف الایمان فی رقبۃ کفارۃ القتل بل قد[ف2] یکون الوصف ھو المقصود کالاسلام فی مصرف الزکوٰۃ۔

اقول۔ اولاً: ایک شیئ کا دوسری شیئ کی صفت ہونا اس کے غیر مقصود بالذات ہونے کو لازم نہیں کرتا جیسے کفارۂ قتل میں دئے جانے والے غلام یا باندی میں صفت ایمان غیر مقصود بالذات نہیں بلکہ بعض اوقات خود وصف ہی مقصود ہوتا ہے جیسے مصرفِ زکوٰۃ میں صفتِ اسلام۔

وثانیا نحن[ف3] نعلم قطعا ان المولی سبحنہ وتعالٰی کما امرنا بالصلاۃ امرنا بایقاعھا فی وقتھا وحرم اخراجھا عنہ لا لعذر فالکل مقصود عینا سبحنہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا[2] وقال عزوجل حافظوا علی الصلوٰت والصلٰوۃ الوسطٰی[3] وقال تعالٰی فویل للمصلین الذین ھم عن صلٰوتھم ساھون[4] وھم الذین یؤخرونھا حتی یخرج وقتھا سماھم مصلین وجعل لھم الویل لاخراجھم ایاھا عن وقتھا فکان الوقت

ثانیا: ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ مولٰی سبحنہ وتعالٰی نے جس طرح ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ نمازوں کو ان کے مقررہ وقت کے اندر ادا کریں اور بغیر کسی عذر کے اس وقت سے باہر لانا حرام فرمایا ہے، تو سبھی مقصود بالذات ہے۔ ارشاد ہے: "بے شک نماز ایمان والوں پر وقت باندھا ہوا فریضہ ہے"۔ اور ارشاد ہے: "نمازوں اور بیچ والی نماز کی حفاظت کرو"۔ اور فرمایا ہے: "تو ویل (خرابی) ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں"۔ یہ وہی لوگ ہیں جو نماز اس حد تک مؤخر کرتے ہیں کہ اس کا وقت نکل جاتا ہے انہیں نمازی کہا، ساتھ ہی ان کے لیے ویل بھی قرار دیا اس لئے

---

[1] البحر الرائق باب التیمم عند قولہ لا لفوت الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹
[2] القرآن ۴/۱۰۳
[3] القرآن ۲/۲۳۸
[4] القرآن ۴/۱۰۷

مقصودا عینا۔

کہ وُہ نماز وقت سے باہر ادا کرتے ہیں۔ تو تو وقت بھی مقصود بالذات ہُوا۔ (ت)

وثالثا [ف۱] لئن سلم محافظة الوقت فرض عین والجنازة فرض کفایة وصلاة العید لیست فریضة اصلا والفرض ولو مقصود الغیرہ اھم واعظم مما دونه ولو مقصود الذاته الا [ف۲] تری ان لو ضاق الوقت عن الواجبات وجب اسقاطها والاقتصار علی الفرض لایقاعه فی الوقت واذا الامر ھکذا فاذا جاز التیمم لخوف فوت الادنی کیف لایجوز للاعلی لاسیما وقد سقط فرض الجنازة بصلاة غیرہ۔

ثالثا: اگر آپ کی بات تسلیم کرلی جائے تو بھی یہ کہا جائے گا کہ وقت کا تحفظ فرض عین ہے اور جنازہ فرض کفایہ ہے اور نماز عید تو سرے سے فرض ہی نہیں (بلکہ واجب ہے) اور فرض اگرچہ مقصود لغیرہ ہو، اپنے نیچے والے سے خواہ وہ مقصود بالذات ہو زیادہ عظمت و اہمیت رکھتا ہے۔ دیکھئے اگر وقت اس قدر تنگ ہے کہ صرف فرائض ادا کرسکتا ہے واجبات کی گنجائش نہیں تو واجبات کو ساقط کردینا اور فرض پر اکتفا کرنا لازم ہے تاکہ ادائیگی وقت کے اندر ہوجائے۔ یہ معاملہ ہے تو جب فوتِ ادنٰی کے اندیشہ سے تیمم جائز ہو تو اعلٰی کی وجہ سے کیوں جائز نہ ہوگا جب کہ فرض جنازہ تو دوسرے کے پڑھ لینے سے ساقط ہوجاتا ہے۔ (ت)

ورابعا [ف۳] قد قلتم بالتیمم لخوف فوت السنن وما ھن اصول انما شرعت مکملات للاصول و [ف۴] علی التسلیم فاین التحفظ علی فریضة الوقت من التحفظ علی سنة۔

رابعا: آپ نے تو سنتیں فوت ہونے کے اندیشہ سے بھی تیمم جائز کہا ہے حالانکہ سنتیں اصل نہیں بلکہ یہ اصل کے متمم کی حیثیت سے مشروع ہوئی ہیں ـــ اور اگر یہی مان لیا جائے کہ سُنتیں خود مقصود اور اصل ہیں تو بھی کہاں وقت جیسے اہم فریضہ کا تحفظ اور کہاں سنّت کا تحفظ (دونوں میں بڑا فرق ہے)۔ (ت)

وخامسا [ف۵] قد سلمتم ان الفائت لا الی خلف یجوز له التیمم ولا شك ان الطلب الالٰھی منتھض علی ایقاع الفریضة فی وقتها کانتهاضه علی نفس ایقاعها و ھذا الا خلف له وان کانت الصلاة لها خلف فھذا مقصود الدلیل ولا یمسه الجواب۔

خامسا: آپ کو یہ تسلیم ہے کہ اگر فوت ہونے والی چیز ایسی ہو کہ اس کا کوئی نائب و بدل نہیں تو اس کے لیے تیمم جائز ہے۔ اب اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کا مطالبہ نماز کو اس کے وقت کے اندر ادا کرنے کا بھی اسی طرح ہے جیسے خود نماز پڑھنے کا ہے اور وقت کے اندر ادا کرنا ایسا امر ہے جس کا کوئی بدل نہیں اگرچہ نفس نماز کا بدل ہے۔ دلیل تیمم کا مقصود یہی تھا جس سے جواب کو کوئی مس نہیں۔ (ت)

وسادسها کما **اقول** اجمع ائمتنا رضی اللہ تعالٰی عنہم ان الجنب الخائف من البرد خارج المصر یتیمم[1] کما فی الھدایۃ وعامۃ الکتب وقد تقدم عن الحلیۃ والبدائع والبحر والاسبیجابی والتمرتاشی ومعلوم ان الخوف ربما کان فی الصبح اذا اصبح جنبا فی لیلۃ باردۃ ویزول بعد ارتفاع الشمس ولم یأمروہ بالتاخیر بل اباحوا لہ التیمم فما ھو الا لحفظ الوقت۔

دلیل ششم جیسا کہ میں کہتا ہوں، ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ جنبی جسے بیرونِ شہر سردی سے خطرہ ہے وہ تیمم کرے۔ جیسا کہ ہدایہ اور عامہ کتب میں ہے۔ اور حلیہ، بدائع، بحر، تمرتاشی کے حوالہ سے پہلے ذکر بھی ہوچکا۔ یہ معلوم ہے کہ زیادہ تر صبح کو خوف ہوتا ہے جبکہ کسی سردی کی رات میں صبح کو جنابت کی حالت میں اُٹھے۔ پھر سورج بلند ہونے کے بعد خوف نہیں رہ جاتا۔ مگر ائمہ نے اسے یہ حکم نہ دیا کہ آفتاب بلند ہونے تک نماز مؤخر کرے بلکہ اس کے لیے تیمم جائز قرار دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ تحفظِ وقت ہی کے لیے ہے۔ (ت)

وسابعھا کما **اقول** اباحوہ[2] لخوف عدو ولص وسبع وحیۃ ونار ومعلوم ان کثیرا من ھذہ لایلبث الاقلیلا فالنار تنطفی اوتمر فی ساعۃ اوساعتین ولم یقولوا یصبر وان خرج الوقت۔

دلیل ہفتم جیسا کہ میں کہتا ہوں، دشمن، چور، درندے، سانپ اور آگ کے خوف سے تیمم جائز قرار دیا گیا ہے جب کہ معلوم ہے کہ ان میں سے زیادہ تر وہ چیزیں ہیں جو تھوڑی ہی دیر رہتی ہیں۔ آگ بھی گھنٹے دو گھنٹے میں بجھ جاتی ہے یا گزر جاتی ہے۔ مگر یہ حکم نہ ہُوا کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے۔ (ت)

فان اجبت کما خطر ببالی ان التیمم لیس لحفظ الوقت وانما ھو لدفع الضرر والحرج حیث کان وفی البرد والنار وامثالھا ضرر وفی بعدہ میلا حرج فتحقق المناط لانہ[3] اذا ادرک الوقت فاراد الصلاۃ لاینھی عنھا ولاینظر الا

اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے۔ جیسا کہ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ تیمم تحفظِ وقت کے لیے نہیں بلکہ ضرر و حرج دفع کرنے کے لیے ہے جہاں بھی ہو۔ ٹھنڈک اور آگ جیسی چیزوں میں ضرر ہے اور ایک میل دُور ہونے میں حرج ہے۔ تو جو امر مدارِ جواز ہے وہ پالیا گیا۔ اس لیے کہ جب نماز کا وقت آگیا اور اس نے

---

[1] الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۳۲

الی حالته الواھنة وھو فیھا متضرر او متحرج بالوضوء او الغسل فابیح له التیمم۔

نماز پڑھنا چاہی تو اس سے اسے روکا نہ جائے گا اور اس کی موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی۔ اس حالت میں وضو یا غسل سے واقعۃً اس کے لیے ضرر یا حرج ہے تو تیمم اس کے لیے جائز قرار دیا گیا۔ (ت)

اقول ھل یختص الحرج والضرر بما یصیب بدنه ومالہ ام یعم ما یستضربه فی دینه علی الاول لم ابحتم لخوف فوت جنازة وعید وعلی الثانی ان کان علیه ضرر فی دینه لفوت فرض کفایة مع انھا قد اقیمت وواجب بل وسنة لا الی بدل اذ لا براءة لعھدته عن ھذہ المطالبة الشرعیة الا بالتیمم فضرر اعظم واشد منه فی فوت الفریضة عن وقتھا ولا براءة لعھدته عن ھذہ المطالبة الشرعیة العظمی اعنی الاتیان بھا فی وقتھا الا بالتیمم فیجب ان یباح۔

اقول (میں کہتا ہوں)، کیا حرج یا ضرر اسی چیز سے خاص ہے جو اس کے بدن اور مال سے تعلق رکھتی ہو یا اسے بھی عام ہے جس سے اس کے دین میں نقصان و ضرر ہو؟ —— پہلی تقدیر پر یہ کلام ہے کہ پھر آپ نے فوت جنازہ وعید کے اندیشہ سے تیمم کیوں جائز کہا؟ —— اور دُوسری تقدیر پر یہ کہ اگر اس کے دین کا نقصان اس میں ہے کہ ایک فرض کفایہ فوت ہو رہا ہے جبکہ دوسرے لوگوں سے اس کی ادائیگی عمل میں آچکی اور اس میں کہ ایک واجب فوت ہو رہا ہے —— بلکہ صرف ایک سنّت بھی —— جس کا کوئی بدل نہیں۔ (اس لیے آپ نے تیمم کو جائز کہا) کیوں کہ بغیر تیمم کے وہ اس شرعی مطالبہ سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا —— تو اس سے زیادہ عظیم اور اس سے زیادہ شدید نقصان تو اس میں ہے کہ ایک فرضِ عین اپنے وقت سے فوت ہو رہا ہے اور بغیر تیمم کے اس عظیم تر شرعی مطالبہ —— وقت کے اندر ادائیگی —— سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ تو لازم ہے کہ اس کے لیے بھی تیمم جائز ہو۔ (ت)

ھذا ما عندی فاستنار بحمد اللہ تعالٰی ما جنح الیه المحقق واتباعه من قوة دلیل زفر بل دلیل ائمتنا جمیعا فی الروایة الاخری

ھذا ما عندی (میرے علم و فکر کی رُو سے یہی ہے) اس تفصیل سے بحمداللہ تعالٰی وہ روشن ہوگیا جس کی طرف محقق علی الاطلاق اور ان کے متبعین کا رُجحان ہے کہ امام زفر کی دلیل —— بلکہ روایتِ دیگر کے لحاظ سے ہمارے سبھی ائمہ کی دلیل

وکیفما کان لاینزل من ان یؤخذ بہ تحفظا علی فریضۃ الوقت ثم یؤمر بالاعادۃ عملا بالروایۃ المشہورۃ فی المذہب لاجرم ان قال فی الغنیۃ بعد ایراد ماقدمنا عن شمس الائمۃ وحینئذ فالاحتیاط ان یصلی بالتیمم فی الوقت ثم یتوضؤ ویعید لیخرج عن العہدتین بیقین[1] اھ

وقد نقل کلامہ ھذا فی الدر و اقرہ ھو والسادۃ الاربعۃ محشوہ ح ط ش وابو السعود وقال الشامی ھذا قول متوسط بین القولین وفیہ الخروج عن العہدۃ بیقین فلذا اقرہ الشارح فینبغی العمل بہ احتیاطا ولاسیما وکلام ابن الہمام یمیل الی ترجیح قول زفر بل قد علمت انہ روایۃ عن مشایخنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ونظیرھذا مسألۃ الضیف الذی خاف ریبۃ فانہم قالوا یصلی ثم یعید[2] اھ وانما اطنبنا الکلام ھھنا لما رأینا بعض العلماء تعجب منہ حین افتیت بہ فی مجلس جمعنا و باللہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق

—— قوی ہے —— اور جیسا بھی ہو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ فریضہ وقت کے تحفظ کے لیے اس قول کو لیا جائے پھر اعادہ کا حکم دیا جائے تاکہ مذہب کی روایتِ مشہورہ پر بھی عمل ہوجائے —— شمس الائمہ کے حوالہ سے جو ہم نے پہلے بیان کیا اسے ذکر کرنے کے بعد غنیہ میں لکھا ہے:

"اس کے پیشِ نظر احتیاط یہی ہے کہ وقت کے اندر تیمم سے نماز پڑھ لے، پھر وضو کرکے اعادہ کرے تاکہ دونوں ذمہ داریوں سے یقینی طور پر سبکدوش ہوجائے"۔

ان کا یہ کلام درمختار میں نقل کرکے برقرار رکھا اور دُرِمختار کے چاروں محشی سید حلبی، سید طحطاوی، سید شامی اور سید ابو السعود نے بھی برقرار رکھا۔

اور علامہ شامی نے فرمایا: "یہ دونوں قولوں کے مابین ایک درمیانی قول ہے، اور اس میں یقینی طور پر ذمہ داری سے سبکدوشی ہے۔ اسی لیے شارح نے اسے برقرار رکھا۔ تو احتیاطًا اسی پر عمل ہونا چاہیے خصوصًا جبکہ امام ابن الہمام کا کلام امام زفر کے قول کی ترجیح کی جانب مائل نظر آتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوچکا کہ یہ ہمارے تینوں مشایخ سے ایک روایت ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ اس کی نظیر اس مہمان کا مسئلہ ہے جسے تہمت کا اندیشہ ہو۔ اس کے بارے میں فقہاء نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے" اھ اس مقام پر ہم نے تفصیل بحث اس لئے

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۳

[2] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

والحمد للّٰہ رب العٰلمین وصلی اللّٰہ تعالٰی وسلم علٰی سیدنا و مولٰنا محمد و اٰلہ و صحبہ اجمعین اٰمین۔

کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب ایک محفل میں اس پر میں نے فتوٰی دیا تو ایک عالم کو بڑا تعجب ہوا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق، اور ربلندی تحقیق تک رسائی ہوتی ہے اور ساری خُوبیاں اللہ تعالٰی کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور اللہ تعالٰی درود وسلام نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی محمد اور ان کی آل و اصحاب سب پر۔ آمین۔ (ت)

رسالہ ضمنیہ الظفر لقول زفر تمام ہوا۔

(۸۹) کنویں پر ہجوم ہے جگہ تنگ ہے یا ڈول ایک ہی ہے لوگ نوبت بنوبت پانی بھرتے وضو کرتے ہیں اور یہ دُور ہے کہ اس تک باری اُس وقت پہنچے گی جب نماز کا وقت جاتا رہے گا آخر وقت کے قریب تک انتظار کرے جب دیکھے کہ وقت نکل جائیگا تیمم کرکے پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔

(۹۰) کسی نے پانی بھرنے کے لیے ڈول یا رسّی دینے کا وعدہ کیا ہے انتظار کرکے تیمم سے پڑھ لے۔ یہ دونوں مسئلے ابھی گزرے۔ **اقول** اور اب اعادہ کی بھی حاجت نہیں کہ یہاں حکم تیمم خود مذہب صاحبِ مذہب ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ ہاں بہ لحاظِ مذہب صاحبین اعادہ اولٰی ہے درمختار میں تھا،

یجب طلب الدلو والرشاء وکذا الانتظار لو قال لہ حتی استقی وان خرج الوقت[1]

ڈول اور رسّی طلب کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح انتظار کرنا بھی واجب ہے اگر کسی نے اس سے کہا ہو کہ میں پانی بھرلوں تو تمہیں دُوں گا، اگرچہ انتظار میں وقت نکل جائے۔

اس پر ردالمحتار میں ہے:

ای یجب انتظارہ للدلو اذا قال الخ لکن ھذا قولھما وعندہ لایجب بل یستحب ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان خاف فوت الوقت تیمم وصلی وعلی ھذا لو کان مع رفیقہ ثوب وھو عریان فقال انتظر حتی اصلی وادفعہ

یعنی اسے ڈول کا انتظار کرنا واجب ہے جب اس سے مذکورہ وعدہ کیا ہو الخ لیکن یہ صاحبین کا قول ہے امام اعظم کے نزدیک واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے کہ آخر وقت تک انتظار کرلے ــــ اگر وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے ــــ یہی اختلاف اُس صورت میں بھی ہے

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

الیك واجمعوا[1] انه اذا قال ابحت لك مالی لتحج به انه لایجب علیه الحج و اجمعوا انه فی الماء ینتظر وان خرج الوقت ومنشؤ الخلاف[2] ان القدرة علی ماسوی الماء هل تثبت بالاباحة فعنده لا وعندهما نعم کذا فی الفیض والفتح والتاترخانیة وغیرها (قلت) ای کالخانیة والخلاصة وغیرهما) وجزم فی المنیة بقول الامام وظاهر کلامهم ترجیحه (اقول ولو سکتوا لکان له الترجیح لان کلام الامام امام الکلام کما حققناه فی اجلی الاعلام) وفی الحلیة والفرق للامام ان الاصل فی الماء الاباحة والحظر فیه عارض فیتعلق الوجوب بالقدرة الثابتة بالاباحة ولا کذلك ماسواه فلا یثبت الا بالملك کما فی الحج اھ فتنبه[1] اھ ما فی الشامی۔

جب یہ برہنہ ہے اور اس کے رفیق کے پاس ایک کپڑا ہے اس نے کہا انتظار کرو میں نماز ادا کر کے تمہیں یہ کپڑا دوں گا۔ اور اس پر ان ائمہ کا اجماع ہے کہ جب کسی نے یہ کہا کہ تمہارے حج کے لیے میں نے اپنا مال مباح کر دیا تو اس پر حج واجب نہیں۔ اور اس پر بھی اجماع ہے کہ پانی دینے کا وعدہ کیا ہو تو انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے۔ اور اصل منشاء اختلاف یہ ہے کہ پانی کے ماسوا چیزوں پر اباحت سے قدرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟۔ امام اعظم کے نزدیک نہیں ہوتی اور صاحبین کے نزدیک ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی فیض، فتح، تاتارخانیہ وغیرہا (میں کہتا ہوں یعنی جیسے خانیہ، خلاصہ وغیرہما) میں ہے منیۃ المصلی میں امام اعظم کے قول پر جزم کیا ہے۔ اور ان کے ظاہر کلام سے اسی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے (اقول: اگر یہ حضرات ترجیح سے سکوت اختیار کرتے تو بھی اسی کو ترجیح حاصل ہوتی۔ اس لیے کہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے جیسا کہ اجلی الاعلام میں ہم نے اس کی تحقیق کی ہے) اور حلیہ میں ہے: "امام اعظم کے مذہب کی بنیاد پر وجہ فرق یہ ہے کہ پانی میں اصل اباحت ہے اور ممانعت عارضی ہوتی ہے تو اس میں اباحت سے ثابت ہونے والی قدرت سے ہی وجوب ہو جاتا ہے اور اس کے ماسوا کا یہ حال نہیں۔ تو اس میں بغیر ملک کے وجوب کا ثبوت نہ ہوگا جیسے حج میں۔ اھ" اس پر متنبہ رہنا چاہیے۔ شامی میں جو ہے ختم ہوا۔ (ت)

اقول بل فی الماء فوق[3] ذلك فانه اوجب فیه الانتظار وان خرج

اقول: بلکہ پانی میں اس سے بھی زیادہ ہے اس لیے کہ اس میں محض وعدہ کی بنا پر

---

[1] رد المحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۴

الوقت بمجرد الوعد غیر الاباحۃ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

انتظار واجب کیا ہے اگرچہ وقت نکل جائے ۔۔۔ اور وعدہ اباحت نہیں ۔۔۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۹۱) کسی نے پانی دینے کا وعدہ کیا ہے یہاں بھی جب وقت جاتا دیکھے تیمم سے پڑھ لے پھر پانی مل جائے تو وضو سے دوبارہ پڑھے۔

لان فیہ المشی علی قول زفر علی خلاف قول الائمۃ الثلثۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم کما علمت انفا۔

اس لیے کہ اس میں قول ائمہ ثلاثہ کے برخلاف امام زفر کے قول پر عمل ہے ۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم ۔۔۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ (ت)

اقول ظاہراً[1] اس صورت میں اگر وہ اس کے نماز پڑھتے میں پانی لے آیا تیمم نہ جائیگا نماز پوری کرے جبکہ جانے کر وضو کرنے سے نماز وقت پر نہ ملے گی۔

لانہ کان واجد الماء قبل ھذا ظاھرا کما مر عن محمد رحمہ اللّٰہ تعالٰی وانما ساغ لہ التیمم لضیق الوقت عن استعمالہ ولم یتبدل ھذا السبب فلا ینتقض التیمم بخلاف صورۃ افادھا فی الدر اذ قال لو تیمم[2] لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم (ای وقد وجد الماء بعدہ کما بینہ ش) لم یصل بذلک التیمم لان اختلاف[3] اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالرخصۃ الاولی وتصیر الاولی کان لم تکن جامع الفصولین فلیحفظ[1] اھ

اس لیے کہ ظاہراً اس سے پہلے بھی پانی اسے دستیاب تھا جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے اس کا بیان گزرا اور اس کے لیے تیمم صرف اس لیے جائز ہوا کہ وقت میں پانی استعمال کرنے کی گنجائش نہ تھی ۔۔۔ اور اس سبب میں اب بھی کوئی تبدیلی نہ آئی تو تیمم نہ ٹوٹے گا۔ ہاں اس کے برخلاف تیمم ٹوٹنے کی ایک صورت ہے جس کا درمختار میں اس طرح افادہ کیا ہے "اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا۔ اس کے بعد اسے ایسی بیماری ہو گئی جس سے تیمم جائز ہو جاتا ہے (پھر پانی مل گیا جیسا کہ شامی نے بیان کیا ہے)، تو سابقہ تیمم سے نماز نہ پڑھے۔ اس لیے کہ اسباب رخصت میں تبدیلی پہلی رخصت کو شمار کرنے سے مانع ہوتی ہے۔ اور پہلی رخصت کالعدم ہو جاتی ہے ۔۔۔ جامع الفصولین ۔۔۔ اسے ذہن نشین رکھنا چاہیے اھ"۔ (ت)

وفیہ کلام اوردہ ش قد اجبنا

اس پر کچھ کلام ہے جو علامہ شامی نے ذکر کیا ہے

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۲

عنه فیما علقنا علیہ لا بأس بایرادہ تتمیما للفائدۃ قال رحمہ اللہ تعالٰی اقول لکن یشکل علیہ مافی البدائع لومر المتیمم علی ماء لایستطیع النزول الیہ لخوف عدو اوسبع لاینتقض تیممہ کذا ذکرہ محمد بن مقاتل الرازی وقال ھذا قیاس قول اصحابنا لانہ غیرواجد للماء معنی فکان ملحقا بالعدم اھ ومثلہ فی المنیۃ اذلایخفی ان خوف العدو سبب اٰخر غیرالذی اباح لہ التیمم اولا فان الظاھر فی فرض المسألۃ انہ تیمم اولا لفقد الماء اللھم الاان یجاب بان السبب الاول ھنا باق وفیہ بحث فلیتأمل اھ۔[1]

پھر ہم نے حاشیۂ شامی میں اس کا جواب بھی دیا ہے تکمیل فائدہ کے لیے یہاں اسے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: اقول، لیکن اس پر بدائع کے اس مسئلہ سے اعتراض ہوتا ہے: اگر تیمم کرنے والا ایسے پانی کے پاس سے گزرا جہاں وہ کسی دشمن یا درندہ کے خوف کی وجہ سے اُتر نہیں سکتا تو اس کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ ایسا ہی محمد بن مقاتل رازی نے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب کے مذہب پر قیاس کا تقاضا یہی ہے اس لیے کہ معنًی پانی اسے دستیاب نہیں تو یہ معدوم سے ملحق ہے۔ اسی کے مثل منیہ میں بھی ہے۔ وجہ اشکال یہ ہے کہ ظاہر ہے کہ پہلے جس سبب سے اس کے لیے تیمم روا ہوا تھا وہ اور ہے اور دشمن کا خوف ایک دوسرا سبب ہے۔ اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ مفروضہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ پہلے اس کا تیمم اس لیے تھا کہ اسے پانی نہ ملا —— ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں پہلا سبب اب بھی باقی ہے۔ مگر اس میں بحث ہے۔ اس لیے تأمل کی ضرورت ہے اھ۔(ت)

وکتب وجہ البحث فی منحیتہ انہ اذاتیمم اولا لبعدہ عن الماء فھو فاقد لہ حقیقۃ وخوف العدو فقد معنی فالحقیقی قدزال واعقبہ المعنوی فلا فرق بینہ وبین المرض اذا وجد بعد الفقد الحقیقی اھ۔[2]

وجہ بحث اپنے حاشیہ میں یہ بیان فرمائی کہ جب اس نے پہلے پانی سے دُور ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو حقیقۃً پانی کا فقدان تھا اور دشمن کا خوف ہونے کی صورت میں معنًی پانی کا فقدان ہے۔ تو حقیقی فقدان ختم ہوگیا اور اس کی جگہ معنوی فقدان آگیا۔ تو اس صورت میں، اور فقدانِ حقیقی کے بعد پانی ملنے کے وقت مرض ہونے کی صورت میں کوئی فرق نہیں اھ۔(ت)

وکتبت علیہ ما نصہ

اس بحث پر میں نے درج ذیل جواب تحریر کیا:

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۳

[2] منحیۃ علی الرد " " "

اقول رحمك الله تعالٰی ورحمنا بك الاعدام[ف۱] ثلثة عدم الشیئ فی نفسه وعدمه فی مکان وعدمه[ف] فی حق المکلف والماء لایفقد بالمعنی الاول الا اذا انعدم من الدنیا ولایکون ذلك قبل یوم القیمة وانما ینعدم[ف۲] عن مکان وفی حق المکلف وذلك بان لایکون حیث هو مع لحوق الحرج فی الوصول الیه وهذا هو معنی عدمه الشرعی المذکور فی باب التیمم اما اذا کان بیده اولاحرج علیه فی الوصول الیه فهو غیر معدوم فی حقه قال فی الهدایة المیل هو المختار فی المقدار لانه یلحقه الحرج بدخول المصر والماء معدوم حقیقة[ع] اھ[۱]

اقول: اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے اور آپ کے طفیل ہم پر بھی رحم فرمائے ـــــ عدم کی تین قسمیں ہیں: (۱) کسی شے کا فی نفسہٖ معدوم ہونا (۲) کسی جگہ معدوم ہونا (۳) مکلّف کے حق میں معدوم ہونا ـــــ پہلے معنی پر پانی کا فقدان اسی وقت ہوگا جب وُہ دنیا سے معدوم ہوجائے اور یہ روزِ قیامت سے پہلے نہ ہوگا۔ پانی کسی جگہ میں اور مکلّف کے حق میں معدوم ہوتا ہے۔ یہ اس طرح کہ مکلّف جہاں پر ہے وہاں پانی نہ ہو ساتھ ہی پانی تک رسائی میں حرج لاحق ہوتا ہو ــ پانی کا عدم شرعی جو باب تیمم میں ذکر ہوتا ہے اس کا یہی معنی ہے۔ لیکن جب پانی اس کے ہاتھ میں ہو یا پانی تک پہنچنے میں اس کے لیے کوئی حرج اور دشواری نہ ہو تو پانی اس کے حق میں معدوم نہیں۔ ہدایہ میں ہے، مقدار کے بارے میں "میل" ہی مختار ہے۔ اس لیے کہ شہر میں داخل ہونے سے اس کو حرج ہوگا۔ اور پانی حقیقۃً معدوم ہے۔ (ت)

قال فی العنایة تقریره ان المنصوص علیه کون الماء معدوما وھھنا ای فی مکان المکلف

عنایہ میں فرمایا، اس کی تقریر یہ ہے کہ نص میں یہ وارد ہے کہ پانی معدوم ہو اور اس وقت مکلّف جس جگہ ہے وہاں پانی حقیقۃً معدوم ہے۔ لیکن ہم

[ع] فقد اشار بھذا الی العدم الثانی وبقوله یلحقه الحرج الی العدم الثالث وانما احتاج الی اثبات الثانی لان الثالث یتوقف علیه ۱۲ منه غفرله (م)

[ع] اس عبارت سے عدم ثانی کی طرف اشارہ کیا۔ اور "اسے حرج ہوگا" سے عدم ثالث کی طرف اشارہ کیا اور انھیں عدم ثانی ثابت کرنے کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ عدم ثالث اس پر موقوف ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[۱] الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۳۱

الآن) معدوم حقيقة لكن نعلم بيقين
ان عدمه مع القدرة عليه ليس
بمجوز للتيمم والالجاء لمن سكن
بشاطئ البحر وعدم الماء من بيته
فجعلنا الحد الفاصل بين البعد والقرب
لحوق الحرج لان الطاعة بحسب الطاقة
قال الله تعالٰی وَمَا جَعَلَ عليكم فی الدین
من حرج اھ[1] -

ولا شك ان الماء اذا كان عليه
عدو او لص او سبع فالمعنی باق بعينه
اذ ليس الماء فی مكان المكلف فهو معدوم
حيث هو حقيقة وفی وصوله اليه حرج فتحقق
الامران اللذان عليهما يدور العدم الشرعی
المذكور هنا ولا نظر فيه الی كونه بعيدا
عن النظر او بمرأی منه اوبعيدا بعدا
معينا او اقرب منه وانما المناط لحوق
الحرج فی الوصول اليه بل هو الفاصل ههنا
بين القرب والبعد كما سمعت أنفا فثبت
العدم الشرعی ولم يتبدل السبب
وان تبدل سبب السبب اعنی
سبب الحرج فی الوصول اليه كما
اذا كان عنده عدو يخاف
منه علی نفسه ولم يبرح
حتی ورده لص يخاف منه
علی ماله وذهب العدو

یقینی طور پر یہ جانتے ہیں کہ پانی پر قدرت ہوتے ہوئے
پانی کا معدوم ہونا تیمم جائز نہیں کرتا ۔ ورنہ سمندر کے
ساحل پر بسنے والا شخص جس کے گھر میں پانی معدوم ہے
اس کے لیے تیمم جائز ہوتا ۔ اس لیے ہم نے حرج
لاحق ہونے کو دُوری و نزدیکی کے درمیان حدِ فاصل
قرار دیا ۔ کیونکہ طاعت بلحاظ طاقت ہی لازم ہے ۔
ارشاد باری تعالٰی ہے : "اور تمہارے اوپر دین میں
کوئی تنگی نہ رکھی" اھ ۔

اس میں شک نہیں کہ جب پانی پر دشمن یا
چور یا درندہ ہو تو فقدان کا معنی بعینہ باقی ہے اس لیے
کہ مکلف کی جگہ پر تو پانی موجود نہیں اس لیے جہاں وہ ہے
وہاں پانی حقیقۃً معدوم ہے اور پانی تک پہنچنے میں
اس کے لیے حرج بھی ہے تو دونوں باتیں جن پر یہاں
ذکر شدہ عدم شرعی کا مدار ہے وہ پائی گئیں ۔۔۔ اور
اس معاملہ میں اس کا لحاظ نہیں ہے کہ پانی نگاہ سے
دُور ہو، یا دیکھنے کی جگہ میں ہو یا معین دوری پر ہو یا
اس سے قریب تر ہو ۔ مدار صرف یہ ہے کہ پانی تک
پہنچنے میں حرج لاحق ہوتا ہو ۔ بلکہ یہی قرب و بُعد کے
درمیان یہاں حدِ فاصل ہے جیسا کہ ابھی سن چکے ۔۔۔
تو عدم شرعی ثابت ہوگیا ۔ اور سبب میں تبدیلی نہ آئی
اگرچہ سبب کے سبب ۔۔۔ یعنی پانی تک رسائی میں
حرج کے سبب ۔۔۔ میں تبدیلی آگئی ۔ اس کی مثال
یہ ہے کہ پانی پر پہلے کوئی دشمن تھا جس سے اسے اپنی
جان کا خطرہ تھا وہ اس جگہ سے ہٹا نہیں کہ کوئی چور آگیا
جس سے اس کو اپنے مال کے لیے خطرہ ہے اور

[1] العنایۃ مع الفتح باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۸

فلا یتوھم احد انہ تبدل السبب بخلاف حدوث المرض مع وجود الماء عندہ فان الماء لیس معدوما فیہ شرعا بالمعنی المذکور بل اما موجود فی نفس مکانہ کما اذا کان بیدہ او لا حرج علیہ فی الوصول الیہ کما اذا کان فی بیتہ انما الحرج فی استعمالہ فقد تبدل السبب

دشمن چلا گیا ـــــ اس صورت میں کسی کو یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ سبب بدل گیا ـــــ بخلاف اُس صورت کے جس میں یہ ہے کہ پانی اس کے پاس موجود ہوتے ہوئے اسے مرض عارض ہو گیا یہاں پانی مذکورہ معنی میں شرعی طور پر معدوم نہیں بلکہ یا تو خود اسی جگہ پانی موجود ہے مثلاً خود اس کے ہاتھ میں ہے، یا پانی تک پہنچنے میں اس کے لیے کوئی دشواری وحرج نہیں مثلاً پانی اس کے گھر میں موجود ہے۔ حرج صرف اس کے استعمال میں ہے تو یہاں پر سبب بدل گیا۔ (ت)

اما قول ابن مقاتل انہ غیر واجد للماء معنی فکان ملحقا بالعدم **فاقول** اراد بہ العدم[عہ] الحسی دون الشرعی بالمعنی المذکور ولا شک ان الماء موجود ھھنا بحضرتہ وان لم یکن فی قبضتہ وھو واجد لہ حسا غیر واجد لہ بمعنی القدرۃ علیہ وعدم الحرج فی وصولہ الیہ

لیکن ابن مقاتل کا یہ قول کہ "معنیً اسے پانی دستیاب نہیں تو وہ معدوم سے ملحق ہے **فاقول**: اس سے ان کی مراد عدم حسّی ہے۔ عدم شرعی بمعنی مذکور مراد نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں تو پانی اس کے پاس موجود ہے اگرچہ اس کے قبضہ میں نہیں تو حسّی طور پر پانی اسے دستیاب ہے ـــــ اور دستیاب نہیں ہے اس معنی میں کہ اس پر اسے قدرت ہو اور اس تک رسائی میں

عہ **اقول** ومن الدلیل علیہ قول البدائع اما العدم من حیث المعنی لا من حیث الصورۃ فھو ان یعجز من استعمال الماء مع قرب الماء منہ نحو ما اذا کان بینہ وبین الماء عدو او لصوص اوسبع اوحیۃ[1] الخ فجعلہ موجودا صورۃ والوجود الصوری ھو الحسی۔ (م)

اقول: اس کی ایک دلیل بدائع کی یہ عبارت ہے "لیکن عدم بلحاظ معنی، نہ بلحاظ صورت یہ ہے کہ پانی قریب ہوتے ہُوئے اس کے استعمال سے عاجز ہو۔ جیسے اس کے اور پانی کے درمیان دشمن ہو یا چور ہوں یا درندہ یا سانپ ہو" الخ۔ اس عبارت سے مذکورہ حالت میں انہوں نے پانی کو صورۃً موجود قرار دیا اور وجود صوری اور وجود حسّی دونوں ایک ہی ہیں۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۷

فکان ملحقا بالعدم الحسی و معدوما بالعدم الشرعی بالمعنی المذکور ھکذا ینبغی ان تفھم کلمات العلماء الکرام ۞ والحمد للہ ولی الانعام ۞ وعلی نبینا واٰلہ الصلاۃ والسلام ۔

کوئی حرج نہ ہو۔ اس لیے وہ عدم حسّی سے ملحق ہے اور معدوم بعدم شرعی بمعنی مذکور ہے۔ اسی طرح علمائے کرام کے کلمات کو سمجھنا چاہیے۔ اور ساری تعریف خدا کے لیے جو صاحبِ فضل واحسان ہے۔ اور ہمارے نبی اور ان کی آل پر درود وسلام۔ (ت)

(۹۲) پانی کوٹھری میں رکھا ہے اندھیرا سخت ہے جاتے ہُوئے خوف ہے اور دیا سلائی وغیرہ پاس نہیں اور اجالے کا انتظار کرتا ہے تو وقت جاتا ہے (**اقول** یُوں کہ نمازِ عشا ہے یا مثلاً وقت صبح اور اندھیرا ابرِ کثیف کا ہے) تو تیمم کرکے پڑھ لے اور پھر اعادہ کرے وقد تقدم نقلہ عن الحلیۃ والبحر (اس کی نقل حلیہ اور بحر کے حوالے سے گزر چکی۔ ت)

اقول ولم اذکر ما قالوہ من کونہ علی سطح لان المراد بہ ان لایکون حیث الماء وکذا قولھم لیلا بل عممت مثل وقت الصبح لان المناط الخوف فی الظلمۃ وزدت الاعادۃ لما علمت مرارا۔

اقول ان حضرات نے "چھت پر ہونے" کا ذکر کیا تھا۔ مگر میں نے اس قید کے ساتھ ذکر نہ کیا کیونکہ چھت پر ہونے کی تعبیر سے ان کی مراد یہ ہے کہ ایسی جگہ نہ ہو جہاں پانی موجود ہے اسی طرح انہوں نے "رات" کی قید کے ساتھ یہ مسئلہ بیان کیا تھا میں نے یہ لفظ ذکر نہ کیا بلکہ مثلاً وقتِ صبح کہہ کر اسے عام کر دیا اس لیے کہ اصل مدار یہ ہے کہ تاریکی کے اندر اسے خوف محسوس ہو رہا ہو (خواہ یہ تاریکی کسی بھی وقت ہو) اور اعادہ کا حکم میں نے زیادہ کیا جس کی وجہ بارہا بیان ہو چکی۔ (ت)

(۹۳) **اقول** یُوں ہی اگر اندھیری رات یا صبح کو بدلی ایسی کالی شدید محیط یا سیاہ آندھی چل چکی اور اُس کی تاریکی پھیلی ہے اگرچہ کوئی وقت ہو اور ان سب صورتوں میں ظلمت اتنی ہے کہ کنویں تک راہ نظر نہیں آتی اور یہ روشنی پر قادر نہیں اور انتظار میں وقت جاتا ہے تیمم کرکے پڑھ لے اور اعادہ کرے۔ ایسی ہی[1] سیاہی کو علمانے جماعت میں عذر گنا ہے۔

کما فی التبیین والھندیۃ ویأتی عن الدر وھم انما قالوا ظلمۃ شدیدۃ[1] فقال ش

جیسا کہ تبیین الحقائق اور ہندیہ میں ہے۔ اور درمختار کے حوالہ سے آگے ذکر آئیگا۔ اور ان حضرات نے "سخت"

[1] الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

الظاھر ان المراد کونه لایبصر طریقه الی المسجد فیکون کالاعمی[1] اھ۔

سے تعبیر کی جس پر علامہ شامی نے فرمایا: "ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد اس کا ایسی حالت میں ہونا ہے کہ مسجد تک پہنچنے کا راستہ اسے نظر نہ آتا ہو جس کی وجہ سے وہ نابینا کی طرح قرار پاتا ہو۔" اھ (ت)

اقول وھو ظاھر فان مجرد[ف1] لحوق مشقة مالو کان عذرا لسقطت تکالیف الشریعة عن اٰخرھا قال فی الفتح[ف2] لو قدر علی القیام لکن یخاف بسببه ابطاء برء او کان یجد الما شدیدا اجاز له ترکه فان لحقه نوع مشقة لم یجز[2] اھ ومثله فی الکافی وغیرہ وفی الخانیة من[ف3] لایقدر علی الوضوء الا بمشقة لایباح له التیمم[3] اھ قال ش والظاھر انه لایکلف الی ایقاد نحو سراج وان امکنه ذلک[4] اھ **اقول** وکانه اخذہ من قولھم فی تطھیر الانجاس لایضر[ف4] بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالته الی ماء حار او صابون ونحوہ[5] اھ در۔ حار ای مسخن۔ ونحوہ کحرض واشنان[6] اھ ش۔

اقول: یہ بات واضح ہے اس لیے کہ مطلقاً ذرا سی بھی مشقت کا لاحق ہونا اگر ساقط کرنے والا عذر ہوتا تو تمام تکالیف شرعیہ بالکل ہی ساقط ہوجاتیں۔ فتح القدیر میں ہے: "اگر کھڑے ہونے پر قدرت رکھتا ہو لیکن اس کی وجہ سے دیر میں اچھے ہونے کا اندیشہ ہو یا سخت تکلیف محسوس کرتا ہو تو اس کے لیے قیام ترک کرنا جائز ہے۔ اور اگر تھوڑی سی مشقت لاحق ہوتی ہو تو ترک جائز نہیں۔" اھ۔ اسی کے مثل کافی وغیرہ میں بھی ہے۔ اور خانیہ میں ہے: "جو شخص مشقت ہی سے سہی، وضو کرسکتا ہے اس کے لیے تیمم جائز نہیں" اھ علامہ شامی نے فرمایا: "ظاہر یہ ہے کہ وہ چراغ وغیرہ جلانے کا مکلف نہیں اگرچہ یہ اس کے لیے ممکن ہو" اھ **اقول** ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ مسئلہ نجاستوں کی تطہیر سے متعلق فقہاء کے اس قول سے اخذ کیا ہے: "اگر رنگ یا بُو جیسا کچھ اثر باقی رہ جائے جو زائل نہیں ہوتا تو یہ مضر نہیں لہذا اسے دُور کرنے

---

[1] ردالمحتار باب الامامة مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۱
[2] فتح القدیر باب صلوٰۃ المریض نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۵۷
[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فیما یجوز له التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸
[4] ردالمحتار باب الامامة مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۱
[5] الدرالمختار مع الشامی باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۱
[6] ردالمحتار " " " "

کے لیے گرم پانی یا صابون یا ایسی ہی کوئی اور چیز استعمال کرنے کا مکلف نہیں" اھ درمختار "گرم پانی یعنی جو (اس مقصد سے) گرم کیا گیا ہو۔ صابون جیسی کوئی اور چیز جیسے حرض اور اشنان (صابن کی طرح صفائی لانے کے لیے استعمال ہونے والی گھاسیں ہیں) اھ۔ شامی۔ (ت)

وھھنا مسألتان مسألۃ الجماعۃ و مسألۃ التیمم الذی نحن فیہا۔

یہاں دو مسئلے ہیں، ایک مسئلہ جماعت، دوسرا مسئلہ تیمم جو زیر بحث ہے (دونوں کی قدرے توضیح و تفصیل کی جائے تو مسئلہ کا حکم واضح ہوسکتا ہے)

اما الاولی فاقول الظاھر[ف۱] فیہا عندی البناء علی التیسر[ف۲] فمن عندہ فانوس متقد ویقدر علی الخروج بہ الی المسجد اوکان متقدا والاٰن اطفاہ وفیہ دھن وعندہ کبریت فای مشقۃ تلحقہ فی ایقادہ والخروج بہ نعم من[ف۳] لیس عندہ اولہ واحد وفی البیت العیال، ان خرج بہ تعسرت علیہم الاعمال، اوھالت ظلمۃ اللیل الاطفال، اوامرأۃ وحدھا مالہا مونس فی الحال، فھذا لایؤمر بان یحصل الاٰن فانوسا بشراء اوسؤال،

(۱) **مسئلہ جماعت۔ اقول** اس میں میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ آسانی سے میسر آنے پر حکم کی بنا رکھی جائے جس کے پاس جلتا ہوا چراغ یا لالٹین موجود ہے اور اسے لے کر مسجد جاسکتا ہے ـــــ یا چراغ پہلے جل رہا تھا، اس وقت بجھادیا ہے مگر اس میں تیل موجود ہے اور اس کے پاس دیا سلائی بھی ہے تو اسے جلانے اور لے کر مسجد جانے میں کون سی مشقت ہے؟ ہاں جس کے پاس چراغ نہیں ـــــ یا ہے مگر ایک ہی ہے اور گھر میں بال بچے ہیں کہ اگر لے کر چلا گیا تو ان کے کاموں میں دشواری ہوتی ہے یا رات کی تاریکی سے بچے خوف و دہشت میں مبتلا ہوتے ہیں، یا اکیلی عورت ہے جو فی الحال کوئی مونس نہ ہونے کی وجہ سے تاریکی میں خوف زدہ ہوتی ہے تو ایسے شخص کو اس حالت میں کوئی چراغ خرید کر یا مانگ کر حاصل کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا۔ (ت)

وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشر[ف۴] المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیٰمۃ[۱] اخرجہ ابوداؤد والترمذی بسند صحیح عن بریدۃ وابن ماجۃ

جب کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ "تاریکیوں میں مسجدوں تک کثرت سے پیادہ جانے والوں کو روزِ قیامت بھرپور روشنی ملنے کی بشارت دے دو"۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی

---

[۱] سنن ابی داؤد باب ماجاء فی فضل المشی الی الصلوٰۃ فی الظلم مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۸۳

والحاکم عن انس وسھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنھم وفی اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل اعمی فقال یارسول اللہ لیس لی قائد یقودنی الی المسجد فسأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یرخص لہ فیصلی فی بیتہ فرخص لہ فلما ولی دعاہ فقال ھل تسمع النداء بالصلاۃ قال نعم قال فاجب[1] رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نے بسند صحیح حضرت بریدہ سے۔ اور ابن ماجہ وحاکم نے حضرت انس اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی" اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص حاضر ہوئے، عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی مسجد لے جانیوالا نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انھیں گھر میں نماز ادا کر لینے کی رخصت مرحمت فرمادیں۔ حضور نے انہیں رخصت دے دی۔ جب وہ واپس چلے تو انھیں بلاکر فرمایا: کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: "تو حاضری دو"۔ یہ حدیث امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ (ت)

اقول حکم اولاً بالرخصۃ وھی الحکم العام ثم ارشدہ الی العزیمۃ ولابی داؤد والنسائی عن عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ قال یارسول اللہ ان المدینۃ کثیرۃ الھوام والسباع فھل تجد لی من رخصۃ قال ھل تسمع حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح قال نعم قال فحیھلا[2]۔

اقول حضور نے پہلے انھیں رخصت کا حکم دیا جو حکم عام ہے۔ پھر انھیں عزیمت کی جانب ہدایت فرمائی۔ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! مدینہ میں زہریلے جانور اور درندے بہت ہیں تو کیا میرے لیے کوئی رخصت ہے؟ فرمایا: تم حی علی الصلٰوۃ، حی علی الفلاح (آؤ نماز کی طرف، آؤ فلاح کی طرف) سنتے ہو؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: تب حاضری دو۔ (ت)

اقول لم یجبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالنفی بل بدأ بسؤال لیرشدہ الی العزیمۃ فاذا کانت نفس الشارع

اقول: حضور نے رخصت کے سوال پر نفی میں جواب دیا، بلکہ ازسرِنو ایک سوال کر دیا تاکہ عزیمت کی جانب انھیں ارشاد و رہنمائی فرما سکیں۔ جب

---

[1] صحیح مسلم فصل صلٰوۃ الجماعۃ و بیان التشدید قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۲/۱

[2] سنن ابی داؤد التشدید فی ترک الجماعۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۸۱/۱

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متشوقۃ الی حضور الجماعۃ الی ھذہ الغایۃ فکیف یقال تسقط عنہ الجماعۃ بظلمۃ اللیل وان کان ایقادہ نحوفانوس وخروجہ بہ متیسرا بلا کلفۃ اصلا ومسألۃ النجاسۃ انما امرنا فیھا بالتطہیر بالماء وقد حصل ومایشق زوالہ عفو والعفو لایتکلف فی ازالتہ۔

حضرت شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے قلب پاک جماعت میں لوگوں کی حاضری کا اس حد تک مشتاق ہے تو یہ حکم کیسے دیا جا سکتا ہے کہ رات کی تاریکی میں جماعت ساقط ہے اگرچہ چراغ وغیرہ جلانا اور لے کر جانا با آسانی اور بغیر کسی زحمت کے میسر ہو۔ اور مسئلہ نجاست میں ہمیں صرف یہ حکم تھا کہ پانی سے پاک کردیں یہ کام ہوگیا اور جس اثر کا دُور ہونا دشوار ہو وہ معاف ہے اور جو معاف ہے اسے دُور کرنے کا مکلف نہیں۔ (ت)

واما الثانیۃ فاقول یبنی الامر فیھا علی الامکان لما علمنا ان قلیل المشقۃ لایکون عذرا فیہ مالم تشتد وتبلغ حد الحرج والضرر ولذا لم یبیحوا للمحدث التیمم لاجل البرد[1] کما فی الخانیۃ والخلاصۃ والمصفی والفتح والنھر وغیرھا وقد اوجبوا فیہ علی الجنب دخول الحمام باجرۃ او تسخین الماء ان قدر فی الھندیۃ یجوز التیمم اذا خاف الجنب اذا اغتسل ان یقتلہ البرد اویمرضہ والخلاف فیما اذا لم یجد مایدخل بہ الحمام فان وجد لم یجز اجماعا وفیما اذا لم یقدر علی تسخین الماء فان قدر لم یجز ھکذا فی السراج الوھاج[2] اھ فاتضح ماذکرتہ فی تصویر المسألۃ۔

(۲) مسئلہ تیمم۔ اقول، اس میں بنائے حکم امکان پر ہے اس لیے کہ معلوم ہے اِس میں معمولی مشقت عذر نہیں جب تک شدید اور حرج و ضرر کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ اسی لیے حدث والے کے لیے ٹھنڈک کی وجہ سے تیمم مباح نہ ہوا جیسا کہ خانیہ، خلاصہ، مصفٰی، فتح القدیر، النہر الفائق وغیرہا میں ہے ــ اور جنابت والے پر اجرت دے کر حمام میں نہانا یا اگر قدرت ہو تو پانی گرم کرنا واجب ہوا۔ ہندیہ میں ہے، "جنابت والے کو جب یہ خوف ہو کہ غسل کرے گا تو ٹھنڈک سے ہلاک ہوجائیگا یا بیمار پڑجائے گا تو تیمم جائز ہے۔ اور حمام میں جاکر نہلانے کی اجرت اس کے پاس نہ ہو تو اس صورت میں اختلاف ہے اور اگر اجرت اس کے پاس ہو تو بالاجماع اس کے لیے تیمم جائز نہیں۔ اس صورت میں بھی اختلاف ہے جب

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول من التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸

پانی گرم کرنے پر قادر نہ ہو۔ اگر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں۔ ایسا ہی سراج وہاج میں ہے اھ۔ ابتداءً صورتِ مسئلہ بیان کرتے ہوئے ہم نے جو ذکر کیا ہے اس کی صحت مذکورۂ بالا تفصیلات سے روشن ہو جاتی ہے۔ (ت)

(۹۴ تا ۹۶) **اقول** بدستور اگر روشنی کا سامان بقیمت ملتا ہے اور اس کے پاس حاجت سے زائد قدر قیمت موجود ہے یا بیچنے والا اُدھار پر راضی اور قیمت مثل پر زیادت فاحشہ نہیں خریدنا واجب ورنہ تیمم کرے۔

(۹۷) **اقول** مسئلہ نمبر ۹۲ سے دو فائدے اور حاصل ہوئے ایک یہ کہ اگر مسافر جنگل میں اُترا اور اندھیری رات ہے اور کنویں تک جانے میں خوف ہے تیمم کرے کہ جب گھر میں تیمم کی اجازت دی تو جنگل میں بدرجۂ اولیٰ۔

(۹۸ تا ۱۰۲) **اقول** دوم یہ کہ نمبر ۸ تا ۱۲ میں کہ پانی پر درندے[۹۸] سانپ آگ یا رہزن[۹۹] یا دشمن[۱۰۰] یا فاسق[۱۰۱] یا قرضخواہ[۱۰۲] کا ہونا مذکور ہوا اگر ان اشیاء کا فی الحال وہاں ہونا معلوم نہیں مگر صحیح اندیشہ ہے جب بھی اجازت تیمم ہے کہ ظلمت شب میں کوٹھری میں جاتے ہوئے اُسی مظنہ سے خوف ہے نہ شے معلوم التحقق سے۔

(۱۰۳ تا ۱۱۱) دشمن و فاسق و قرضخواہ کی ہر صورت میں بدستور وہ تین تین صورتیں ہوں گی کہ اُجرت پر لا دینے والا زیادہ مانگتا ہے یا اُدھار پر راضی نہیں یا یہ دے ہی نہیں سکتا تو تیمم کرے۔

(۱۱۲ تا ۱۱۵) **اقول** یونہی اگر رات کو جنگل میں ہے اور گود میں بچہ اور اُسے پانی تک لے جانے میں بھیڑیے کا اندیشہ اور کوئی ایسا نہیں کہ پانی لا دے یا جس کے بچے کو چھوڑ جائے یا ہے اور زیادہ اجرت کا طالب یا یہ دے نہیں سکتا یا مال اور جگہ ہے اور وہ ادھار پر راضی نہیں ان صورتوں میں بھی تیمم کرے مرد ہو خواہ عورت۔

(۱۱۶ و ۱۱۷) سخت تڑاقے[عہ] کی دھوپ پڑ رہی ہے یا شدت کی ٹھنٹھر ہے پالا گر رہا ہے ان عذروں کے سبب پانی لینے کو جانا واقعی سخت دشوار اور ناقابلِ برداشت تکلیف کا باعث ہے اور انتظار میں وقت جاتا ہے تیمم سے پڑھ کر وضو سے اعادہ کرے کما سیأتی۔

(۱۱۸ تا ۱۲۲) **اقول** یونہی اگر ہولناک آندھی چل رہی ہے خصوصاً رات میں یا معاذ اللہ زلزلہ ہے یا عیاذاً باللہ بجلی تڑپ تڑپ کر گر رہی ہے یا کثرت سے اولے پڑ رہے ہیں یا کیچڑ اندھن بشدت ہے کہ یہ سب[۱] جماعت تو جماعت خود فرض جمعہ میں عذر ہیں تو اسی طرح تیمم کے لیے بھی اور حکم اعادہ بدستور۔ درمختار باب الامامۃ میں ہے:

لاتجب علی من حال بینہ و بینہا مطر و | اس شخص پر جماعت واجب نہیں جس کی حاضری جماعت

عہ البرودۃ یذکر فی النمرۃ بعدھا والحر فی ۱۲۳ عن عدۃ کتب ۱۲ منہ غفرلہ (م)

برودت کا ذکر اس کے بعد والے نمبر میں آئے گا اور حرارت کا ذکر نمبر ۱۲۳ میں متعدد کتابوں سے آئے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

طين و برد شديد وظلمة كذلك و ريح ليلا لا نهارا[1]

میں سخت بارش، کیچڑ، ٹھنڈک اور تاریکی حائل ہو یا رات کے وقت آندھی حائل ہو دن کو نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وانما كان عذر الليلا فقط لعظم مشقته فيه دون النهار[2] اھ۔

یہ صرف رات کو عذر ہوا کیونکہ اس وقت اس کے لیے بڑی مشقت و دشواری ہے دن میں یہ بات نہیں اھ (ت)

اقول وانت تعلم ان على شدة الاذية المدار فان ثبت نهارا ثبتت الرخصة او لم تثبت ليلا لم تثبت۔

اقول، معلوم ہے کہ مدارِ تکلیف و اذیت کی شدت پر ہے اگر یہ دن میں متحقق ہو تو دن میں بھی رخصت ہوگی اور اگر رات میں متحقق نہ ہو تو رات کو بھی رخصت نہ ہوگی۔ (ت)

اسی کے باب الجمعہ میں ہے،

شرط لافتراضها عدم مطر شديد ووحل وثلج ونحوهما[3]

فرضیتِ جمعہ کے لیے شرط ہے کہ سخت بارش، کیچڑ، برف اور ایسی ہی کوئی چیز حائل نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اى كبرد شديد كما قدمناه فى باب الامامة[4] اھ

یعنی جیسے سخت ٹھنڈک، جیسا کہ اسے ہم باب الامامۃ میں بیان کرچکے ہیں۔ (ت)

اقول بل قدمه هو كما رأيت الأن وشمل قوله نحوهما ما زدت من زلزلة وصاعقة والعياذ بالله تعالٰى بل بالاولى كما لا يخفى۔

اقول: نہیں بلکہ خود صاحبِ دُرِمختار نے اسے پہلے بیان کیا ہے جیسا کہ ان کی عبارت ابھی نقل ہوئی۔ اور ان کا قول نحوهما (ایسی ہی کوئی چیز) زلزلہ اور صاعقہ، والعیاذ باللہ تعالٰی، جن کا میں نے اضافہ کیا انھیں بھی شامل ہے بلکہ یہ تو بدرجۂ اولٰی شامل ہوں گے جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب الامامۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۱
[2] ردالمحتار " " "
[3] الدرالمختار مع الشامی باب الجمعہ " ۱/۶۰۱ و ۶۰۳
[4] ردالمحتار " " ۱/۶۰۳

(۱۲۳) جس طرح شدّت کا مینہ جمعہ وجماعت میں عذر ہے کما تقدم عن الدّر (جیسا کہ دُرِمختار کے حوالہ سے گزرا ۔ ت) یوں ہی جمع العلوم وملتقی ومجتبٰی وکفایہ وقنیہ وحلیہ وبحر وہندیہ وغیرہا میں اُسے تیمم کے لیے بھی عذر گنا۔

كما قدمته في ۸۰ ففي الحلية والبحر عن المبتغى بالغين المعجمة من كان في كلة جاز تيممه لخوف البق او مطر او حر شديد آلخ[1]۔

جیسا کہ میں نے "الظفر لقول زفر ۸۰" میں نقل کیا ہے تو حلیہ اور بحر میں مبتغی ۔ بغین معجمہ ۔ کے حوالہ سے ہے "جو کلّہ (مچھردانی کی طرح مچھر وغیرہ سے بچانے والے چھوٹے سے خیمہ) میں ہو اس کے لیے پسّو یا بارش یا سخت گرمی کے اندیشہ سے تیمم جائز ہے اگر وقت نکلنے کا خوف ہو۔ (ت)

قلت ورأيته في بعض الكتب بزيادة او برد وكان تركهم من باب الاكتفاء كما قال في جامع الرموز عند قوله لبعده ميلا او مرض او برد تخصيص البرد من قبيل الاكتفاء فان الحر الشديد مبيح التيمم[2] اھ وعزاه للزاهدي۔

قلت اور یہ مسئلہ میں نے بعض کتب میں "او برد" (یا ٹھنڈک) کے اضافہ کے ساتھ دیکھا ہے گویا علماء کا اسے ذکر نہ کرنا چند کے ذکر پر اکتفاء کے طور پر ہے جیسا کہ جامع الرموز میں "لبعدہ میلا او مرض او برد" (ایک میل دُوری یا بیماری یا سردی کی وجہ سے) کے تحت لکھا ہے خاص سردی کا ذکر اکتفاء کے قبیل سے ہے اس لیے کہ سخت گرمی سے بھی تیمم جائز ہوجاتا ہے اھ۔ اور اسے زاہدی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ (ت)

اقول مگر یہ بظاہر بہت عجب ہے کہ پانی کا وجود تیمم کا موجب ہو شدّت کے مینہ میں وضو وغسل سب کچھ ہوسکتا ہے خود مینہ سے یا پرنالے سے یا کسی برتن میں پانی لے کر۔

وانا **اقول** وباللہ التوفیق (اور میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں ۔ ت) اس کی ایک ظاہر صورت یہ ہے کہ وضو کرنا ہے اور سر پر دیر تک پانی گرنا مثلاً بوجہ ضعف دماغ مضر ہے اور چھتری یا چادر وغیرہ نہیں جس سے سر کو پانی سے بچاسکے نہ چھجے کا کوئی پرنالہ چل رہا ہے کہ چھجے کے نیچے کھڑا ہو کر اُس سے وضو کرے یا ہوا سے پانی کی دھاریں اسی طرف آرہی ہیں کہ چھجا حاجب نہ ہوگا نہ خادم غلام لڑکا کوئی ایسا ہے کہ پانی لے کر اسے دے دے نہ کوئی برتن کہ اُسے کسی پرنالے کے نیچے رکھے یا پرنالہ ہی نہیں اور مینہ میں رکھے تو پانی قابلِ وضو اتنی دیر میں جمع ہو کر وقت نکل جائے غرض وضو کی کوئی صورت نہیں سوا اس کے کہ مینہ میں کھڑا ہو کر اعضائے وضو دھوئے اور اتنی دیر تک پانی سر پر لے اور یہ اُسے مضر ہے تو یہاں مینہ کا وجود ہی وضو سے مانع ہوا اور نہ وضو مضر نہ تھا۔

۱؎ البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴۰

۲؎ جامع الرموز فصل فی التیمم المکتبۃ الاسلامیہ ایران ۱/ ۶۶

(۱۲۴) **اقول** دوسری دقیق صورت یہ ہے کہ وضو کرنا یا نہانا ہے اور پانی اصلاً مضر نہیں مگر اور طریقے مسدود ہیں سوا اس کے کہ مینہ میں کھڑا ہو کر وضو یا غسل کرے اور کوئی خلوت کا امکان نہیں کہ کپڑے اتار کر طہارت کرے مثلاً سفر میں سرِ راہ ہے اور کپڑے باریک ہیں کہ پانی میں بھیگ کر بے ستری ہوگی اور باندھنے کو کوئی دبیز رنگین تہبند نہیں تو استظہارِ حلیہ وغنیہ مذکور نمبر ۳۴ پر مطلقاً تیمم کا حکم ہوگا اور اگر وقت اتنا نہیں کہ ان بھیگے کپڑوں کو نچوڑ کر خشک کرکے پہننے تک باقی رہے تو دوسرے قول پر بھی صریح عذر موجود ہے کہ اب خود نماز میں بے ستری ہوگی لہٰذا تیمم کرے پھر پانی سے طہارت کرکے اعادہ۔

(۱۲۵ تا ۱۳۰) **اقول** ان دونوں صورتوں میں حسبِ دستور تین تین صورتیں اور نکلیں گی کہ پانی لے دینے والا اُجرت چاہتا ہے یا برتن یا تہبند کرایہ پر ملتا ہے اور یہ مفلس ہے یا وہ ادھار پر راضی نہیں یا اجرت مثل سے بہت زائد مانگتا ہے۔

(۱۳۱ تا ۱۳۵) **اقول** پہاڑ سے لگاتار پانی جھر رہا ہے مگر خفیف نہ دھار بندھ کر اور ریت میں جذب ہوتا جاتا ہے اُس کے پاس کوئی ایسا کپڑا نہیں نہ مول ملتا ہے جسے گزرگاہِ آب پر پھیلا کر اُسے اعضا پر نچوڑ کر یا کسی برتن میں جمع کرکے وضو کرے یا خریدنے کو دام نہیں یا دوسری جگہ ہیں اور وہ اُدھار نہیں دیتا یا قیمت سے بہت زیادہ مانگتا ہے یا کپڑا موجود ہے مگر اُسے یُوں بھگونے نچوڑنے میں ایک درم یا زیادہ کا نقصان ہے پانچوں صورتوں میں تیمم کرے۔

(۱۳۶) انہی عبارات میں گزرا کہ اگر مچھروں کے خوف سے مسہری کے اندر پردے چھوڑے ہوئے ہے اور وقت جاتا ہے تیمم سے پڑھ لے یعنی پھر اعادہ کرے **اقول** مچھر پسّو سے ایسی اذیت جس کے خوف کے باعث ترک وضو وغسل کی اجازت ہو بعید ہے ہاں ڈانس کی ایذا شدید ہے۔

(۱۳۷) **اقول** یونہی اگر پانی کے پاس مہال چھڑی ہوئی ہے اور انتظار میں خوفِ فوت وقت ہے۔

وھو داخل فی معنی ما نصوا علیہ من خوف سبع وحیۃ وان لم یدخل فی لفظہ وکذا صاحبہ السابق۔

درندے اور سانپ کا خوف جس کی فقہاء نے تصریح کی ہے یہ اس کے معنٰی کے تحت داخل ہے اگرچہ اس کے لفظ میں داخل نہیں۔ اسی طرح اس سے پہلے والی صورت۔ (ت)

(۱۳۸ تا ۱۴۱) **اقول** جو پانی تک نہ جاسکتا ہو مثلاً لُنجھا یا اپاہج یا پاؤں کٹا ہوا یا مفلوج یا مریض یا نقیہ یا نہایت بوڑھا کہ چل نہیں سکتے یا اندھا جسے اٹکل نہیں یا رات کو شبکور یا کوہ وغیرہ کے دورے کے باعث چلنے سے معذور اُس کے پاس اگر نوکر یا غلام یا بیٹا پوتا کوئی ایسا نہیں جس پر اس کی خدمت لازم ہو نہ ایسا کہ اس کے

کنے سے لادے نہ اُجرت پر لانے والا یا اجیر ہے مگر یہ اُجرت پر قادر نہیں یا قادر ہے مگر مال دوسری جگہ اور وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اجرت مثل سے بہت زیادہ مانگتا ہے تیمم کرے اور اعادہ نہیں علماء نے ان معذوروں کا ذکر جمعہ و جماعت میں فرمایا ہے

وقیدت الاعمی بمن لایھتدی تبعا لما حقق العلامۃ الشامی رحمہ اللّٰہ تعالٰی۔

اندھے کے لیے میں نے یہ قید لگائی "جسے اٹکل نہیں" یعنی خود راہ نہیں طے کر پاتا۔ یہ قید علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی کی تحقیق کے اتباع میں ہے۔ (ت)

اقول وزدت النقیہ وھو غیر المریض والاعشی ومن بہ وجہ خاصرۃ او غیرھا لایستطیع معہ المشی بل ھو داخل فی عدہم المقعد علی احد تفسیریہ انہ الذی لاحراک بہ من داء فی جسدہ کان الداء اقعدہ وقیل المقعد المتشنج الاعضاء[1] ش عن المغرب۔

اقول میں نے ان سب کا اضافہ کیا، نقیہ (نقاہت، انتہائی کمزوری والا) یہ مریض سے الگ ہے۔ شبکور (رتوندی) یا کمر وغیرہ کے درد کے باعث چلنے سے معذور بلکہ مُقعد (اپاہج) کی ایک تفسیر کے پیش نظر علماء کے شمارِ مقعد میں یہ بھی داخل ہے وہ تفسیر یہ ہے کہ مُقعد وہ ہے جس میں جسم کی کسی بیماری کی وجہ سے حرکت نہ ہو گویا بیماری نے اسے بٹھا دیا ہے۔ اور کہا گیا کہ اپاہج وہ ہے جس کے اعضاء میں تشنج (کھچاؤ) پایا جاتا ہو۔ شامی بحوالہ مغرب (ت)

اور اگر پانی تک جا تو سکتا ہے مگر ضعف یا مرض یا ہاتھوں میں درد وغیرہ کے باعث بھر نہیں سکتا تو یہ نمبر ۱۷ ہے۔

(۲۳۱) جنب کو جنب ہونا یاد نہ رہا مسجد میں چلا گیا اب یاد آیا یا معتکف مسجد میں سوتا تھا کہ اُسے جائز ہے یا غیر معتکف اگرچہ اُسے منع ہے اور نہانے کی حاجت ہُوئی یہ لوگ نہ مسجد میں چل سکتے ہیں نہ ٹھہر سکتے ہیں نہ مسجد میں غسل ہوسکتا ہے ناچار یہ صورت عجز ہُوئی فوراً تیمم کریں اگرچہ مسجد کی زمین یا دیوار سے اور معاً باہر چلے جائیں اگر جا سکتے ہوں اور اگر باہر جانے میں بدن یا مال پر صحیح اندیشہ ہے تو تیمم کے ساتھ بیٹھے رہیں بیٹھنے کی صورت میں تیمم ضرور واجب ہے وخلافہ غیر بین ولا مبین (اس کے برخلاف جو کہا گیا وہ نہ تو واضح ہے نہ اس پر کوئی بیان ودلیل۔ ت) اور نکلنے کی صورت میں بہت اکابر اس تیمم کو صرف مستحب جانتے ہیں اور فوراً بلا تیمم نکل جانا بھی جائز جانتے ہیں اور احوط تیمم ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۰

اقول ذہنِ فقیر میں یہاں بعض مہم تفصیلیں ہیں :

اوّلاً اس تیمم کے کرنے میں جہاں تک حدِ امکان ہو تعجیل تام کا حکم ہے تو جو صورت جلد سے جلد تیمم ہو جانے کی ہو اُس کا بجالانا واجب اور ادنیٰ تاخیر ناجائز کہ بضرورت اُتنی ہی دیر اس سے توقف کی اجازت ہوئی ہے جس میں تیمم کر سکے ایک لحظہ بھی تیمم کرنے میں تاخیر روا نہیں کہ اتنی دیر بلاضرورت بحالِ جنابت مسجد میں ٹھہرنا ہوگا اور یہ حرام ہے لہٰذا اگر اس کے ہاتھ کے پاس مثلاً کوئی مٹی کا برتن رکھا ہے اور دیوار قدم بھر دُور ہے تو واجب کہ اُسی برتن سے فوراً تیمم کرے اور اگر دیوار قریب اور برتن دُور ہے یا ہے ہی نہیں تو اگر مسجد میں جہاں یہ بیٹھا ہے فرش نہیں تو زمینِ مسجد و دیوار میں نسبت دیکھی جائے گی اگر دیوار سے متصل ہے کہ صرف ہاتھ بڑھانا ہوگا تو اختیار ہے دیوار سے تیمم کرے یا زمین سے اور اگر دیوار تک کچھ بھی سرکنا ہوگا تو خاص زمینِ مسجد سے تیمم کرے دیوار تک نہ جائے اور اگر مسجد میں فرش ہے تو دیوار تک پہنچنا یا اُس فرش کا ہٹانا جو جلد ہو سکے وہ کرے۔

ثانیاً یہ تیمم مسجد سے نکل جانے کے لیے تھا کہ بحالِ جنابت[ف] جس طرح مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے یوں ہی ہمارے نزدیک اُس میں چلنا بھی حرام ہے اب کہ تیمم کر چکا فوراً نکل جائے اور اگر مسجد میں چند دروازے ہیں تو وہ دروازہ اختیار کرے جو قریب تر ہو[ف] اس نکلنے میں خواہ مسجد سے باہر جاکر اس تیمم سے کسی آیت کی تلاوت نہیں کر سکتا کہ یہ تیمم باوصف قدرتِ آب محض خروج عن المسجد کے لیے تھا ہاں اگر باہر جانے میں جان یا مال یا آبرو کا صحیح اندیشہ ہو تو اسی تیمم سے مسجد میں ٹھہرا رہے مگر[ف] نماز و تلاوت نہیں کر سکتا اُن کے لیے دوبارہ اُن کی نیت سے تیمم کرنا ہوگا۔

ثالثاً نکلنے کے لیے تیمم کا حکم وجوباً خواہ استحباباً اُس صورت میں ہونا چاہئے جبکہ عین کنارۂ مسجد پر نہ ہو کر پہلے ہی قدم میں خارج ہو جائے گا جیسے دروازے یا حُجرے یا زمین پیش حجرہ کے متصل سوتا تھا اور احتلام ہوا یا جنابت[ف] یاد نہ رہی اور مسجد میں ایک ہی قدم رکھا تھا ان صورتوں میں فوراً ایک قدم رکھ کر باہر ہو جائے کہ اس خروج میں مرور فی المسجد نہ ہوگا اور جب تک تیمم پُورا نہ ہو بحالِ جنابت مسجد میں ٹھہرا رہے گا۔ ھذا ما عندی واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے :

کان الرجل فی المسجد فغلبہ النوم واحتلم تکلموا فیہ قال بعضھم لایباح لہ الخروج قبل التیمم وقال بعضھم یباح اھ[1]

آدمی مسجد میں تھا کہ اسے نیند آگئی اور احتلام ہو گیا اس کے بارے میں علماء نے کلام کیا ہے بعض نے کہا تیمم سے پہلے اس کے لیے نکلنا جائز نہیں۔ اور بعض نے کہا

---

[1] فتاوٰی قاضیخان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

3

وفی الاختیار شرح المختار ثم الشلبیۃ نام فی المسجد فاجنب قیل لایباح لہ الخروج حتی یتیمم وقیل یباح اھ[1] وفی تیمم البحر عن المحیط عہ اصابتہ الجنابۃ فی المسجد قیل لایباح لہ الخروج من غیر تیمم اعتبارا بالدخول وقیل یباح لان فی الخروج تنزیہ المسجد عن النجاسۃ وفی الدخول تلویثہ بہا اھ[2]۔

جائز ہے اھ اختیار شرح مختار پھر شلبیہ میں ہے ''مسجد میں سوگیا پھر اسے جنابت لاحق ہوئی، کہا گیا جب تک تیمم نہ کرے اس کے لیے نکلنا جائز نہیں۔ اور کہا گیا کہ جائز ہے'' اھ۔ البحرالرائق کے باب تیمم میں محیط کے حوالہ سے ہے ''کسی کو مسجد میں جنابت لاحق ہوئی تو کہا گیا کہ بغیر تیمم اس کے لیے نکلنا جائز نہیں جیسے جنبی کے لیے بغیر تیمم مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نکلنا بغیر تیمم کے بھی جائز ہے اس لئے کہ نکلنے میں مسجد کو نجاست سے خالی اور منزہ کرنا ہوگا جب کہ داخل ہونے میں اسے نجاست سے آلودہ کرنا ہوگا اس لیے حکم خروج کا دخول پر قیاس درست نہیں اھ (ت)

واحال تمامہ علی الحیض وقال ثمہ وفی منیۃ المصلی ان احتلم فی المسجد تیمم للخروج اذا لم یخف وان خاف یجلس مع التیمم ولا یصلی ولا یقرؤ اھ وصرح فی الذخیرۃ ان ھذا التیمم مستحب وظاھر ما قدمناہ فی التیمم عن المحیط انہ واجب ثم الظاھر ان المراد بالخوف الخوف من لحوق ضرر بہ بدنا اوما کان یکون لیلا اھ[3] کلامہ وھو برمتہ

بحر نے حوالہ دیا کہ اس کا پورا بیان باب الحیض میں ہے۔ وہاں یہ لکھا ہے ''منیۃ المصلی میں ہے: اگر مسجد میں احتلام ہوا تو نکلنے کے لیے تیمم کرے اگر کوئی خوف نہ ہو، اور خوف کی صورت ہو تو تیمم کرکے بیٹھا رہے اس سے نہ نماز پڑھے نہ تلاوت کرے اھ اور ذخیرہ میں تصریح ہے کہ یہ تیمم مستحب ہے اور محیط کے حوالہ سے باب التیمم میں ہم جو ذکر کرچکے ہیں اس کا ظاہر یہ ہے کہ واجب ہے۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ خوف سے مراد بدن یا مال کو کوئی ضرر پہنچنے کا خوف ہے مثلا رات کا

عہ یعنی الرضوی کما یظھر بمراجعۃ الحلیۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی محیط رضوی جیسا کہ حلیہ دیکھنے سے پتا چلتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] حاشیۃ شلبیۃ مع التبیین باب الحیض بولاق مصر ۱/ ۵۶

[2] البحرالرائق باب التیمم عند قولہ ولو جنبا او حائضا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴۷

[3] البحرالرائق باب الحیض " " ۱/ ۱۹۶

31
31

ماخوذ عن الحلیۃ الا لفظ الظاھر فانہ اوردکلام المحیط وعزا مثلہ الخانیۃ ثم قال وھذا صریح فی ان الخلاف فی الاباحۃ اھ[1] ۔

وقت ہو" اھ بحر کی عبارت ختم ہوئی۔ سوائے لفظ "ظاہر" کے یہ سارا کلام حلیہ سے ماخوذ ہے اس لیے کہ اس میں محیط کی عبارت نقل کی ہے اور یہ بھی حوالہ دیا ہے کہ اسی کے مثل خانیہ میں ہے پھر لکھا ہے کہ "یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اختلاف جواز میں ہے" اھ (ت)

اقول وھو کما تری لا شبھۃ فیہ فلا ادری لم بدل الصریح بالظاھر وان تبعہ فیہ اخوہ المدقق فی النھر ثم ابو السعود علی مسکین ثم ط علی الدر ھذا۔

اقول اور واقعۃً اس میں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ عبارتوں سے عیاں ہے۔ پھر نہ معلوم کیوں صاحب بحر نے لفظ صریح کی جگہ لفظ ظاہر استعمال کیا اگرچہ اس میں ان کے برادر مدقق نے النہر الفائق میں پھر ابو السعود نے حاشیہ ملا مسکین میں پھر طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں ان کی پیروی کی ہے۔ (ت)

وقال فی الحلیۃ تحت قول المتن المذکور ھذا قول بعض المشایخ والتیمم عند ھذا القائل مستحب فی الفصلین کما صرح بہ فی الذخیرۃ اھ ثم ذکر ما فی المحیط والخانیۃ وانہ صریح فی ان الخلاف فی الاباحۃ قال ثم الظاھر انھا (ای الاباحۃ) الاشبہ کما ھو غیر خاف عن المتأمل ان شاء اللہ تعالٰی

حلیہ میں متن کی مذکورہ عبارت کے تحت ہے: "یہ مشائخ میں سے بعض کا قول ہے اور اس قائل کے نزدیک تیمم دونوں ہی صورتوں میں مستحب ہے جیسا کہ ذخیرہ میں اس کی تصریح ہے" اھ پھر محیط اور خانیہ کی بات بیان کی ہے اور یہ کہ یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اختلاف جواز میں ہے۔ لکھا ہے: "پھر ظاہر یہ ہے کہ وہ (یعنی اباحت) ہی زیادہ مناسب ہے جیسا کہ غور کرنے والے پر مخفی نہ ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی۔

فان قلت بل یتعین لما فی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اقیمت الصلاۃ وعدلت الصفوف فخرج الینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما قام فی مصلاہ ذکر انہ

اگر یہ کہو کہ جواز و اباحت ہی متعین ہے اس لیے کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: "نماز کی اقامت ہوئی اور صفیں برابر کی گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے جب جائے نماز پر کھڑے

---

[1] حلیہ

جنب فقال لنا مكانكم ثم رجع فاغتسل ثم خرج الينا و رأسه يقطر فكبر فصلينا معه فان الظاهر انه صلى الله تعالى عليه وسلم لم يتيمم لخروجه من المسجد و الا لحكاه ابوهريرة رضى الله تعالى عنه واذا لم يتيمم له كان الخروج منه بلا تيمم مباحا وهو المطلوب قلت انه صلى الله تعالى عليه وسلم كان مباحا له دخول المسجد و المكث فيه جنبا[1] اھ هذا اتمام كلامه رحمه الله تعالى ملخصا۔

ہو گئے تو حضور کو یاد آیا کہ وہ جنابت کی حالت میں ہیں، فرمایا، تم لوگ اپنی جگہ رہو۔ پھر واپس تشریف لے گئے، غسل فرمایا پھر تشریف لائے اور سر سے پانی ٹپک رہا تھا پھر تکبیر کہی اور ہم نے حضور کے ساتھ نماز ادا کی"۔ اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسجد سے نکلنے کے لیے تیمم نہ فرمایا ورنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے بیان کرتے۔ اور جب اس کام کے لیے تیمم نہ فرمایا تو حضور کا بلا تیمم نکلنا جائز و مباح ہوا اور ہم بھی یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے بحالتِ جنابت مسجد میں داخل ہونا اور ٹھہرنا مباح تھا" اھ ۔۔ یہ سب محقق حلبی رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کی تلخیص ہے۔ (ت)

اقول سبحٰن الله كيف يباح للجنب المكث فى المسجد بلا تيمم وهو حرام اجماعا والخائف ان عجز عن الخروج والاغتسال فهو بسبيل من التيمم والتيمم طهارة صحيحة عند العجز عن الماء فاباحة اللبث فى المسجد جنبا مع القدرة على الطهارة مما تنبو عنه القواعد الشرعية وان جزم به فى التاترخانية ايضا فعنها فى الهندية اذا خاف الجنب او الحائض سبعا او لصا او بردا فلا باس بالمقام فيه والاولى ان يتيمم تعظيما للمسجد[2] اھ بل فى

اقول: سبحان اللہ۔ صاحبِ جنابت کے لیے بلا تیمم مسجد میں ٹھہرنا کیوں کر جائز ہوگا جبکہ یہ بالاجماع حرام ہے۔ خوف والا اگر نکلنے اور غسل کرنے سے عاجز ہو تو اس کے لیے تیمم کی اجازت ہے۔ اور پانی سے عجز کے وقت تیمم طہارت صحیحہ ہے تو طہارت پر قدرت کے باوجود مسجد میں بحالتِ جنابت ٹھہرنے کو جائز قرار دینا ایسی بات ہے جس سے شرعی اصول و قواعد ہم آہنگ نہیں اگرچہ اس پر تاتارخانیہ میں بھی جزم کیا ہے۔ اس کے حوالہ سے ہندیہ میں ہے: "جنبی یا حائض کو جب کسی درندہ یا چور یا ٹھنڈک کا خطرہ ہو تو مسجد کے اندر ٹھہرنے میں حرج نہیں، اور تعظیمِ مسجد کے

---

[1] حلیہ

[2] فتاوی ہندیہ الفصل الرابع فی احکام الحیض الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸

الخانية من موجبات الغسل ثم فی خزانۃ المفتین حیث قال من احتلم فی المسجد ینبغی ان یخرج من ساعتہ فان کان فی اللیل وخاف الخروج یستحب لہ ان یتیمم[1] اھ۔

نعم الخروج مسرعا بلا تیمم لہ وجہ کما اشار الیہ فی المحیط الرضوی ولھذا مشی غیر واحد علی وجوب التیمم فی المکث وندبہ فی الخروج وان کان ظاھر ما مر عن خزانۃ المفتین ندب ترکہ فی الخروج ففی الدر من احکام الجنب لواحتلم فیہ ان خرج مسرعا تیمم ندبا وان مکث لخوف فوجوبا[2] اھ قال ش افاد ذلك فی النھر توفیقا بین اطلاق ما یفید الوجوب وما یفید الندب[3] اھ۔

اقول صریح نص الخانیۃ والمحیط والاختیار لایباح لہ الخروج فھذا لیس بتوفیق بل تلفیق وقال فی باب الحیض تحت قولہ یمنع حل دخول مسجد افاد منع الدخول ولو للمرور وقدم[2] فی الغسل

پیشِ نظر تیمم کرلینا بہتر اور اولٰی ہے" اھ ۔ بلکہ خانیہ میں موجبات الغسل کے تحت پھر خزانۃ المفتین میں بھی لکھ دیا ہے کہ: "جسے مسجد میں احتلام ہوا سے فوراً باہر نکل جانا چاہیے۔ اگر رات کا وقت ہو اور نکلنے میں خطرہ ہو تو تیمم کرلینا مستحب ہے" اھ۔ (ت)

ہاں بغیر تیمم کے تیزی سے نکل جانا تو ایک وجہ رکھتا ہے جس کی طرف محیط رضوی میں اشارہ کیا ہے۔ اسی لیے متعدد حضرات اسی قول پر چلے ہیں کہ ٹھہرنے کی صورت میں تیمم واجب ہے اور نکلنے کی صورت میں مستحب ہے۔ اگرچہ خزانۃ المفتین کی گزشتہ عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ نکلنے کی صورت میں ترکِ تیمم مستحب ہے۔ درمختار میں احکامِ جنب کے تحت ہے: "مسجد میں احتلام ہوا اگر تیزی سے نکلتا ہو تو تیمم مستحب ہے اور اگر کسی خوف کی وجہ سے ٹھہرتا ہے تو واجب ہے"۔ اھ شامی میں کہا کہ: "نہر فائق میں یہ افادہ فرمایا ہے تاکہ جن عبارتوں سے مطلقاً وجوب مستفاد ہوتا ہے اور جن سے مطلقاً استحباب مستفاد ہوتا ہے دونوں میں تطبیق ہوجائے (ت)

اقول: خانیہ، محیط اور اختیار کے صریح الفاظ یہ ہیں کہ اس کے لیے نکلنا مباح نہیں، تو یہ تطبیق نہ ہوئی بلکہ تلفیق ہوئی۔ اور علامہ شامی نے باب الحیض میں "یَمْنَعُ حِلَّ دخولِ مسجد" (حیض دخولِ مسجد کے جواز سے مانع ہے) کے تحت تحریر فرمایا ہے:

---

[1] فتاوٰی قاضیخان فصل فیما یوجب الغسل مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۲

[2] الدر المختار مع الشامی موجبات الغسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۶

[3] رد المحتار " " "

تقییده بعدم الضرورة بان کان بابه الی المسجد ولا یمکنه تحویله ولا السکنی فی غیره وذکرنا ھناك ان الظاھر حینئذ انه یجب التیمم للمرور اخذا مما فی العنایة عن المبسوط[1] (ای کما یأتی) وکذا لومکث فی المسجد خوفا من الخروج بخلاف مالواحتلم فیه وامکنه الخروج مسرعا فانه یندب له التیمم لظهور الفرق بین الدخول والخروج[2] اھ

"ان الفاظ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر صرف گزرنے کے طور پر مسجد میں دخول ہو تو یہ بھی ممنوع ہے۔ اور غسل کے بیان میں گزرنے کی ممانعت صرف اس حالت سے مقید کی ہے جب مسجد سے گزرنے کی ضرورت نہ ہو۔ ضرورت کی صورت یہ ہے کہ مثلاً اس کا دروازہ مسجد میں ہے اور نہ دروازہ دوسری طرف پھیر سکتا ہے نہ کسی دوسرے گھر میں رہ سکتا ہے۔ وہاں پر ہم نے عنایہ میں مبسوط کے حوالہ سے ذکر شدہ عبارت (جو آگے آنے والی ہے) سے اخذ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ایسی صورت میں مسجد سے گزرنے کے لیے تیمم واجب ہے۔ اسی طرح اگر نکلنے کے خوف سے مسجد ہی میں ٹھہرتا ہے تو بھی تیمم واجب ہوگا بخلاف اس صورت کے جبکہ مسجد میں اسے احتلام ہُوا اور تیزی سے نکل سکتا ہے کہ ایسے شخص کے لیے تیمم مستحب ہے اس لیے کہ داخل ہونے اور نکلنے میں نمایاں فرق ہے۔" اھ (ت)

وقال السیّد ط علی مراقی الفلاح لواجنب فیه تیمم وخرج من ساعته ان لم یقدر علی استعمال الماء وکذا لودخله وھو جنب ناسیا ثم ذکر وان خرج مسرعا من غیر تیمم جاز وان لم یقدر علی الخروج تیمم ولبث فیه ولا یجوز لبثه بدونه الا انه لایصلی ولا یقرؤ کما فی السراج[3] اھ

سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے: "اگر اسے مسجد میں جنابت لاحق ہُوئی تو تیمم کرے اور فوراً باہر نکل جائے اگر پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو۔ ایسے ہی اگر جنابت کی حالت میں بھُول کر مسجد میں چلا گیا پھر یاد آیا تو یہی حکم ہے۔ اور اگر بغیر تیمم کے تیزی سے نکل جائے تو جائز ہے۔ اور اگر نکلنے پر قادر نہ ہو تو تیمم کرکے مسجد میں ٹھہرے اس کے بغیر ٹھہرنا جائز نہیں مگر اس تیمم سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے نہ تلاوت کرسکتا ہے جیسا کہ سراج میں ہے۔" اھ (ت)

---

[1] رد المحتار باب الحیض مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۴
[2] ایضاً
[3] طحطاوی علی مراقی الفلاح باب الحیض والنفاس الخ مطبعۃ ازہریہ مصر ص ۸۳

اقول و[1] معنی القدرۃ علی استعمال الماء ان یکون ثمہ ماء و موضع اعد للاغتسال او عندہ اناء یمکن ان یغتسل فیہ بحیث لایقع شیئ من الغسالۃ فی المسجد او تکون لہ ثیاب صفیقۃ تمسک الماء فیغتسل علیہا ثم یرمی بہ خارج المسجد وھو واقعتی وللہ الحمد کنت معتکفا فی مسجدی فی الشتاء واردت الوضوء وکان المطر شدیدا فتوضأت علی لحافی ولم تصب المسجد قطرۃ وللہ الحمد وکان ھذا بحمد اللہ تعالٰی الھاما من ربی ثم بعد سنین رأیت الارشاد الیہ فی البحر عن تجنیس الامام الاجل صاحب الھدایۃ قال رحمہ اللہ تعالٰی و[2] لو سبقہ الحدث وقت الخطبۃ یوم الجمعۃ فان وجد الطریق انصرف وتوضأ وان لم یمکنہ الخروج یجلس ولایتخطی رقاب الناس فان وجد ماء فی المسجد وضع ثوبہ بین یدیہ حتی یقع الماء علیہ ویتوضؤ بحیث لاینجس المسجد ویستعمل الماء علی التقدیر ثم بعد خروجہ من المسجد یغسل ثوبہ قال البحر وھذا حسن جدا اھ[1]۔

اقول: پانی کے استعمال پر قدرت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں پانی اور غسل کے لیے بنی ہوئی کوئی جگہ ہو۔ یا اس کے پاس کوئی ایسا برتن ہو جس میں اس طرح غسل کرسکتا ہو کہ مسجد میں اس کا غسالہ ذرا بھی گرنے نہ پائے۔ یا اس کے پاس پانی روک لینے والے دبیز کپڑے ہوں تو ان پر غسل کرے پھر پانی مسجد سے باہر پھینک دے۔ بحمداللہ اسی صورت پر ایک بار مجھے عمل کا اتفاق ہوا۔ موسم سرما میں اپنی مسجد میں معتکف تھا اور سخت بارش ہورہی تھی میں نے وضو کرنا چاہا تو اپنے لحاف پر اس طرح وضو کیا کہ مسجد میں ایک قطرہ بھی نہ پڑسکا۔ وللہ الحمد۔ اس وقت یہ طریقہ بحمداللہ تعالٰی خدا کی جانب سے بطور الہام دل میں آیا پھر کئی سال بعد میں نے البحرالرائق میں دیکھا کہ امام اجل صاحب ہدایہ رحمہ اللہ تعالٰی کی "تجنیس" کے حوالہ سے اس کی ہدایت موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "اگر کسی کو جمعہ کے دن خطبہ کے وقت حدث لاحق ہوگیا تو اگر نکلنے کا راستہ ملے نکل جائے اور وضو کرے۔ اور اگر نکلنا ممکن نہ ہو تو اس وقت بیٹھا رہے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائے، پھر اگر مسجد کے اندر پانی مل جائے تو سامنے اپنا کپڑا اس طرح رکھ لے کہ پانی اسی پر پڑے اور اس طرح وضو کرے کہ مسجد نجس نہ ہو اور پانی ایک خاص اندازے سے (علی التقدیر) استعمال کرے پھر مسجد سے نکلنے کے بعد اپنا وہ کپڑا دھولے"۔ صاحب بحر نے فرمایا: "یہ بڑی اچھی صورت ہے"۔ اھ (ت)

---

[1] البحرالرائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴

اقول قوله لاینجس والامر بغسل الثوب بناء علی نجاسة الماء المستعمل وقوله علی التقدیر ای التقلیل کیلا ینفذ الماء من الثوب فانکان الثوب کثیرا لقطن کواقعتی یسبغ الوضوء کما فعلت وللّٰه الحمد۔

اقول : صاحبِ ہدایہ کی عبارت میں مسجد کے نجس ہونے کی بات اور کپڑا دھونے کا حکم مائے مستعمل کی نجاست کی بنیاد پر ہے ۔ اور ان کے قول "علی التقدیر" (ایک خاص انداز سے) کا مطلب یہ ہے کہ پانی کم استعمال کرے تاکہ پانی کپڑے سے نفوذ کرکے مسجد میں نہ گرنے پائے ۔ ہاں اگر کپڑا زیادہ رُوئی والا ہو جیسا کہ میرا واقعہ تھا تو وضو میں اسباغ کرے جیسے میں نے پورے طور سے وضو کیا ۔ وللّٰہ الحمد۔ (ت)

قال فی الدر ومن منہیاتہ التوضی فی المسجد الافی اناء اوفی موضع اعد لذلک[1] اھ قال ط فعلہ فیہ مکروہ تحریما لوجوب صیانتہ عمایقذرہ وانکان طاھرا[2] اھ بل نقل فی البحر من الاعتکاف عن البدائع ان غسل المعتکف راسہ فی المسجد لاباس بہ اذالم یلوثہ بالماء المستعمل فانکان بحیث یتلوث المسجد یمنع منہ لان تنظیف المسجد واجب ولو توضأ فی المسجد فی اناء فھو علی ھذا التفصیل[3] اھ ثم قال اعنی البحر بخلاف غیر المعتکف فانہ یکرہ لہ التوضؤ فی المسجد ولو فی اناء الا ان یکون

دُرِمختار میں ہے: "مسجد میں وضو کرنا بھی اس کے ممنوعات سے ہے مگر کسی برتن میں یا ایسی جگہ وضو کرسکتا ہے جو وضو کے لیے بنی ہوئی ہو" اھ ۔ طحطاوی فرماتے ہیں: "مسجد میں وضو کرنا مکروہِ تحریمی ہے اس لیے کہ مسجد کو ہر آلودہ کرنے والی او رخلافِ نظافت چیز سے بچانا ضروری ہے اگرچہ وہ کوئی پاک ہی چیز ہو"۔ بلکہ بحر کے باب الاعتکاف میں بدائع سے نقل کیا ہے کہ: "اگر معتکف مسجد میں سر دھوئے تو حرج نہیں جبکہ مائے مستعمل سے مسجد آلودہ نہ ہونے دے، اگر مسجد آلودہ ہونے کی صورت ہو تو ممنوع ہے کیونکہ مسجد کو صاف ستھرا رکھنا واجب ہے اور اگر مسجد کے اندر کسی برتن میں وضو کرے تو اس میں بھی یہی تفصیل ہے" اھ پھر صاحبِ بحر

---

[1] الدر المختار مع الطحطاوی مکروہات الوضو مطبوعہ بیروت ۱/۷۶
[2] طحطاوی علی الدر " " "
[3] البحر الرائق باب الاعتکاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۰۳

موضعا اتخذ لذلك لایصلی فیہ اھ[1]۔ نے لکھا ہے: "غیر معتکف کے لیے یہ اجازت نہیں اس لیے کہ اس کے لیے مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے، خواہ کسی برتن ہی میں کرے لیکن اگر مسجد میں وضو کے لیے بھی بنی ہوئی کوئی ایسی جگہ ہے جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی (تو غیر معتکف بھی وہاں وضو کرسکتا ہے) اھ (ت)

اقول والیہ یشیر قولہ فی مکروھات الصلاۃ یکرہ[2] الوضوء والمضمضۃ فی المسجد الا ان یکون موضع فیہ اتخذ للوضوء ولا یصلی فیہ اھ[2] فلیستثن الا ھذا ومثلہ فی غمز العیون عن شرح الجامع الصغیر للتمرتاشی لکن البحر قدم فی بحث الماء المستعمل عن الخانیۃ ان توضأ فی اناء فی المسجد جاز عندھم[3] اھ وعلیہ مشی فی اشباھہ فقال تکرہ المضمضۃ والوضوء فیہ الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلک لایصلی فیہ اوفی اناء اھ[4] واعتمد السید الحموی مقالتہ فی الاعتکاف فقال ھذا الحکم وان کان فی الخانیۃ لکن لیس علی العموم کما یفھم من کلامہ بل فی المعتکف فقط بشرط عدم تلویث المسجد قال فی البدائع[5] الی اخر ما قد منا عن اعتکاف البحر وقال العلامۃ الرملی فی حاشیتہ الظاھر ترجیح ما فی فتاوی

اقول: اسی کی طرف مکروہاتِ نماز کے بیان میں ان کی درج ذیل عبارت کا بھی اشارہ ہے: "مسجد میں وضو کرنا اور کُلی کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ اندرونِ مسجد کوئی ایسی جگہ ہو جو وضو کے لیے بنی ہو اور وہاں نماز نہ پڑھی جاتی ہو" اھ اشارہ اس طرح ہے کہ صرف اسی صورت کا انہوں نے استثناء کیا۔ اسی کے مثل غمز العیون میں تمرتاشی کی شرح جامع صغیر کے حوالہ سے لکھا ہُوا ہے۔ لیکن صاحبِ بحر خانیہ کے حوالہ سے مائے مستعمل کی بحث میں یہ لکھ چکے ہیں کہ: "اگر مسجد کے اندر کسی برتن میں وضو کیا تو ان حضرات کے نزدیک جائز ہے"۔ اھ اسی قول پر وہ اپنی کتاب اشباہ میں بھی چلے ہیں۔ اس میں لکھا ہے: "مسجد میں کُلی کرنا اور وضو کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ وہاں کوئی ایسی جگہ ہو جو اسی کام کے لیے بنی ہو جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو یا کسی برتن میں وضو ہو" اھ۔ باب الاعتکاف میں ان کا جو قول ہے اسی پر سید حموی نے اعتماد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "یہ حکم اگرچہ خانیہ میں ہے مگر عام نہیں

---

[1] البحر الرائق باب الاعتکاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۰۳
[2] البحر الرائق فصل لما فرغ من بیان الکراہۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴
[3] البحر الرائق آخر بحث الماء المستعمل " " " ۱/ ۹۶
[4] الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد " " " ۲/ ۲۳۰
[5] غمز عیون البصائر " " "

قاضیخان[1] اھ نقلہ فی المنحۃ۔ جیسا کہ ان کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے۔ بلکہ صرف معتکف کے لیے ہے وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔ بدائع میں ہے (اس کے بعد وہ پوری عبارت درج کی ہے جو اعتکاف بحر کے حوالے سے ابھی ہم لکھ چکے) اور صاحب خیریہ علامہ رملی نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "ظاہر اسی کی ترجیح ہے جو فتاوٰی قاضی خان میں ہے اھ"۔ یہ عبارت علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں نقل کی ہے۔ (ت)

اقول بل الاولی التوفیق فان کان الاناء بحیث یخشی ان لاتقع الغسالۃ کلھا فیہ بل یترشش بعض منہا خارجہ کرہ ولعلہ الغالب فلذا اطلق المنع فی باب الاعتکاف وان امن ذلک لم یکرہ وھو مراد الخانیۃ واللہ تعالٰی ھذا وقال ط فی المسألۃ الدائرۃ ھو والسید ابو السعود الازھری ظاھر مافی المحیط وجوب ھذا التیمم وفصل فی السراج بین ان یخرج سریعا فیجوز ترکہ او یمکث فیہ للخوف فلایجوز ترکہ وعلیہ یحمل مافی المحیط[2] اھ اھ دل قولہما اھ علی ان الجملۃ الاخیرۃ علیہ یحمل ما فی المحیط من کلام السراج الوھاج۔

اقول: بلکہ (بجائے ترجیح کے) تطبیق بہتر ہے۔ اگر برتن ایسا ہو جس میں یہ اندیشہ ہو کہ سارا غسالہ اس کے اندر نہ پڑے گا بلکہ کچھ چھینٹے اس سے باہر بھی جائیں گے تو اندرونِ مسجد ایسے برتن میں وضو مکروہ ہے۔ شاید یہی صورت زیادہ تر پائی جاتی ہے اسی لیے باب الاعتکاف میں مطلقاً منع کیا ہے اور اگر چھینٹے باہر جانے کا اندیشہ نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ یہی خانیہ کی مراد ہے اور اللہ تعالٰی اعلم۔ یہ ذہن نشین رہے زیرِ بحث مسئلہ (مسجد سے نکلنے کے لیے تیمم جنب) میں سید طحطاوی اور سید ابو السعود ازہری لکھتے ہیں کہ: "عبارت محیط کا ظاہر بتاتا ہے کہ یہ تیمم واجب ہے اور سراج میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تیزی سے نکل جائے تو ترکِ تیمم جائز ہے اور کسی خوف کی وجہ سے ٹھہرا رہے تو ترک جائز نہیں اور اس پر وہ بھی محمول ہوگا جو محیط میں ہے اھ"۔ طحطاوی و ازہری کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آخری جملہ (اسی پر وہ بھی محمول ہوگا جو محیط میں ہے) سراج وہاج کا قول ہے۔ (ت)

اقول وفیہ نظر ظاھر فان

اقول: یہ کھلے طور پر محلِ نظر ہے اس لیے

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۹۶

[2] طحطاوی علی الدر باب الحیض مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۴۹

صریح کلام المحیط فی الخروج دون اللبث هذا وانا اقول وباللّٰہ التوفیق یؤید الفارقین بین الدخول والخروج مسألۃ فی الصوم فقد نصوا ان من جامع ناسیا اولیلا فطلع الفجر فان نزع مع الذکر و الفجر لاشیئ علیہ وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام ولومکث قضی کما فی الدر[1] وعامۃ الاسفار الغر فالایلاج جماع و المکث جماع والنزع اقلاع لاجماع و الا لوجب فساد الصوم۔

عبارت محیط میں ٹھہرنے والی صورت کا ذکر نہیں بلکہ صرف صورتِ خروج کا صریح بیان اس میں ہے۔ یہ ذہن نشین رہے۔ اور اب میں کہتا ہوں (اقول) اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ جنابت کے ساتھ مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی صورتوں میں جو حضرات فرق کرتے ہیں ان کی تائید روزہ کے ایک مسئلہ سے ہوتی ہے۔ فقہائے نے تصریح فرمائی ہے کہ جس نے بھول کر جماع کیا یا رات کو جماع کر رہا تھا کہ فجر طلوع ہوگئی۔ اگر پہلی صورت میں یاد آتے ہی اور دوسری صورت میں فجر نمودار ہوتے ہی ہٹ گیا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں اگرچہ ہٹنے کے بعد منی خارج ہو اس لیے کہ یہ احتلام کی طرح ہوگا ——— اور اگر فوراً نہ ہٹا بلکہ ذرا دیر بھی ٹھہرا رہا تو روزہ کی قضا کرے جیسا کہ درمختار اور عامہ کتب میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ داخل کرنا جماع ہے اور ٹھہرنا بھی جماع ہے لیکن نکالنا اور ہٹنا جماع کرنا نہیں بلکہ جماع سے باز آنا ہے ورنہ روزہ ضرور فاسد ہوجاتا ——— (اسی طرح جنب کا مسجد میں داخل ہونا اور ٹھہرنا تو ممنوع ہے اور بغیر تیمم جائز نہیں مگر مسجد سے نکلنا یہ ممنوع نہیں بلاتیمم بھی جائز ہے)۔ (ت)

الا ان یقال ھو مستثنی بدلالۃ الکریمۃ اُحِلَّ لکم لیلۃ الصّیام الرفث الی نسائکم[2] واللیل الی طلوع الفجر فالحل ممتد الیہ ومن لازمہ وقوع النزع بعد الفجر فلم یعد جماعا وان کان فیہ الکون فی الفرج بعد الفجر مالم یستتم خروجا لانہ لاسبیل لہ الی الاقلاع الا ھذا

مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جماع سے رُکنے والی مذکورہ صورت آیت کریمہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم (تمہارے لیے روزے کی رات میں اپنی عورتوں سے قربت جائز کی گئی) سے مستثنٰی ہے۔ اس لیے کہ رات طلوعِ فجر تک ہے تو قربت کا جواز طلوعِ فجر تک دراز ہوگا جس کے لیے لازم ہے کہ رکنا اور نکالنا بعد فجر واقع ہو تو اس

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب ما یفسد الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۸

[2] القرآن ۲/۱۸۷

بخلاف من فی المسجد فلہ سبیل الی التیمم تأمل فانہ موضعہ۔

صورت میں جب تک کہ بعد فجر ہٹنا مکمل نہیں ہوتا شرمگاہ سے مشغولیت کا معنی متحقق رہتا ہے پھر بھی اسے جماع نہ شمار کیا گیا اس لیے کہ اس کے لیے ایسی حالت میں ہٹنے اور باز آنے کی اور کوئی صورت نہیں ــــ لیکن جو جنب مسجد سے نکلنا چاہتا ہے اس کے لیے جنابت کے ساتھ ہی نکلنا ضروری نہیں بلکہ اس کے لیے ایک صورت یہ ہے کہ تیمم کرکے نکلے تأمل فانہ موضعہ (یہاں تأمل اور غور کرنے کا موقع ہے)۔(ت)

اقول ولا یبعد علی ھذا ان قیل ان الجنب ممنوع عن المسجد لبثا واجتیازا وھو فی الخروج بلا تیمم مجتاز وفی اللبث للتیمم ماکث لانہ لایطھر مالم یتم التیمم فانکان مکثہ ھذا لتطھیر الجسد فان اجتیازہ ھذا لتنزیہ المسجد فھو بین بلیتین فلیختر اھونھما وبین نجاستین فلیرتد اعجلھما بان ینظر ایھما اسرع تیممہ او خروجہ فیختارہ وان استویا خیر ولکن لیس لمثلی ان یکون لہ قیل فی حکم وانما علی اتباع ما رجحوہ وصححوہ۔

اقول: اس اعتراض پر اگر یہ کہا جائے تو بعید نہ ہوگا کہ جنب کے لیے مسجد میں ٹھہرنا اور مسجد سے گزرنا دونوں ہی منع ہے ــــ اور اگر وہ بلا تیمم نکلتا ہے تو گزرنے کی صورت پائی جاتی ہے اور تیمم کرنے کے لیے رُکتا ہے تو ٹھہرنے کی صورت پائی جاتی ہے، اس لیے کہ جب تک اس کا تیمم مکمل نہیں ہوتا وہ ناپاک اور جنب ہی ہے۔ اب دیکھیے اس کا یہ ٹھہرنا اگر بدن کی تطہیر کے لیے ہے تو اس کا گزرنا مسجد کی تنزیہ کے لیے ہے تو وہ دو مصیبتوں میں گھرا ہے (ٹھہرنا اور گزرنا) جو آسان اور ہلکی ہو اسے اختیار کرے ــــ اور دو نجاستیں اس کے سامنے ہیں (تطہیرِ بدن اور تنزیہِ مسجد) جو جلد مل سکے اسی کو حاصل کرلے وہ نظر کرے کہ کون جلد ہو سکتا ہے ــــ تیمم کرنا یا باہر نکلنا ــــ جو جلدی ہو اسے اختیار کرے اور اگر دونوں برابر ہوں تو کسی کو بھی اختیار کر سکتا ہے ــــ یہ وہ فیصلہ ہے جو میرے ذہن میں آیا مگر مجھ جیسے شخص کا یہ مقام نہیں کہ کسی حکم میں اس کا کوئی قول ہو۔ میرے ذمہ تو اسی کا اتباع ہے جسے فقہائے کرام نے ترجیح دی اور جس کی تصحیح کی (ت)

فاذن **اقول** قدم فی الخانیۃ والمحیط والاختیار القول بالوجوب وفقیہ النفس لایقدم الا الاظھر الاشھر کما صرح بنفسہ فی صدر فتاواہ

اس کے پیش نظر میں کہتا ہوں (**اقول**) خانیہ، محیط اور اختیار میں وجوبِ تیمم کا قول مقدم رکھا ہے اور امام فقیہ النفس اسی کو مقدم کرتے ہیں جو اظہر و اشہر ہو جیسا کہ فتاوٰی خانیہ کے شروع میں خود ہی

فیکون ھو المعتمد کما قالہ ط و ش و کذلك قدمہ الباقون والتقدیم دلیل الترجیح ثم نحن بین حاظر ومبیح فالاخذ بالحاظر احوط ثم المبیح لاینھی عن التیمم بل یستحبہ والحاظر یوجبہ ففعلہ متفق علیہ وترکہ مختلف فیہ فالاخذ بالمتفق علیہ اولی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اس کی تصریح فرمائی ہے تو معتمد قول یہی ہوگا جیسا کہ طحطاوی وشامی نے فرمایا —— اسی طرح دیگر حضرات نے بھی اسے مقدم رکھا ہے اور تقدیم دلیل ترجیح ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم حاظر و مبیح (ناجائز قرار دینے اور جائز قرار دینے والے) کے درمیان ہیں تو حاظر کو اختیار کرنے میں ہی زیادہ احتیاط ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جو جائز کہتے ہیں وہ بھی تیمم سے منع نہیں کرتے بلکہ اسے مستحب کہتے ہیں —— اور جو ناجائز کہتے ہیں وہ تیمم کو واجب قرار دیتے ہیں تو تیمم کرنے کی صورت متفق علیہ ہے (کسی کو اس کے جواز سے اختلاف نہیں) اور ترکِ تیمم کی صورت مختلف فیہ ہے (کیونکہ تیمم کو واجب کہنے والوں کے نزدیک ترکِ تیمم جائز نہیں) تو اُسی صورت کو اختیار کرنا بہتر و اَولٰی ہے جو متفق علیہ ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

(۱۴۳) نہانے کی حاجت ہے پانی مسجد کے اندر ہے جیسے وسط مسجد میں حوض یا وہ کنواں جس تک مسجد ہی میں ہوکر راہ ہے اور اس کے سوا پانی اور کہیں نہیں پاتا نہ کوئی مسجد میں سے لا دینے والا ہے تیمم کرکے جائے اور پانی لے آئے۔ محیط رضوی پھر البحرالرائق میں ہے:

جنب مر علی مسجد فیہ ماء یتیمم للدخول ولایباح لہ الا بالتیمم[1]۔

کسی جنابت والے کو کسی ایسی مسجد سے گزرنا ہے جس میں پانی ہے تو دخولِ مسجد کے لیے وہ تیمم کرے اور اسے بغیر تیمم داخل ہونا جائز نہیں اھ (ت)

مبسوط پھر عنایہ پھر شامی میں ہے:

مسافر مر بمسجد فیہ عین ماء وھو جنب ولایجد غیرہ فانہ یتیمم لدخول المسجد عندنا[2]۔

کوئی مسافر بحالتِ جنابت کسی ایسی مسجد کے پاس سے گزرا جس میں پانی کا چشمہ ہے اور دوسرا پانی اس کی دسترس میں نہیں تو ہمارے نزدیک دخولِ مسجد کے لیے اسے تیمم کرنا ہے۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق باب التیمم عند قولہ ولو جنباً او حائضاً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷

[2] ردالمحتار باب الحیض مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۴

منیہ میں ہے :

جنب وجد الماء فی المسجد ولیس معہ احد تیمم ودخل[1] قال فی الحلیۃ اذا کان لا یجد ماء غیرہ یقدر علی استعمالہ شرعاً[2] الخ۔

کوئی جنب ہے جس کے لیے مسجد ہی میں پانی دستیاب ہے، اور اس کے ساتھ کوئی دُوسرا نہیں تو وہ تیمم کرکے مسجد میں جائے۔ حلیہ میں فرمایا: بشرطیکہ کوئی دوسرا ایسا پانی اس کی دسترس میں نہ ہو جس کے استعمال پر شرعاً اسے قدرت ہو الخ۔ (ت)

اقول فقد جمع بین الشرطین وھما مرادان قطعا وان اھملھما فی المحیط واقتصر فی المبسوط والمنیۃ علی واحد واحد۔

اقول : حلیہ میں دونوں شرطیں جمع کردی ہیں اور دونوں ہی قطعاً مراد ہیں اگرچہ محیط میں دونوں ذکر نہ کیں۔ اور مبسوط ومنیہ میں صرف ایک ایک پر اکتفا کیا۔ (ت)

(۱۴۴ تا ۱۴۶) اقول بدستور یہاں بھی وہی صورتیں ہوں گی کہ اگر پانی لادینے والا اجرت مثل مانگتا ہے اور یہ ابھی دے سکتا ہے یا وُہ ادھار پر راضی ہے تیمم جائز نہیں ورنہ جائز۔

ثم رأیت بحمد اللہ تعالٰی اشار الی بعضھا فی الحلیۃ مع افادات زائدۃ[ع] فراجعھا تحت قول المنیۃ المذکور۔

پھر میں نے دیکھا کہ بحمد اللہ تعالٰی ان میں سے بعض کی طرف حلیہ میں مزید کچھ افادات کے ساتھ اشارہ فرمایا ہے۔ منیہ کی مذکورہ عبارت کے تحت یہ سب حلیہ میں دیکھا جائے۔ (ت)

[ع] قال رحمہ اللہ تعالٰی ھل یجب سؤال ذلک لاحد او یستحب فیہ تأمل ویمکن ان یفرع علی مسئلۃ طلب الماء من رفیقہ اذا کان معہ ماء

صاحبِ حلیہ رحمہ اللہ تعالٰی رقم طراز ہیں، اس دوسرے شخص سے پانی مانگنا واجب ہے یا مستحب ہے۔ یہ مقامِ تامّل ہے۔ اِس کی تفریع اُس مسئلہ پر کی جاسکتی ہے جب رفیقِ سفر کے پاس پانی ہو۔ (باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] منیۃ المصلی باب التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ص ۵۲

[2] حلیہ

تنبیہ یہاں بحر میں محیط رضوی سے ایک اور صورت لکھی کہ وُہ دہ در دہ سے کم حوض ہے اور پانی ڈول اور کوئی برتن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فیقال تفریعا علی احد اقوال فیھا یجب ان غلب علی ظنہ اجابتہ ولو باجرۃ المثل والا لا وعلی قول اٰخر لایجب عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ و یجب عندھما وعلی قول اٰخر یجب مطلقا بلا اختلاف وحیث یجب لایصح تیممہ للدخول الا بعد المنع[1] اھ۔

اس مسئلہ سے متعلق اقوال میں سے ایک قول پر تفریع کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اگر ظن غالب ہو کہ طلب کرنے پر دے دے گا خواہ اُجرتِ مثل پر سہی، تو طلب کرنا واجب ہے ورنہ نہیں اور دوسرے قول پر یہ کہ امام اعظم کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے ــــ اور ایک قول پر یہ کہ مطلقاً بلا اختلاف واجب ہے ــــ اور جس صورت میں وجوب ہے دخولِ مسجد کے لیے تیمم جائز نہیں مگر اس کے بعد ہے کہ وُہ دوسرا اسے پانی نہ دے اھ۔

اقول وقد عد فی مسألۃ الرفیق اربعۃ اقوال اولھا اول ما ھنا وثانیھا ان کان فی موضع لایعز الماء یجب الطلب والا یستحب والباقیان الباقیان و قد ترک ھھنا ثانیھا لرجوعہ الی الاول حیث لایختلف الامر ھھنا باختلاف الموضع وانما یدار علی غلبۃ الظن باجابتہ وعدمھا۔

اقول رفیقِ سفر کے مسئلہ میں چار اقوال گنائے ہیں، اوّل وُہ ہے جو یہاں پہلے ذکر کیا۔ دوم یہ کہ اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی ملنا دشوار ہے تو طلب واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔ سوم و چہارم بقیہ وہ دونوں قول ہیں جو یہاں ذکر کیے ــــ اور یہاں قولِ دوم ترک کردیا اس لیے کہ وہ اوّل ہی کی طرف راجع ہے کیونکہ جگہ کے مختلف ہونے سے یہاں حکم مختلف نہ ہوگا بلکہ مدار اس پر ہے کہ دینے کا ظن غالب ہے یا نہیں؟

اقول بل الاصوب او الصواب ترکہ کذلک ثمہ فان المدار ثمہ ایضا ھو الظن وانما ذکر موضع

اقول بلکہ صحیح تر، یا صحیح یہ ہے کہ وہاں بھی قولِ دوم ترک کردیا جائے اس لیے کہ وہاں بھی مدار ظن ہی پر ہے دستیابی دشوار ہونے نہ ہونے کے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] حلیہ

پاس نہیں اگر اس میں نہاتا ہے پانی بھی خراب ہوتا ہے اور یہ بھی طاہر نہ ہوگا ناچار تیمم کرے ۔

ھذا نصہ وان کان فیہ (۱) ی — اس کی عبارت یہ ہے ، اور اگر اس میں (یعنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العزۃ وعدمھا لکونہ مظنۃ المنع وعدمہ ۔

ثم اقول قد علم من احاط بکلامنا فی الفروع مشینا علی القول الاول فی غیر ما فرع وھو الصحیح المعتمد بل التحقیق عندی بتوفیق اللہ تعالٰی انہ ھو مرجع الاقوال طرا کما بینتہ فی رسالتی "قوانین العلماء فی متیمم علم معزید ماء" غیر ان ظن الاجابۃ ھھنا اکثر من ظن عطاء ماء الطھر ثم و یبعد کل البعد ان یقف جنب علی حد المسجد و یخبر بحاجتہ مسلما ویقول لہ ناولنی الماء فیابی فاذن فی تأتی التفریع ھھنا علی الاقوال الثلثۃ نظر لظھور الفارق بل یجب المشی علی الثالث وھو الایجاب مطلقا وفاقا لان المنع فی مثلہ نادر والنادر لایلاحظ فی الاحکام ھذا ما علمنی الملک العلام والحمد للہ ولی الانعام ۱۲ منہ غفرلہ (م)

مقام کا ذکر اسی بنیاد پر ہے کہ اس سے نہ دینے اور دینے کا ظن قائم ہوتا ہے ۔

ثم اقول جس کی نظر جزئیات میں ہمارے کلام پر محیط ہوگی اسے معلوم ہوگا کہ متعدد جزئیات میں ہم قولِ اوّل پر چلے ہیں — اور وہی صحیح و معتمد ہے — بلکہ بتوفیقِ الٰہی میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ سارے اقوال کا مآل اسی کی جانب ہے جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ "قوانین العلماء فی متیمم علم مع زید ماء" میں بیان کیا ہے ۔ فرق یہ ہے کہ یہاں قبولِ سوال کا گمان وہاں آبِ طہارت دینے کے گمان سے زیادہ ہے ۔ یہ بہت بعید بات ہے کہ کنارۂ مسجد پر کوئی جنابت والا کھڑا ہو اور کسی مسلمان سے اپنی حاجت بتاتے ہوئے کہے کہ مجھے پانی دے دو پھر بھی وہ انکار کردے ۔ اس لحاظ سے بقیہ تین اقوال پر تفریع جاری ہونے میں نظر ہے اس لیے کہ وجہِ فرق موجود ہے بلکہ تیسرے قول پر چلنا لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ بالاتفاق مطلقاً سوال واجب کیا جائے اس لیے کہ ایسے موقع پر منع نادر ہے اور احکام میں نادر کا لحاظ نہیں ہوتا ۔ یہ وہ ہے جو بادشاہ علّام کی جانب سے مجھے علم دیا گیا ۔ اور ساری تعریف احسان فرمانے والے خدا ہی کے لیے ہے ۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

فی المسجد **اقول** ولیس قیدا کما لایخفی) عین صغیرۃ ولایستطیع الاغتراف منہ لایغتسل فیھا ویتیمم لان الاغتسال فیہ یفسدہ ولایخرج طاھرا فلایکون مفیدا[1] اھ

مسجد میں **اقول** اور یہ قید نہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں) کوئی چھوٹا حوض ہو اور اس سے پانی نکال نہیں سکتا تو اس میں غسل نہ کرے اور تیمم کرے کیونکہ غسل کرنے سے پانی فاسد ہو جائے گا اور یہ بھی پاک ہو کر نہ نکلے گا تو نہانا بے سُود ہی ہوگا"۔ اھ (ت)

اقول مگر یہ غیر صحیح پر مبنی ہے صحیح ومعتمد یہ ہے کہ اس کا غسل اُتر جائے گا اور پانی مستعمل ہو جائے گا

لعدم الاستعمال قبل الانفصال وھی مسألۃ البئر جحط وقد قال فی البحر المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور[2] اھ۔

اس لیے کہ پانی بدن سے جُدا ہونے سے پہلے مستعمل نہیں ہوتا۔ اور یہ "مسألۃ البئر جحط" سے متعلق ہے بحر میں لکھا ہے کہ "اس مسئلہ میں مذہب مختار یہ ہے کہ آدمی طاہر ہے اور پانی طاہر غیر مطہر"۔ اھ (ت)

ف۱ تو اگر وہ پانی وقف ہے یا مالک کی اجازت نہیں اس میں نہانا ممنوع ہوگا کہ پانی کو خراب کر دے گا یہ نمبر ۵۱ و ۵۳ میں داخل ہے اور اگر مالک کی اجازت یا پانی خود اس کی ملک یا قدرتی مباح ہے تو نہانا لازم اور تیمم روا نہیں۔

ف۲ (۱۴۷) پانی ہے مگر مقید جس کا روشن بیان ہمارے رسالہ النور والنورق میں ہے تیمم کرے اسی کی فروع سے ہے وُہ مسئلہ کہ علماء نے آبِ زمزم شریف بچانے کے لیے افادہ فرمایا اپنے تبرک یا کسی کو ہدیہ دینے کے لیے زمزم لیے جاتا ہے **اقول** اتنا کہ طہارت کو خود یا دوسرے پانی سے مل کر کافی ہو وضو یا غسل کی ضرورت ہوئی بغیر اُس کے اور کافی پانی موجود نہیں فرض ہوگا کہ زمزم شریف ہی طہارت میں خرچ کرے اب اگر اُسے بچانا چاہے اُس میں گلاب کیوڑا بید مشک برابر کا ملائے[3] خلاصۃ بزازیۃ غنیۃ توشیح بحر یا زعفران اتنا کہ اُسے رنگنے کے قابل کر دے[4] خلاصۃ حلیۃ یا شکر کہ شربت ہو جائے[5] رد المحتار

---

[1] البحر الرائق باب التیمم، آخر قول ولو جنبا او حائضا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷
[2] البحر الرائق " مسئلۃ البئر جحط " " " ۱/۹۸
[3] البحر الرائق " " " " ۱/۱۴۴
[4] خلاصۃ الفتاوی الماء الموضوع فی الفلوات الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳
[5] رد المحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

اقول مگر شربت زیادہ دن نہ ٹھہرے گا اور صورت زعفران میں بھی پینا دشوار ہوگا لہذا گلاب ہی اولٰی ہے اگر حاضر ہو غرض وہ صورت کرے کہ قابلِ غسل و وضو نہ رہے اب تیمم کرے۔

(۱۴۸) اس کا دوسرا حیلہ یہ فرمایا ہے کہ زمزم کسی رفیق کو ہبہ کرکے اس کے قبضہ میں دے دے پھر اُس سے اپنے پاس بطور امانت لے لے یا اُسی کے پاس رہنے دے اور تیمم کرے کہ پانی اپنی ملک میں نہ رہا جب وطن پہنچے یا اُس کی راہ جُدا ہو اُس سے اپنے نام مثلاً ہبہ کرالے یا کچھ دے کر خرید لے۔

خلاصہ میں ہے:

رجل فی البادیۃ معہ ماء زمزم وقد رصص راس القمقمۃ لایجوز لہ التیمم والحیلۃ ان یھبھا لغیرہ ثمّ یودعھا منہ اویجعل فیہ ماء الورد او ماء الزعفران حتی یصیر مقیدا[1]۔

جنگل میں کوئی شخص ہے جس کے پاس آبِ زمزم ہے جس کے برتن کا مُنہ خوب بند کر رکھا ہے اس کے لیے تیمم جائز نہیں۔ اور حیلہ یہ ہے کہ دوسرے کو بطور ہبہ دے دے پھر اس سے بطور امانت لے لے، یا اس میں گلاب یا زعفران ملا دے کر وہ (آبِ مطلق نہ رہ جائے بلکہ) آبِ مقید ہوجائے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

یبتلی الحاج بحمل ماء زمزم للھدیۃ (زاد فی المنیۃ اوللاستشفاء) ویرصص رأس القمقمۃ فمالم یخف العطش ونحوہ لایجوز لہ التیمم قال المصنف والحیلۃ فیہ ان یھبہ من غیرہ ثم یستودعہ منہ[2] اھ زاد فی الحلیۃ اوترکہ مع الموھوب

حاجی کو جب اس میں ابتلا ہوتا ہے کہ آبِ زمزم ہدیہ کے لیے لئے ہُوئے ہے (منیہ میں زیادہ کیا: "یا شفاء حاصل کرنے کے لیے") اور برتن کو مُہر بند کردیا ہے توجب تک پیاس وغیرہ کا خطرہ نہ ہو اُس کے لیے تیمم جائز نہیں۔ مصنّف نے فرمایا: "اس میں حیلہ یہ ہے کہ دوسرے کو بطور ہبہ دے دے پھر اس سے بطور امانت اپنے پاس لے لے" اھ۔ حلیہ میں یہ اضافہ کیا: "یا اُسی کے پاس رہنے دے جسے ہبہ کیا" اھ۔ حلیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ "اسے بہت سے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الماء الموضوع فی الفلوات الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

[2] فتح القدیر فرع من باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹

له اه وقال فيها انه مما توارده كثير من
المتأخرين من غير قدح في هذه
الحيلة كصاحب الهداية في التجنيس و
صاحب المبتغى بالغين المعجمة[1] اه و
اعترضه في الخانية وعن المحيط في
المنية وتبعهم البزازي في الوجيز وقال
الحلبي في الغنية هو الفقه بعينه[2] وهذا
لفظ الامام فقيه النفس قال رحمه الله
تعالى هذا ليس بصحيح عندي فانه لو
رأى مع غيره ماء يبيعه بمثل الثمن
او بغبن يسير يلزمه الشراء ولا يجوز
له ان يتيمم فاذا تمكن من الرجوع في
الهبة كيف يجوز له التيمم[3] اه وعن هذا
جعل الحيلة الاخرى في الغنية وتبعه
في الدر ان يهبه على وجه ينقطع به
الرجوع[4] اه اي بان تكون الهبة بشرط
العوض[5] اه ش واعترضه العلامة ط قائلا
عدم التقييد اولى (اي ترك تقييد الهبة
بشرط الرجوع) لانه اذا كان يهبه على
هذا الوجه لا تعود عليه فائدته

متاخرین نے اس حیلہ پر کوئی جرح کیے بغیر ذکر کیا ہے
جیسے صاحبِ ہدایہ نے تجنیس میں اور صاحب مبتغی
—بغین معجمہ— نے بھی اسے بیان کیا ہے اھ
خانیہ میں اور منیہ میں محیط کے حوالہ سے اس پر اعتراض
کیا ہے اور وجیز میں بزازی نے ان حضرات کی پیروی
کی ہے۔ حلبی نے غنیہ میں فرمایا ہے: "یہی فقاہت
ہے"، اور امام فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالٰی کے الفاظ
یہ ہیں: "یہ میرے نزدیک درست نہیں اس لیے کہ
اگر وہ کسی کے پاس پانی پائے جسے وہ ثمن مثل پر یا
معمولی زیادتی کے ساتھ اسے فروخت کر رہا ہے تو
اس پر خریدنا لازم ہے اور تیمم جائز نہیں تو جب وہ
ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے تو تیمم اس کے لیے کیونکر
جائز ہوگا؟" اھ۔ اسی لیے غنیہ میں اور اس کی تبعیت
کرتے ہوئے درمختار میں دوسرا حیلہ یہ بتایا ہے کہ
اس طرح ہبہ کرے کہ رجوع نہ کر سکے اھ — یعنی
اس طرح کہ ہبہ بشرط عوض ہو اھ شامی۔ اس پر
علامہ طحطاوی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ "ہبہ بشرط
رجوع کی قید نہ لگانا" اولٰی ہے اس لیے کہ جب
اسے اس طور پر ہبہ کر دے گا تو اس کا فائدہ
اسے حاصل نہ ہو سکے گا۔ تو بہتر یہ ہے کہ خود ہی

---

[1] حلیہ
[2] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۰
[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶
[4] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۰
[5] رد المحتار باب التیمم مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۸۶

فالاولی ان ینتفع بہ لنفسہ[1] اھ اعـ اذا وھب بحیث سقط تمکن الرجوع خرج من یدہ واختیارہ ففیم الحیلۃ لانھا انما کانت لینتفع بہ اھداءً او استشفاءً واجاب ش بان المراد یھبہ ممن یثق بہ بانہ یردہ علیہ بعد ذلک[2] اھ۔

اس سے فائدہ اٹھائے" اھ یعنی جب اس طرح ہبہ کردیا کہ رجوع نہیں کرسکتا تو وہ اس کے قبضہ و اختیار سے نکل گیا پھر حیلہ کس بات کا؟ حیلہ تو اسی لیے تھا کہ اسے ہدیہ کرنے یا اس سے شفاء حاصل کرنے کا فائدہ اٹھاسکے۔ علامہ شامی نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ "مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کو ہبہ کرے جس پر اعتماد ہو کر وہ بعد میں اسے واپس کردے گا" اھ۔ (ت)

اقول ربما لایجد فی السفر من یثق بہ ولذا اقالوا یھبہ من غیرہ ولم یقیدوہ بموثوق بہ ولوکان المراد ھذا لکان یکفی ان یبیعہ ثم اذا وصلا او تفرق طریقھما یشتری منہ وقد کان البیع اشھر منھا یعرفہ کل احد بخلاف الھبۃ بشرط العوض التی ھی برزخ بینھما ھبۃ ابتداءً وبیع انتھاءً ولم یذکر البیع احد اما اشکال الخانیۃ فقد اجاب عنہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح بان الرجوع تملک بسبب مکروہ وھو مطلوب العدم شرعا فیجوز ان یعتبر الماء معدوما فی حقہ لذلک وان قدر علیہ حقیقۃ کماء الحب بخلاف البیع[3] اھ۔

اقول سفر میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ قابلِ اعتماد آدمی نہیں ملتا۔ اسی لیے فقہائے نے دوسرے کو ہبہ کرنے کی بات تو کہی ہے مگر اس کے قابلِ اعتماد ہونے کی قید نہیں لگائی۔ اگر یہ مراد ہوتی تو یہی کافی تھا کہ اسے فروخت کردے پھر جب دونوں وطن پہنچ جائیں یا جب دونوں کا راستہ الگ ہو تو یہ اس سے خریدلے۔ اور بیع تو زیادہ مشہور چیز ہے جسے ہر شخص جانتا ہے بخلاف ہبہ بشرط عوض کے جو بیع و ہبہ کے درمیان برزخ ہے کہ ابتداءً ہبہ ہے اور انتہاءً بیع ہے اور بیع کو کسی نے ذکر نہ کیا۔ رہا خانیہ کا اعتراض تو فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ "رجوع کرنا ایک مکروہ سبب کے ساتھ مالک بننا ہے اور اس فعل کا عدم شرعاً مطلوب ہے تو اس کے باعث پانی اس کے حق میں معدوم قرار دیا جاسکتا ہے اگرچہ حقیقۃً اس پر قادر ہو جیسے سبیل کا پانی، بخلاف بیع کے" اھ۔ (ت)

---

[1] طحطاوی علی الدر باب التیمم مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۳۴
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶
[3] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹

اقول ای اذا وجد فی الفلاۃ ماء موضوعا للشرب لایجوز لہ التوضی منہ بل یتیمم مع قدرتہ علی الماء حسا ولغۃ حقیقۃ لعجزہ عنہ شرعا کذا ھذا بخلاف الشراء فانہ قادر علیہ شرعا ایضا وبالجملۃ فالمنع الشرعی ایضا من اسباب العجز عن استعمال الماء کسائر وجوہ العجز وھو حاصل ھھنا فساغ التیمم ھذا تقریرہ وقد اقرہ فی البحر واستحسنہ فی الحلیۃ وتعقبہ المقدسی قائلا یمکن ان یقال انما یکون الرجوع محذورا اذا کان عقد الھبۃ حقیقیا اما اذا کان علی وجہ الحیلۃ فلا اذ الموھوب لہ لایتأذی من الرجوع ھنا اصلا تأمل[1] اھ واختلف نظر العلامۃ ش فاید فی المنحۃ تعقب المقدسی بقولہ علا انہ سیأتی عن الوافی انہ اذا کان مع رفیقہ ماء فظن انہ ان سألہ اعطاہ لم یجز التیمم وان کان عندہ انہ لایعطیہ یتیمم وان شک فی الاعطاء وتیمم وصلی فسألہ فاعطاہ یعید وھنا ان لم یرجع بھبتہ یجب علیہ ان یسألہ لوجود الظن باعطائہ

اقول یعنی جب جنگل میں پینے کے لیے رکھا ہُوا پانی پائے تو پانی پر حِسّاً اور لغت میں حقیقۃً قدرت ہونے کے باوجود اس کے لیے اس سے وضو کرنا جائز نہیں بلکہ تیمم کرے گا اس لیے کہ شرعاً وہ پانی سے عاجز ہے ——— ایسے ہی ہبہ سے رجوع والا معاملہ ہے ——— اور خریدنے کی صورت اس کے برخلاف ہے کیونکہ اس پر وہ شرعاً بھی قادر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پانی سے عجز کی دوسری صورتوں کی طرح ممانعت شرعیہ بھی پانی کے استعمال سے عجز کا ایک سبب ہے اور وُہ یہاں پر موجود ہے تو تیمم جائز ہوا ——— یہ کلام محقق کی تقریر ہے ——— اسے بحر میں برقرار رکھا اور حلیہ میں پسند کیا۔ اور مقدسی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ "کہا جا سکتا ہے کہ رجوع اس وقت ممنوع ہوتا ہے جب ہبہ کا معاملہ حقیقی طور پر منعقد ہو لیکن اگر حیلہ کے طور پر ہو تو ممنوع نہیں اس لیے کہ جسے ہبہ کیا گیا اسے رجوع سے یہاں کوئی اذیت نہ ہوگی، تأمل اھ۔ یہاں علامہ شامی کا کلام دو طرح کا ہے۔ منحۃ الخالق میں مقدسی کے اعتراض کی اس طرح تائید کی ہے:

"علاوہ اس کے کہ عنقریب وافی کے حوالہ سے یہ مسئلہ آرہا ہے کہ جب رفیقِ سفر کے پاس پانی ہو اور یہ گمان ہو کہ مانگنے پر دے دے گا تو تیمم جائز نہیں اور اگر اس کا عندیہ ہو کہ نہیں دے گا تو

---

[1] منحۃ الخالق مع البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۴

اللھم الا ان یتعاھدا علی انہ ان سألہ بعد الھبۃ لایعطیہ تتمیما للحیلۃ تأمل[1] اھ

وآید فی ردالمحتار استحسان الحلیۃ بقولہ علاان الرجوع فی الھبۃ یتوقف علی الرضا او القضاء لکن قد یقال انہ ماوھبہ الالیستردہ والموھوب منہ لایمنعہ اذا طلبہ الواھب وذلک یمنع التیمم والجواب انہ یستردہ بھبۃ او شراء لا بالرجوع فلا یلزم المکروہ والموھوب منہ اذا علم بالحیلۃ یمتنع من دفعہ للوضوء تأمل[2] اھ

تیمم کرلے۔ اور اگر دینے سے متعلق اسے شک تھا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اس سے طلب کیا اور اس نے دے دیا تو اعادہ کرے۔ اور یہاں اگرچہ اپنے ہبہ سے رجوع نہ کرے لیکن اس پر یہ واجب ہے کہ پانی اس سے مانگے کیونکہ دینے کا ظن موجود ہے، ہاں مگر یہ صورت ہو کہ دونوں باہم عہد کرلیں کہ اگر ہبہ کے بعد اس سے طلب کرے تو نہ دے تاکہ حیلہ مکمل ہوجائے، تأمل کرو" اھ

اور ردالمحتار میں حلیہ کے استحسان کی ان الفاظ میں تائید فرمائی ہے: "علاوہ ازیں ہبہ سے رجوع موہوب لہ کی رضامندی یا حاکم کے فیصلہ پر موقوف ہے لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے ہبہ اسی لیے کیا ہے کہ پھر واپس لے گا اور جسے ہبہ کیا ہے وُہ واہب کے مطالبہ کے وقت پانی دینے سے انکار نہ کریگا۔ اور یہ امر تیمم سے مانع ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دینے والا ہبہ کے ذریعے یا خرید کر واپس لے گا ہبہ سے رجوع کرکے واپس نہ لے گا۔ تو امر مکروہ لازم نہ آئے گا۔ اور جسے دیا گیا ہے جب اسے حیلہ کا علم ہے تو وضو کے لیے دینے سے وہ انکار کرے گا ـــــ غور کرو" اھ (ت)

اقول لا وجہ للتعقب فان الھبۃ حقیقیۃ قطعا صدرت من اھلھا فی محلھا والحیلۃ لاتنفی الحقیقۃ بل توجبھا اذ لولاھا لبطلت وکونہ یتوصل بہ الی مقصد اٰخر لاینافی قصد العقد بل یؤکدہ اذ بہ یتوصل فکیف لایقصدہ وانما العقد بالایجاب

اقول، علامہ مقدسی کے اعتراض کی کوئی وجہ نہیں اس لیے کہ ہبہ حقیقۃً ہبہ ہے جو اہل سے محل میں صادر ہوا، اور حیلہ حقیقت کو ختم نہیں کرتا بلکہ ثابت و لازم کرتا ہے اس لیے کہ اگر حقیقت کا ثبوت ہی نہ ہوتا تو حیلہ ہی باطل ہوتا۔ اور اسے کسی اور مقصد کے حصول کا ذریعہ بنانا قصدِ عقد کے منافی نہیں بلکہ

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۴

[2] ردالمحتار " مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

والقبول لا بالغایات المضمرۃ فی النفوس والا لانسد باب الحیل الشرعیۃ عن اٰخرھا مع انہ مفتوح بالکتاب العزیز والاحادیث الصحاح کما بینتہ فی کفل الفقیہ واذا ثبت العقد ثبت باحکامہ ومن احکامہ کراھۃ الرجوع تحریما فکیف لایکون محذورا ولیس المنع منہ لتأذی الموھوب لہ حتی لو لم یتأذ جاز بل لایجوز وان لم یتأذ الاتری ان لہ طریقین الرضا والقضاء ولا تأذی فی الرضا بل منعہ لانہ لیس لنا بحمد اللہ تعالٰی مثل السوء کما افصح بہ الحدیث الشریف اما علاوۃ الشامی فقد تکفل بالجواب عنہا وقد جزم فی ردالمحتار بما استضعفہ فی المنحۃ۔

اس سے تو قصد اور مؤکد ہوتا ہے کیونکہ اسی[ع] کے ذریعے اسے دوسرا مقصد حاصل کرنا ہے تو عقد کا قصد کیوں کر نہ ہوگا، عقد تو ایجاب وقبول سے ہوتا ہے، دلوں میں پوشیدہ مقاصد کا اعتبار نہیں ورنہ تمام تر شرعی حیلوں کا دروازہ ہی بند ہوجائے جب کہ یہ کتاب عزیز اور احادیث صحاح کی رُو سے کھلا ہوا ہے جیسا کہ میں نے "کفل الفقیہ الفاھم" میں اسے واضح کیا ہے۔ اور جب عقد کا ثبوت ہوگا تو اس کے احکام کا بھی ثبوت ہوگا۔ اور عقدِ ہبہ کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ اس سے رجوع کرنا مکروہ تحریمی ہے تو رجوع ممنوع کیسے نہ ہوگا؟۔ اور رجوع سے ممانعت اس بنیاد پر نہیں کہ اس سے موہوب لہ کو اذیت ہوگی کہ اگر اسے اذیت نہ ہو تو رجوع جائز ہوجائے۔ بلکہ اسے اذیت نہ ہو جب بھی رجوع جائز نہیں۔ دیکھ لیجئے کہ رجوع کے دو طریقے ہیں موہوب لہ کی رضامندی یا حاکم کا فیصلہ، اور رضامندی کی صورت میں اسے کوئی اذیت نہیں (مگر ممانعت دونوں ہی صورتوں میں ہے) بلکہ رجوع سے ممانعت اس لیے ہے کہ بحمدہ تعالٰی ہمارے لیے بُری مثل نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں اس کا صاف بیان ہے (ہبہ سے رجوع کرنے والا اس کُتے کی طرح ہے جو اپنا قے کیا ہُوا کھانا پھر کھاتا ہے۔ مفہوماً ۱۲ م۔الف) رہا علامہ شامی کا "علاوہ" تو اس کا جواب انہوں نے خود ہی دے دیا ہے اور منحۃ الخالق میں جسے انہوں نے ضعیف سمجھا تھا ردالمحتار میں اسی پر جزم فرمایا ہے۔ (ت)

ع: کمن نکح الٰی شھر اوسنۃ اومائتی عام بطل وان نکح مطلقا وفی نیتہ ان یطلقھا بعد شھر او یوم او ساعۃ جاز کما فی الدر وغیرہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

جیسے اگر کسی نے ایک ماہ یا ایک سال یا دو سو سال تک کے لیے نکاح کیا تو باطل ہے اور اگر قیدِ وقت کے بغیر نکاح کیا اور دل میں یہ نیت ہے کہ ایک ماہ یا ایک دن یا ایک ساعت کے بعد طلاق دے دے گا تو جائز ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں مذکور ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

فان قلت مافائدته الا التمکن من الرجوع وھو عنه ممنوع **اقول** لایرجع بل یشتری او یستوھب کما قال ش و فائدته ان الموھوب له لایمتنع من بیعه او ھبته علما منه بانه ان لم یفعل فله الرجوع فلایفید الامتناع بخلاف ما اذا انقطع حق رجوعه یمتنع لعلمه ان الواھب لایقدر علی استردادہ فالصواب مع عامة الائمة ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ اس کا فائدہ یہی تو تھا کہ آئندہ رجوع پر قدرت رہے گی اور رجوع ممنوع ہے (تو فائدہ مفقود ہے)، **اقول** ہبہ سے رجوع نہیں کریگا بلکہ موہوب لہ سے آبِ زمزم خرید کریا اس سے ہبہ کرا کے حاصل کرے گا جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا۔ اور فائدہ یہ ہے کہ موہوب لہ بیع یا ہبہ سے انکار نہ کرسکے گا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو واہب رجوع کرسکتا ہے تو انکار بے سود ہوگا۔ بخلاف اس صورت کے جس میں حق رجوع ختم ہوجائے اس صورت میں موہوب لہ انکار کردے گا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ واہب کو واپس لینے کا اختیار نہ رہا۔ تو اس مسئلہ میں حق وصواب عامہ ائمہ رحمہم اللہ کے ساتھ ہے، ان شاء اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۱۴۹) پانی ایسی حالت پر ہے کہ اس کے مطلق و مقید ہونے میں اشتباہ ہے جیسے نبیذ تمر وغیرہ جس میں تحقیق نہ ہو کر پانی اُس میوے سے مغلوب ہو کر نبیذ ہوگیا یا ابھی نہیں اُس سے وضو بھی کرے کہ شاید پانی ہو اور تیمم بھی کہ شاید نہ ہو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نبیذ تمر میں جو تین حکم مروی ہیں اُن سے وضو کرے، وضو نہ کرے تیمم ہی کرے۔ وضو و تیمم دونوں کرے وہ انہیں تین حالتوں پر مبنی ہیں جہاں پانی ہنوز مغلوب نہ ہوا وہاں اُس سے وضو کا حکم فرمایا جہاں مغلوب ہوگیا تیمم کا حکم دیا جہاں مغلوب ہونا نہ ہونا مشتبہ ہے دونوں کا جمع کرنا ارشاد فرمایا کما ذکرنا ہ علی ھامش رسالتنا النور والنورق (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "النور والنورق" کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ ت)

(۱۵۰) گدھے کا جھوٹا پانی موجود ہے اور نہیں اُس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی۔ ان دونوں نمبروں میں اختیار ہے چاہے وضو پہلے کرے خواہ تیمم اور بہتر یہ ہے کہ وضو پہلے کرے اور[۱] ان دونوں میں وضو بلا نیت جائز نہ ہو گا تیمم کی طرح اس وضو میں بھی نیت شرط ہے۔ **تنبیہ** یہی حکم خچر کے جھوٹے کا ہے اگر گدھی پر گھوڑا چڑھنے سے پیدا ہوا ہو ہمارے[۲] ملک میں عام خچر وہ ہیں کہ گھوڑی پر گدھا ڈال کر لیے جاتے ہیں ان خچروں کا جھوٹا مشکوک نہیں ظاہر ہے ان کا حکم گھوڑے کی مثل ہے کہ جانوروں[۳] میں اعتبار ماں کا ہے درمختار میں ہے،

(سؤر حمار) اھلی (وبغل) امه حمارۃ "اہلی (گدھے کا جھوٹا اور خچر کا) جس کی ماں گدھی ہو۔

فلو فرسا او بقرة فطاهر (مشكوك في طهوريته) حتى لو وقع في ماء قليل اعتبر بالاجزاء (فيتوضؤ به) او يغتسل (ويتيمم ان فقد ماء وصح تقديم ايهما شاء) في الاصح اھ اما ما قال بعده (ويقدم التيمم على نبيذ التمر على المذهب) المصحح المفتى به لان المجتهد اذا رجع عن قول لايجوز الاخذ به[1] ففيما صار نبيذا ومعنى التقديم الاختيار اى يختار التيمم حتما ولا يتوضؤ به كما افاده ش وبيناه في الرسالة المذكورة۔

اگر ماں گھوڑی یا گائے ہو تو ایسے خچر کا جھوٹا پاک ہے (اس کے مطہر ہونے میں شک ہے) یہاں تک کہ اگر آبِ قلیل میں پڑجائے تو اجزاء کا اعتبار ہوگا (تو اس سے وضو کیا جائے گا) یا غسل کیا جائے گا (اور تیمم بھی کیا جائے گا اگر دوسرا پانی نہ ہو۔ اور) اصح مذہب میں، (تیمم و وضو میں سے جسے چاہے مقدم کرے) اھ۔ لیکن اس کے بعد دُرِمختار میں یہ عبارت ہے: "(اور) تصحیح یافتہ مفتی بہ (مذہب کی بنیاد پر تیمم کو نبیذِ تمر پر مقدم کرے) اس لیے کہ مجتہد جب کسی قول سے رجوع کرلے تو اسے لینا جائز نہیں اھ یہ حکم اس صورت میں ہے جب پانی نبیذ بن گیا ہو اور یہاں تقدیم کا معنی اختیار ہے یعنی واجبی طور پر تیمم ہی اختیار کرے اور نبیذ سے وضو نہ کرے جیسا کہ علامہ شامی نے یہ افادہ فرمایا ہے اور اسے ہم نے اپنے مذکورہ رسالہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

في النهر عن الفتح اختلف في النية بسؤر الحمار والاحوط ان ينوى اھ اى الاحوط القول بوجوبها فقد قدمنا في بحث النية عن البحر عن شرح المجمع والنقاية معزيا الى الكفاية انها شرط فيه وفي نبيذ التمر[2]۔

"النہر الفائق میں فتح القدیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ گدھے کے جُھوٹے سے وضو میں نیت سے متعلق اختلاف ہے اور احوط یہ ہے کہ نیت کرے"۔ اھ یعنی احوط وجوبِ نیت ماننا ہے کیونکہ ہم نیت کی بحث میں یہ بیان کر آئے ہیں کہ گدھے کے جُھوٹے سے اور نبیذِ تمر سے وضو میں نیت شرط ہے اسے ہم نے البحرالرائق سے نقل کیا ہے اور بحر میں شرح مجمع اور نقایہ سے نقل ہے اور ان دونوں میں کفایہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (ت)

(۱۵۱) وضو میں اکثر اعضائے وضو یا غسل میں اکثر حصہ بدن میں زخم یا ترخارش ہے تیمم کرے اور کم میں توضیح

---

[1] الدرالمختار مع الشامی فصل فی البئر مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۵ تا ۱۶۷

[2] ردالمحتار " " ۱/۱۶۵

کو دھوئے باقی کو مسح کرے مگر جب کہ صحیح دھونے سے زخمی تک پانی پہنچنے سے بچا نہ سکے تو اب بھی تیمم ہے[1] کما فی الخانیۃ والحلیۃ والبحر (جیسا کہ خانیہ، حلیہ اور البحر الرائق میں ہے۔ ت) اور اگر صحیح و مجروح دونوں حصے برابر ہوں تو اختلاف تصحیح ہے خانیہ و محیط میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ صحیح کو دھوئے جریح کو مسح کرے بحر و تنویر میں ہے یہی احوط ہے درمختار میں ہے یہی اصح ہے اور خلاصہ و تبیین و فتح و فیض و اختیار و مواہب الرحمٰن میں ہے صحیح یہ کہ تیمم کرے۔

کما فی رد المحتار قال ورأیت فی السراج ما نصہ وفی العیون عن محمد اذا کان علی الیدین قروح لایقدر علی غسلہما و بوجہہ مثل ذلک تیمم وان کان فی یدیہ خاصۃ غسل ولا یتیمم وھذا یدل علی انہ یتیمم مع جراحۃ النصف اھ[2]

جیسا کہ رد المحتار میں ہے، فرماتے ہیں "میں نے سراج میں یہ عبارت دیکھی: عیون میں امام محمد سے نقل ہے: جب دونوں ہاتھوں پر ایسے زخم ہوں کہ ہاتھوں کو دھو نہ سکتا ہو، اور چہرے میں بھی ایسے ہی ہوں تو تیمم کرے۔ اور اگر صرف ہاتھوں میں ہوں تو دھوئے اور تیمم نہ کرے"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصف محل وضو زخمی ہونے کی صورت میں تیمم کرے گا" اھ (ت)

اقول وبہ تترجح کفۃ القول الثانی وبہ رد الشامی علی الدر ان حکمہ فی المساواۃ بالغسل والمسح خلاف المروی عن محمد **فان قلت** لعل الشارح المدقق رحمہ اللہ تعالٰی نظر الی ان الکلام ھھنا فی الغسل فان کان مایضرہ الغسل اکثر عددا مما لایضرہ تیمم اعتبارا بالاکثر ولاشک ان الوجہ والیدین اکثر المغسول من اعضاء الوضوء فلاما فی السراج من الاستدلال بہ یتم ولا ما فی منحۃ المحتار علی الشارح یرد۔

اقول: اس سے قول ثانی کا پلّہ بھاری ہوجاتا ہے اور اسی کی بنیاد پر علامہ شامی نے درمختار کا رد کیا ہے کہ صحیح اور زخمی اعضا برابر ہونے کی صورت میں دھونے اور مسح دونوں ہی کا حکم دینا اس کے خلاف ہے جو امام محمد سے مروی ہے۔ **اگر یہ اعتراض ہو** کہ شاید شارح مدقق رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر نظر کی ہو کہ یہاں کلام دھونے سے متعلق ہے تو جن اعضاء کو دھونا مضر ہے وہ اگر گنتی میں ان اعضاء سے زیادہ ہوں جنہیں دھونا مضر نہیں ہے تو اکثر کا لحاظ کرتے ہوئے تیمم کرے گا ۔۔ اور اس میں شک نہیں کہ جتنے اعضائے وضو کو دھونا ہے ان میں دونوں ہاتھ اور چہرہ مل کر باقی سے زیادہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز بہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸

[2] رد المحتار آخر باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۹

میں تو امام محمد کی روایت سے سراج میں جو استدلال کیا گیا ہے وہ تام نہیں اور اس سے ردالمحتار میں شارح پر جو رد کیا گیا ہے وہ بھی درست نہیں۔ (ت)

اقول فاذن یضیع قولہ وان استویا اذ لا نصف لثلثۃ وضم الرأس الی ھذہ الاعضاء قد صرح بہ فی الفتح و الحلیۃ والبحر حیث قال ھذا واختلف فی حد الکثرۃ منھم من اعتبر من حیث عدد الاعضاء ومنھم من اعتبر الکثرۃ فی نفس کل عضو فلو کان برأسہ ووجھہ و یدیہ جراحۃ والرجل لا جراحۃ بھا یتیمم سواء کان الاکثر من اعضاء الجراحۃ جریحا او صحیحا والاٰخرون قالوا ان کان الاکثر من کل عضو من اعضاء الوضوء المذکورۃ جریحا فھو الکثیر الذی یجوز معہ التیمم والا فلا کذا فی فتح القدیر من غیر ترجیح وفی الحقائق المختار اعتبار الکثرۃ من حیث عدد الاعضاء اھ[1] ومثل ما فی الفتح فی الحلیۃ غیر انہ مال بحثا الی اعتبار الکثرۃ فی اعضاء الوضوء ایضا مساحۃ ای بخلاف کلا القولین۔

اقول: اگر یہ بات ہو تو شارح کا یہ لکھنا کہ "اگر دونوں برابر ہوں" بیکار ہوگا اس لیے کہ (دھوئے جانے والے اعضاء تین ہیں اور) تین کا نصف نہیں ——— ان اعضاء کے ساتھ سر کے شامل ہونے کی تصریح فتح القدیر، حلیہ اور البحرالرائق میں موجود ہے ——— الفاظ یہ ہیں: "کثرت کی حد میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے اعضاء کی تعداد کا اعتبار کیا ہے اور بعض حضرات نے خود ہر عضو کے اندر زیادتی و کثرت کا اعتبار کیا ہے ——— تو اگر اس کے سر، چہرے اور ہاتھوں میں زخم ہے اور پیر میں زخم نہیں تو تیمم کرے گا خواہ زخم والے اعضا کا اکثر حصہ زخمی ہو یا صحیح ہو ——— اور دوسرے حضرات نے فرمایا کہ اگر وضو کے اعضائے مذکورہ میں سے ہر عضو کا اکثر حصہ زخمی ہو تو یہی وہ کثیر ہے جس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز ہے اور اگر یہ صورت نہ ہو تو تیمم جائز نہیں"۔ فتح القدیر میں اسی طرح بغیر کسی ترجیح کے مذکور ہے، اور حقائق میں یہ لکھا ہے کہ "مختار یہ ہے کہ عدد اعضا کے لحاظ سے کثرت کا اعتبار ہے" اھ۔ فتح القدیر کے مثل حلیہ میں بھی ہے مگر اس میں مزید یہ ہے کہ بطور بحث کے ان کا میلان اس جانب ہوا ہے کہ مساحت و مقدار کے لحاظ سے بھی اعضائے وضو میں کثرت کا اعتبار ہوگا (یہاں دو قول تھے (۱) چاروں اعضائے وضو میں گنتی کے لحاظ سے کثرت کا اعتبار (۲) ہر عضو وضو کے زخمی و غیر زخمی حصوں کے لحاظ سے کثرت کا اعتبار۔

---

[1] البحرالرائق باب التیمم قولہ ولو اکثرہ مجروحاً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۳

اور یہ تیسرا خیال ہُوا کہ گنتی کا بھی اعتبار ہو اور اعضا میں زخمی وغیر زخمی حصوں کی مقدار اور مساحت کا بھی اعتبار ہو ۱۲ م - الف) تو ان کی بحث کا میلان دونوں قولوں کے برخلاف ایک تیسری جانب ہے ۔ (ت)

اقول وقد کنت ارانی امیل الیہ قبل ان اراہ غیرانی لم یکن لی الخیار لاسیما مع تصریح الحقائق بالمختار واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول حلیہ کی بحث دیکھنے سے پہلے ہی میرا میلان بھی اسی جانب نظر آرہا تھا مگر مجھے کیا اختیار، خصوصاً جب کہ حقائق میں مختار کی تصریح موجود ہے واللہ تعالٰی اعلم ۔ (ت)

(۱۵۲) یہاں ایک مسئلہ اس مسئلۂ اعتبار اکثر اعضا سے مستثنٰی ہے وہ یہ کہ دونوں ہتھیلیاں ایسی زخمی ہیں کہ ان پر پانی پڑنا ضرر دے گا یا بوجہ زخم لوٹا وغیرہ اُٹھا نہیں سکتا نہ پانی کسی ایسے برتن یا حوض وغیرہ میں ہے کہ اُس میں اپنا منہ اور پاؤں ڈال کر وضو کرسکے تیمم کرے گا۔ درمختار میں ہے: یتیمم لو الجرح بیدیہ[1] (اگر اس کے دونوں ہاتھوں میں زخم ہو تو تیمم کرے ۔ ت)

عہ **اقول** وکان میلی الیہ لاستبعاد فی اعتبار العدد فمن کانت لہ بثرۃ صغیرۃ فی اقصی جبہتہ و اخری مثلہا علی مرفق یتیمم للجراحۃ فی عضوین وھما نصف الاربعۃ وان کانت یداہ مجروحتین من الرسغین الی فوق المرفقین لا یجوز لہ التیمم لان الجریح عضو واحد فبثرتان تمنعان الوضوء ومئات منہا لاتمنع ۱۲ منہ غفرلہ ۔ (م)

اقول: اس جانب میرا میلان گنتی اور عدد کے اعتبار کو بعید سمجھنے کی وجہ سے تھا وہ اس طرح کہ اگر کسی کی پیشانی کے کنارہ پر ایک چھوٹی سی پھنسی ہو اور ایسی ہی دوسری پھنسی کہنی پر ہو تو وہ تیمم کرے کیونکہ زخم دو عضووں میں ہے جو چار کا نصف ہیں — اور اگر اس کے دونوں ہاتھ گٹوں سے کہنیوں کے اُوپر تک زخمی ہوں تو اس کے لیے تیمم جائز نہ ہو کیونکہ زخمی صرف ایک عضو ہے تو ایک صورت میں دو پھنسیاں تو وضو سے مانع ہو جاتی ہیں اور دوسری صورت میں ویسی ہی سیکڑوں ہو کر بھی مانع نہیں ہوتیں ۱۲ منہ غفرلہ ۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مصطفٰے البابی مصر ۱/۱۸۹

ردالمحتار میں ہے :

ای ولم یمکنہ ادخال وجہہ ورجلیہ فی الماء فلو امکنہ فعل بلا تیمم کما لایخفی فلاینافی ماقدمناہ عن العیون[1]۔

یعنی ساتھ ہی یہ بات بھی ہو کہ وُہ چہرہ اور دونوں پاؤں پانی میں نہ ڈال سکتا ہو، اگر یہ کرسکتا ہو تو اسے تیمم چھوڑ کر یہی کرنا ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ تو یہ اس کے منافی نہیں جو عیون کے حوالہ سے ہم پہلے بیان کرگئے۔ اھ (ت)

البحرالرائق میں ہے :

فہذا یفید ان قولہم اذا کان الاکثر صحیحا یغسل الصحیح محمول علی ما اذا لم یکن بالیدین جراحۃ کما لایخفی[2]۔

تو اس سے اس بات کا افادہ ہوتا ہے کہ فقہا نے یہ جو فرمایا ہے "اکثر صحیح ہو تو صحیح کو دھونا ہے" یہ اس صورت پر محمول ہے جب اس کے دونوں ہاتھوں پر زخم نہ ہو۔ جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

(۱۵۳ تا ۱۵۵) اس مسئلہ جراحت ہر دو کف کو درمختار میں عام رکھا کہ اگرچہ کوئی وضو کرانے والا ملے جب بھی تیمم کی اجازت ہے۔

حیث قال بعد ما مر وان وجد من یوضئہ خلافا لہما[3]۔

کیونکہ گزشتہ عبارت کے بعد ان کے الفاظ یہ ہیں: اگرچہ اسے کوئی وضو کرانے والا مل جائے (یہ امام صاحب کے یہاں ہے) بخلاف صاحبین کے۔ (ت)

مگر معتمد یہ ہے کہ اس حالت میں تیمم نہیں البحرالرائق میں ہے :

فی القنیۃ والمبتغی بیدہ قروح یضرہ الماء دون سائر جسدہ یتیمم اذا لم یجد من یغسل وجہہ وقیل یتیمم مطلقا[4] اھ اقول وقولہ وجہہ من باب

قنیہ اور مبتغی میں ہے، اس کے ہاتھ پر ایسا زخم ہو کہ پانی اسے ضرر رساں ہو، باقی جسم میں زخم نہ ہو تو وہ بھی تیمم کرے گا بشرطیکہ اسے کوئی چہرہ دھونے والا نہ ملے، اور کہا گیا کہ مطلقاً تیمم کرے گا اھ

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۹
[2] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۳
[3] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۹
[4] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۳

الاكتفاء اى وس جليه و يمسح رأسه۔

اقول صرف چہرہ کا نام لیا (چہرہ دھونے والا نہ ملے) یہ اکتفا کے باب سے ہے مراد یہ ہے کہ ایسا کوئی شخص نہ ملے جو چہرہ اور پیروں کو دھو دے اور سر پر مسح کردے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

وھو الموافق لما مر فی المریض العاجز من انه لو وجد من یعینه لایتیمم فی ظاهر الروایة فتنبه لذلك[1]۔

اور یہ اس حکم کے مطابق ہے جو عاجز مریض سے متعلق گزرا کہ اسے اگر کوئی مدد دینے والا ملے تو ظاہر روایت میں وہ تیمم نہیں کر سکتا، تو اس پر متنبہ رہنا چاہئے۔ (ت)

اقول تو اب یہاں بدستور وُہ تینوں صُورتیں نکلیں گی کہ وضو کرادینے والا اجرت زیادہ مانگتا ہے یا یہ مفلس ہے یا مال غائب اور وہ اُدھار پر راضی نہیں۔

تنبیہ : امام اجل فقیہ ابو جعفر ہندوانی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب غریب الروایۃ میں ایک صُورت یہم کی یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اگر وضو میں سب اعضا بے تکلف دھو سکتا ہے مگر کسی مرض کے باعث سر کا مسح ضرر کرتا ہے تو تیمم کرے یُوں ہی اگر غسل میں سارے بدن پر پانی بہا سکتا ہو مگر سر دھونا در کنار مسح بھی نہ کر سکے تو غسل کی جگہ بھی تیمم کرے مگر صحیح و معتمد و مشہور و منصور یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں تیمم کی اجازت نہیں بلکہ وضو میں تینوں اعضا اور غسل میں سر کے سوا سارا بدن دھوئے اور سر پر کوئی پٹّی باندھ کر اُس پر مسح کرے اور اس سے بھی نقصان ہو تو بالکل چھوڑ دے اس قدر معاف رہے گا۔

تنویر الابصار آخر تیمم میں ہے :

من به وجع رأس لایستطیع معه مسحه یسقط فرض مسحه[2]۔

جس کے سر میں کوئی ایسا مرض ہو جس کے باعث سر کا مسح نہ کر سکے تو مسح سر کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

لایستطیع مسحه محدثا ولا غسله جنبا ففی الفیض عن غریب الروایة

حالتِ حدث میں مسح نہ کر سکے اور حالتِ جنابت میں سر نہ دھو سکے تو فیض میں غریب الروایۃ سے ہے کہ

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۸۹

[2] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم 〃 〃 ۱/۱۹۰

يتيمم وافتى قارئ الهداية انه يسقط عنه فرض مسحه ولو على جبيرة ففى مسحها قولان وكذا يسقط غسله فيمسحه ولو على جبيرة ان لم يضره والا سقط اصلا وجعل عادما لذلك العضو حكما كما فى المعدوم حقيقة۔[1]

کہ تیمم کرے اور قارئ ہدایہ کا فتوٰی یہ ہے کہ اس سے فرضِ مسح ساقط ہے۔ اور اگر سر پر پٹی ہو تو اس کے مسح سے متعلق دو قول ہیں ــــ اسی طرح (غسل میں) سر کا دھونا بھی ساقط ہے ایسی صورت میں دھونے کی بجائے سر پر مسح کرے اگرچہ کسی پٹی پر جب کہ یہ مضر نہ ہو، اگر یہ بھی مضر ہو تو (دھونا اور مسح دونوں) بالکل ہی ساقط ہے اور حکماً وہ اس کی طرح قرار دیا جائے گا جس کا یہ عضو ہی نہ ہو، جیسا کہ حقیقۃً عضو نہ رکھنے والے سے متعلق حکم ہے (کہ اس سے دھونا اور مسح کرنا سبھی ساقط ہے)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله قولان ذكر فى النهر عن البدائع ما يفيد ترجيح الوجوب وقال وهو الذى ينبغى التعويل عليه اھ بل قال فى البحر والصواب الوجوب۔[2]

دُرمختار کی عبارت قولان (دو قول ہیں) کہ النہر الفائق میں بدائع کے حوالے سے ذکر کیا ہے جس سے وجوبِ مسح کی ترجیح مستفاد ہوتی ہے اور لکھا ہے کہ اسی پر اعتماد ہونا چاہئے اھ۔ بلکہ البحر الرائق میں یہ ہے کہ صحیح وجوب ہی ہے۔ (ت)

البحرالرائق میں ہے:

ذكر الجلابى فى كتاب الصلاة له ان من به وجع فى رأسه لا يستطيع معه مسحه يسقط فرض المسح فى حقه۔[3]

جلابی نے اپنی کتاب الصلوۃ میں ذکر ہے کہ جس کے سر میں ایسا مرض ہو جس کی وجہ سے سر کا مسح نہ کر سکے تو اس کے حق میں فرض ساقط ہے" اھ۔

وهذه مسألة مهمة اجبت ذكرها لغرابتها وعدم وجودها فى غالب الكتب وقد افتى بها الشيخ سراج الدين

اور یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس کی ندرت و غرابت اور عام کتب میں مذکور نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اسے بیان کر دینا بہتر سمجھا اور محقق کمال الدین

---

[1] الدر المختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۹۰
[2] ردالمحتار " " " ۱/۱۹۱
[3] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۴

قارئ الهداية استاذ المحقق كمال الدين بن الهمام وبه اندفع ماكان قد توهم قبل الوقوف على هذا النقل انه يتيمم لعجزه عن استعمال الماء وليس بعد النقل الا الرجوع اليه ولعل الوجه فيه ان يجعل عادم ذلك العضو حكما فتسقط وظيفته كما في المعدوم حقيقة بخلاف ما اذا كان ببعض الاعضاء المغسولة جراحة فانه يغسل الصحيح ويمسح على الجريح لان المسح عليه كالغسل لما تحته ولان التيمم مسح فلا يكون بدلا عن مسح وانما هو بدل عن غسل والرأس ممسوح ولهذا لم يكن التيمم في الرأس[1] اھ

ابن الہمام کے استاذ شیخ سراج الدین قاری ہدایہ نے یہی فتوٰی دیا ہے۔ اس سے وہ وہم بھی دفع ہوجاتا ہے جو اس نقل پر اطلاع سے پہلے کیا گیا تھا کہ اس کے لیے حکم یہ ہوگا کہ پانی استعمال کرنے سے عاجز ہونے کی وجہ سے وہ تیمم کرے ــــ نقل مل جانے کے بعد اسی کی طرف رجوع لازم ہے ــــ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا شخص حکمًا وہ عضو نہ رکھنے والا قرار دیا جائے تو اس عضو سے متعلق عمل ساقط ہوجائیگا جیسے حقیقۃً وہ عضو نہ رکھنے والے کے بارے میں حکم ہے ــــ اس صورت کے برخلاف جب کہ اس کے بعض دھوئے جانے والے اعضا میں زخم ہو کر اس کا حکم یہ ہے کہ صحیح کو دھوئے اور زخمی پر مسح کرے اس لیے کہ اس پر مسح کرنا اس کے نیچے والے عضو کو دھونے ہی کی طرح ہے۔ اور اس لیے کہ تیمم مسح ہے تو وہ کسی مسح کا بدل نہ ہوگا بلکہ دھونے کا بدل ہوگا اور (وضو میں) سر پر مسح ہی ہوتا ہے اس لیے سر کا تیمم نہیں"۔ اھ (ت)

منحۃ الخالق میں ہے:

قوله ماكان قد توهم) الذى توهم ذلك العلامة عبد البر بن الشحنة فانه ذكر عبارة الجلابى فى شرحه على الوهبانية ونظمها بقوله: ؎

وليسقط مسح الرأس عمن برأسه
من الداء ما ان بله يتضرر

صاحب بحر کا قول "وہ جو وہم کیا گیا تھا" ــــ یہ وہم علامہ عبد البر ابن شحنہ کو ہوا تھا۔ انہوں نے جلابی کی عبارت اپنی شرح وہبانیہ میں ذکر کی اور اسے یوں نظم کیا: ؎

جس کے سر میں کوئی ایسا مرض ہو کہ سر کو تر کرنے سے ضرر ہوتا ہو تو ایسے شخص سے سر کا مسح ساقط ہے

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۴

ثم قال وکان یقع فی نفسی قبل وقوفی علی هذا النقل انہ یتیمم لعجزہ عن استعمال الماء ولیس بعد النقل الا الرجوع ولعل الوجہ فیہ انہ یجعل عادما لذلک العضو حکما فتسقط وظیفتہ کما فی المعدوم حقیقۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کے بعد انھوں نے فرمایا کہ اس نقل پر اطلاع سے پہلے میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ ایسا شخص تیمم کریگا اس لیے کہ وُہ پانی کے استعمال سے عاجز ہے۔ اور نقل مل جانے کے بعد اسی کی طرف رجوع لازم ہے۔ شاید اس (مسح سر ساقط ہونے) کی وجہ یہ ہے کہ ایسا شخص حکماً وُہ عضو نہ رکھنے والا قرار دیا جائیگا تو اس عضو سے متعلق مقررہ عمل ـــ مسح ـــ ساقط ہو جائیگا جیسا کہ حقیقۃً عضو نہ رکھنے والے کا حکم ہوتا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

قولہ ولیس بعد النقل الخ یوھم ان التیمم غیر منقول مع انہ منقول ایضا ففی الفیض للکرکی عن غریب الروایۃ من برأسہ صداع من النزلۃ ویضرہ المسح فی الوضوء او الغسل فی الجنابۃ یتیمم والمرأۃ لوضرھا غسل رأسھا فی الجنابۃ او الحیض تمسح علی شعرھا ثلث مسحات بمیاہ مختلفۃ وتغسل باقی جسدھا اھ قال فی الفیض وھو عجیب[1] اھ ما فی المنحۃ۔

ان کا قول "نقل کے بعد اسی کی طرف رجوع لازم ہے" یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ تیمم کا حکم غیر منقول ہے حالانکہ وہ بھی منقول ہے۔ کرکی کی کتاب 'فیض' میں غریب الروایۃ سے نقل کیا ہے کہ "جس کے سر میں نزلہ کی وجہ سے چکّر آتا ہو اور اسے وضو میں مسح یا جنابت میں غسل ضرر دیتا ہو تو وُہ تیمم کرے، اور اگر عورت کو جنابت یا حیض میں سر دھونے سے ضرر ہو تو وہ تین بار مختلف پانیوں سے اپنے بالوں پر مسح کرلے اور باقی جسم دھوئے اھ "فیض" میں کہا: "یہ حکم عجیب ہے" اھ ـــ منحۃ الخالق کی عبارتیں ختم ہوئیں۔ (ت)

اقول ظھرلی بحمد اللہ تعالٰی من معناہ مایرفع العجب وذلک ان العجب انما ھو فی مسئلۃ الغسل ان یجوزلہ التیمم اذا ضرہ غسل رأسہ

اقول: مجھ پر غریب الروایۃ کی عبارت کا ایک ایسا معنی منکشف ہوا، والحمد للہ تعالٰی، جس وجہ سے تعجب دُور ہوجاتا ہے ـــ وُہ یہ ہے کہ تعجب غُسل کے مسئلہ میں ہے کہ سر دھونے سے ضرر

[1] منحۃ الخالق مع البحر باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۳

وهذا باطل قطعا بل يجب الرجوع الی المسح
لان مسح[ف۱] ما يغسل عند تعذر غسله
كغسله كما تقدم انفا عن البحر و
مثله فی البدائع ولذا جاز[ف۲] جمعه مع
الغسل بخلاف مسح[ف۳] الخفين فانه
لا يجوز له ان يغسل احدى رجليه
ويمسح خف الاخرى وان[ف۴] كانت على احدها
جبيرة او عصابة مسحها وغسل الاخرى
كما نصوا[1] عليه فی التبيين وغيره و
ومسألة من اكثر بدنه صحيح انه يغسل
الصحيح ويمسح الجريح مشهور صريح
غير محتاج الى التصريح فكيف حكم ههنا
بالتيمم ولكن هذا[ف۵] التوهم انما كانت
اكدته عبارة الدر فی النقل بالمعنی فلما
رأيت عبارة غريب الرواية المنقولة
فی الفيض وفيها يضره المسح فی الوضوء او
الغسل فی الجنابة لا مسح رأسه محدثا
وغسله جنبا كما فی الدر تحدس فی
خاطری ولله الحمد ان الغسل ههنا
بضم الغين لا فتحها فليس المراد
غسل الرأس بل المعنی[ف۶] ضره الغسل
واسالة الماء على بدنه ولو مع ترك
الرأس لما تصعد به الابخرة الی

ہوتا ہے تو اس کے لیے تیمم کیسے جائز ہوگیا؟ یہ حکم
قطعاً باطل ہے۔ اس پر تو مسح سر کی طرف رجوع
لازم ہے، اس لیے کہ جب کسی دھوئے جانے والے
عضو کا دھونا متعذر اور دشوار ہو جائے تو اس پر مسح
کرلینا اسے دھونے ہی کی طرح ہے جیسا کہ ابھی بحر
کے حوالے سے گزرا، اسی کے مثل بدائع میں بھی ہے اسی
لیے اس مسح کو دھونے کے ساتھ جمع کرنا جائز ہے،
اس کے برخلاف موزوں کے مسح میں یہ جائز نہیں کہ
ایک پاؤں دھولے اور دوسرے پاؤں کے موزے پر
مسح کرلے۔ (لیکن بحالتِ عذر) مگر ایک پاؤں پر
لکڑی یا کپڑے کی پٹی بندھی ہو تو اس پر مسح کرے گا
اور دوسرا پاؤں دھوئے گا۔ جیسا کہ اس پر تبیین وغیرہ
کی تصریحات موجود ہے اور جس کا اکثر بدن صحیح ہو اس کا
مسئلہ مشہور و صریح اور غیر محتاجِ تصریح ہے کہ وہ
صحیح حصّہ بدن دھوئیگا اور زخمی حصہ پر مسح کرے گا۔
توحیرت یہی ہے کہ یہاں (غسل میں مسح سر اور باقی بدن
کو دھونے کا حکم دینے کی بجائے) تیمم کا حکم کیسے
دے دیا ہے (یہ تعجب ایک وہم سے پیدا ہوا) اور
اس وہم کو اس سے تقویت پہنچی کہ درمختار میں
غریب الروایۃ کی عبارت مفہوماً نقل کی۔ جب میں نے
فیض میں نقل شدہ عبارتِ غریب الروایۃ دیکھی اور
اس میں یہ ملا کہ "یضرہ المسح فی الوضوء او الغسل
فی الجنابۃ" یہ عبارت نہیں کہ "مسح رأسہ

۱؎ تبیین الحقائق مسح الخفین مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۵۲

الدماغ كما علم في الطب وكيف تكون عبارة غريب الرواية بفتح الغين مع انه المصرح متصلا بها ان المرأة ان ضرها غسل رأسها مسحته فليس المعنى الا ما قررت وهذا اصاف لاغبار عليه ولله الحمد۔

محدثا و غسله جنبا" جیسا کہ درمختار میں ہے۔ تو یہ عبارت دیکھتے ہی بحمد اللہ تعالٰی میرے دل میں خیال ہوا کہ لفظ "غسل" یہاں غین کے ضمہ سے ہوگا، فتحہ سے نہ ہوگا۔ تو اس عبارت کا یہ معنی نہیں کہ "وضو میں مسح کرنا اور جنابت میں "دھونا" ضرر دیتا ہو" بلکہ معنی یہ ہے کہ جنابت میں غُسل اور بدن پر پانی بہانا ضرر دیتا ہو اگرچہ سر کو چھوڑ کر پانی بہائے، ضرر اس لیے ہو کہ بخارات دماغ کی طرف چڑھتے ہوں جیسا کہ فنِ طب اسے بتاتا ہے۔ اور غریب الروایۃ کی عبارت غین کے فتحہ کے ساتھ (دھونے کے معنی میں) کیوں کر ہو سکتی ہے جبکہ اس کے متصل ہی یہ تصریح موجود ہے کہ اگر عورت کو سر دھونے سے ضرر ہو تو اس پر مسح کرے (پھر یہاں بجائے سر کے سب کچھ چھوڑ کر صرف تیمم کا حکم کیسے ہو سکتا ہے) تو معنی وہی ہے جو میں نے بیان کیا اور یہ بالکل صاف بے غبار ہے۔ وللہ الحمد۔ (ت)

اما مسألة الوضوء فغير عجيب بل له وجه وجيه قريب **فاقول** معلوم ان الحدث لا يتجزى فكذا رفعه فلو اغتسل وبقيت شعرة لم يسل الماء عليها فلا غسل له وهو جنب كما كان وقد نصوا ان النجاسة الحكمية اشد من الحقيقية اذ قد عفي من هذه قدر درهم او اقل من الربع ولا عفو[عہ] في الحكمية قدر ذرة اصلا فمن

اب رہا وضو کا مسئلہ، تو وہ بھی تعجب خیز نہیں بلکہ اس کی ایک عمدہ قریبی وجہ ہے **فاقول** یہ معلوم ہے کہ حدث منقسم نہیں ہوتا تو اسی طرح ازالہ حدث بھی منقسم نہ ہوگا۔ اگر کوئی غسل کرے اور ایک بال چھوٹ جائے جس پر پانی نہ بہایا ہو تو اس کا غسل نہ ہوا وہ اب بھی جُنب ہے ـــــ اور علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ نجاستِ حکمیہ نجاستِ حقیقیہ سے زیادہ سخت ہے اس لیے کہ حقیقیہ سے تو بقدرِ درہم یا چوتھائی سے کم معاف ہے اور حکمیہ میں

عہ **اقول** ای فی السعة اما مواضع الضرورة فنعم كشعر تعقد ونيم ذباب وجرم حناء ومداد الى غير ذلك مما فصلنا في الجود الحلو ۱۲ منه غفر له (م)

اقول یعنی بحالتِ وسعت کچھ معاف نہیں۔ ہاں ضرورت کی جگہوں میں کچھ عفو ہے جیسے بال جو خود گرہ کھا کر رہ گیا ہو اور مکھی کی بیٹ، مہندی، روشنائی وغیرہ کا جرم جس کی تفصیل ہم نے رسالہ "الجود الحلو فی ارکان الوضوء" میں کی ہے ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

لا یستطیع غسل راسه فی الغسل یمسحه فان لم یستطع فعصابۃ علیه وقد تم التطهیر لما علمت ان ھذا المسح یقوم مقام غسله وھی مسألۃ الصحیح الجریح اما اذا لم یقدر علیه اصلا فی الغسل او الوضوء تبقی وظیفۃ الرأس متروکۃ رأسا فیکون ھذا بعض طھارۃ لا طھارۃ وھو لا یتجزی فینتفی اصلا فقد ظھر عــه عجزہ عن طھارۃ الماء فوجب المصیر الی التیمم۔

ایک ذرّہ کے برابر بھی معاف نہیں ۔ تو جو شخص غسل میں اپنا سر دھو نہیں سکتا تو اس پر مسح کرلے گا اگر یہ بھی نہ کرسکے تو پٹی باندھ کر اس پر مسح کرے گا اور اسی سے تطہیر کا عمل مکمل ہوجائے گا اس لیے کہ معلوم ہوچکا ہے کہ یہ مسح دھونے کے قائم مقام ہے ، صحیح زخمی کا مسئلہ بھی یہی ہے ــــــ لیکن جب غسل یا وضو میں یہ بھی (پٹی پر مسح) نہ ہوسکے تو سر سے متعلق عمل بالکل ہی متروک رہ جائیگا جس کی وجہ سے یہ (بقیہ اعضاء کو دھونے کا) عمل جزءِ طہارت تو ہوگا طہارت نہ ہوگا حالاں کہ یہ عمل منقسم نہیں ہوتا تو کہا جائے گا کہ سرے سے طہارت حاصل ہی نہ ہوئی اس طرح پانی والی طہارت سے اس کا عجز ظاہر ہوگیا تو تیمم کی طرف رجوع لازم ہوا ۔ (ت)

اما قول البحران التیمم مسح فلا یکون بدلا عن مسح والراس ممسوح۔

لیکن صاحبِ بحر کا یہ قول کہ " تیمم مسح ہے اس لیے وُہ کسی مسح کا بدل نہ ہوگا اور سر پہ مسح ہی ہوتا ہے ۔" تو اس پر کلام ہے ۔

فاقول اوّلا لا یتمشی فی الغسل فان الرأس فیه مغسول **وثانیا** ھو عجیب من مثله فانه لم تأمر الروایۃ بالتیمم بدلا عن مسح الرأس بل بدلا عن الوضوء والغسل عند العجز عن اکمالھما ولا شك ان التیمم

فاقول (پس میں کہتا ہوں) **اوّلا** یہ بات غُسل میں نہیں چل سکتی کیوں کہ اس میں سر دھویا جاتا ہے ۔ **ثانیاً** ان جیسے کے قلم سے ایسی عبارت حیرت خیز ہے اس لیے کہ روایت مذکورہ میں مسحِ سر کے بدلے تیمم کا حکم نہیں بلکہ وضو و غسل کی تکمیل سے عجز کے وقت ان دونوں کے بدلے تیمم کا حکم ہے اور بلا شبہہ تیمم

عــه والجواب ما اشرنا الیه ان ھذا موضع ضرورۃ وفیه العفو ثابت فی الحکمیۃ ایضا ۱۲ منه غفرله (م)

اور جواب وُہ ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا کہ یہ ضرورت کی جگہ ہے اور مقامِ ضرورت میں معافی نجاست حکمیہ میں بھی ثابت ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

بدل عنہما مع تحقق المسح فی الوضوء فلو لم تصح البدلیۃ بھذا الوجہ وجب ان لایجوز التیمم للمحدث فظھر ان مافی غریب الروایۃ غیر غریب نعم الاشھر ماذکرہ الجلابی و بہ جزم الدر فی غیر موضع ففی اٰخر التیمم ما تقدم وقال فی اٰخر الوضوء قبیل سننہ مانصہ فی اعضائہ شقاق غسلہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ ولو بیدہ ولا یقدر علی الماء تیمم[1] اھ ومسألۃ شقاق الید تقدمت اٰنفا مع قیودھا۔

ان دونوں کا بدل ہے جب کہ وضو میں مسح بھی پایا جاتا ہے تو اگر اس سبب کی بنیاد پر بدلیت درست نہ ہوتی تو لازم تھا کہ محدث کے لیے تیمم کا جواز ہی نہ ہو۔ ظاہر یہ ہُوا کہ غریب الروایۃ میں جو مذکور ہے وُہ غریب نہیں، ہاں زیادہ مشہور وہی ہے جو جلابی نے ذکر کیا اور اسی پر دُرمختار میں متعدد جگہ جزم کیا اس کی آخر تیمم کی عبارت گزر چکی۔ اور آخر وضو میں سُنتوں کے بیان سے ذرا پہلے یہ عبارت ہے: "اعضا میں پھٹن ہے تو اگر قدرت ہو دھوئے ورنہ مسح کرے یہ بھی نہ ہو سکے تو چھوڑ دے اور اگر ہاتھ میں ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم کرے"۔ اھ ہاتھ میں پھٹن کا مسئلہ مع قیدوں کے کچھ پہلے گزر چکا۔

وقال فی اٰخر مسح الخفین الحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحہ فان ضر مسحھا فان ضر سقط اصلا[2] اھ

اور مسح خفین کے آخر میں ان کی یہ عبارت ہے: "حاصل یہ ہے کہ محلِ طہارت کو دھونا لازم ہے اگرچہ آب رواں ہو اگر اس سے ضرر ہوتا ہو تو اس عضو پر مسح کرے اگر اس میں ضرر ہو تو پٹی پر مسح کرے اگر اس سے بھی ضرر ہو تو بالکل ساقط ہے"۔ اھ

اقول بل[2] ان ضر مسحہ فان ضر غسلھا فان ضر مسحھا ثم قال (انکسر ظفرہ فجعل علیہ دواء اووضعہ علی شقوق رجلہ اجری الماء علیہ[3])

اقول بلکہ اگر عضو پر مسح سے ضرر ہو تو پٹی پر پانی بہائے اور دھوئے اگر اس میں ضرر ہو تو پٹی پر مسح کرے۔ پھر لکھتے ہیں، "ناخن ٹوٹ گیا اس پر دوا ڈالی یا پاؤں کے شگافوں پر دوا رکھی تو اس پر پانی

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب الوضوء قبل سننہ مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱/۷۵
[2] الدرالمختار مع الشامی آخر مسح الخفین " " " ۱/۲۰۵
[3] " " " " " " ۱/۲۰۳

ان قدر والا مسحه والا ترکه وفی التبیین والفتح والبحر والهندیة وغیرها من الاسفار الغر لو انکسر ظفره فجعل علیه دواء او علکا او ادخله جلدة مرارة او مرهما فان کان یضره نزعه مسح علیه وان ضره المسح ترکه اھ[1]۔

اقول بل غسله فان ضر مسحه فان ضر ترکه قالوا وان کان فی اعضائه شقوق امر علیها الماء ان قدر والا مسح علیها ان قدر والا ترکها وغسل ما تحتها[2] اھ

بہائے اگر بہا سکے ورنہ مسح کرے ورنہ یہ بھی ترک کرے"۔ تبیین الحقائق، فتح القدیر، البحرالرائق، ہندیہ وغیرہ میں ہے: "اگر ناخن ٹوٹ گیا اس پر دوا یا گوند لگایا یا اس میں پتّے کی جلد یا مرہم ڈال لیا تو اگر اس کے لیے اسے نکالنے میں ضرر ہو تو اس پر مسح کرے اور اگر مسح سے بھی ضرر ہو تو چھوڑ دے" اھ

اقول: بلکہ اس کو دھوئے اگر اس سے نقصان ہو تو مسح کرے اگر اس سے بھی ضرر ہو تو چھوڑ دے۔ علما نے فرمایا ہے: "اگر اس کے اعضا میں شگاف ہو گئے ہوں تو اگر قدرت ہو ان پر پانی بہائے ورنہ ہو سکے تو ان پر مسح کرے ورنہ چھوڑ دے اور ان کے نیچے کی جگہیں دھولے"۔ اھ (ت)

اقول ان کان المراد بمسألة الشقوق ما اذا وضع الدواء علیها و معنی امر علیها امر علی دواء علیها کما کان فی عبارة الدر فذاك والا فتقدیره مسح علیها ان قدر والا اجری علی دواء او عصابة علیها ان استطاع والا مسحه ان امکن والا ترك **ثم** بحمد الله تعالی رأیت النص عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم فی ظاهر الروایة انه یجوز ترك المسح اذا ضر فانقطع الخلاف قال الامام ملك العلماء فی البدائع قد ذکر محمد فی کتاب الصلاة

اقول شگافوں کے مسئلہ سے اگر یہ مراد ہے کہ ان پر دوا چھوڑ رکھی ہو، اور ان پر پانی گزارنے کا یہ معنٰی ہے کہ ان شگافوں پر جو دوا ہے اس پر پانی بہائے جیسا کہ درمختار کی عبارت میں ہے تو یہ درست ہے ورنہ تقدیر معنی یہ ہوگی کہ ان شگافوں پر مسح کرے اگر اس کی قدرت ہو ورنہ جو دوا یا پٹی لگا رکھی ہے اس پر پانی بہائے اگر ہو سکے، ورنہ مسح کرے اگر ممکن ہو ورنہ یہ بھی چھوڑ دے **پھر** بحمداللہ تعالٰی مجھے اپنے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ظاہر الروایۃ کی صریح عبارت مل گئی کہ مسح بھی ترک کر دینا جائز ہے جب اس میں ضرر ہو اس سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ امام ملک العلماء بدائع میں

---

[1] تبیین الحقائق مسح الخفین مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۵۳

[2] ایضاً

عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اذا ترک المسح علی الجبائر و ذٰلک یضرہ اجزأہ وقال ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی اذا کان ذٰلک لایضرہ لم یجز فخرج جواب حنیفۃ فی صورۃ و خرج جوابھما فی صورۃ اخری فلم یتبین الخلاف ولاخلاف فی انہ اذا کان المسح علی الجبائر یضرہ انہ یسقط عنہ المسح لان الغسل یسقط بالعذر فالمسح اولٰی اھ[1]

فرماتے ہیں: "امام محمد نے کتاب الصلاۃ میں امام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ذکر فرمائی ہے کہ جب پٹیوں پر مسح ترک کردے ــــ اور یہ مسح ضرر رساں رہا ہو ــــ تو یہ اس کے لیے کفایت کرجائے گا (جائز ہوگا)، اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فرماتے ہیں، جب مسح سے ضرر نہ ہو تو (مسح چھوڑنا) جائز نہیں۔ تو امام ابو حنیفہ کا حکم الگ صورت میں ہے اور صاحبین کا حکم دوسری صورت میں۔ اس لیے کوئی اختلاف ظاہر نہ ہوا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب پٹیوں پر مسح سے ضرر ہوتا ہو تو اس سے مسح ساقط ہے اس لیے کہ عذر کی وجہ سے تو دھونا بھی ساقط ہوجاتا ہے تو مسح بدرجۂ اولٰی ساقط ہوگا۔" اھ (ت)

وفی الحلیۃ فی باب الوضوء والغسل من الاصل اذا اغتسل من الجنابۃ ومسح بالماء علی الجبائر التی علی یدہ اولم یمسح لانہ یخاف علی نفسہ ان مسحہ یجزئہ قال فی الحلیۃ ذکرہ مطلقا من غیر ان یضیفہ الی احد اھ[2] ای فافاد انہ قول الکل فثبت ان سقوط بعض الوظیفۃ لاجل الضرورۃ غیر غریب واللہ تعالٰی اعلم۔

اور حلیہ باب الوضوء والغسل میں اصل (مبسوط) کے حوالے سے ہے: "جب غسل جنابت کرے اور اپنے ہاتھ پر بندھی ہوئی پٹیوں پر پانی سے مسح کرلے یا بصورتِ مسح اپنی ذات پر خطرے کی وجہ سے مسح بھی نہ کرے تو جائز ہے۔" حلیہ میں فرمایا ہے: "مبسوط میں یہ مسئلہ کسی کی طرف انتساب کے بغیر مطلقاً مذکور ہے" اھ یعنی اس طرح یہ افادہ فرمایا ہے کہ یہ بھی حضرات کا قول ہے تو ثابت ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے مقررہ عمل کا جز ساقط ہوجانا کوئی حیرت انگیز اور غریب امر نہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

غرض ثابت ہوا کہ مذہب یہی ہے کہ اس صورت میں غسل و وضو کرے اور مسح معاف ہے اُس روایتِ تیمم پر

---

[1] بدائع الصنائع مطلب شرائط جواز المسح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳

[2] حلیہ

عمل جائز نہیں ولہذا ہم نے اسے شمار میں نہ لیا و باللہ التوفیق وللہ الحمد۔

(۱۵۶) نمبر ۸۸ میں دُرِمختار سے گزرا کہ اگر آنکھ قدح کرائی اور طبیب نے چت لیٹے رہنے کو کہا ہے نماز اشاروں سے پڑھے **اقول** تو اگر غسل کی حاجت ہو تیمم خود ظاہر ہے اور یہ نمبر ۱۳ ہے یونہی وضو میں جبکہ کوئی کرادینے والا نہ ہو یا وُہ اُجرت زیادہ مانگے یا یہ قادر نہ ہُوا اور یہ نمبر ۲۴ تا ۵۴ ہے مگر ایک صورت دقیق یہاں اور نکلے گی کہ وضو کرانے والا موجود ہے لیکن پلنگ ناپاک اور بچھونا پاک ہے وضو کرنے سے بچھونا کہ اس کے اعضا کے نیچے ہے ناپاک ہوجائے گا تو اب بھی تیمم کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱۵۷) پانی ہے مگر طہارت مطلوبہ کے لیے کافی نہیں تیمم کرے مثلاً نہانا ہے اور صرف وضو کے قابل پانی ہے تو فقط تیمم کرے کہ وضو کرنے یعنی اعضائے وضو دھولینے سے غُسل نہ اُترے گا اور تیمم سارے بدن کو پاک کردیگا تو وضو کرنا اس پانی کا ضائع کرنا ہے یہاں کفایت سے مراد قدر فرض کو کافی ہے مثلاً اتنا پانی ہے کہ غسل میں ایک بار کُلّی ایک بار ناک میں پانی ڈالنے ایک بار سارے بدن پر بہانے یا وضو میں ایک ایک بار کے لیے کافی ہے تیمم نہیں ہوسکتا اسی واسطے ہم نے فرض طہارت کے لیے کافی پانی کہا۔ امام ملک العلما فرماتے ہیں:

الجنب اذا وجد من الماء قدر مایتوضؤ به لاغیر اجزأه التیمم عندنا لان المأمور به الغسل المبیح للصلاۃ والذی لایبیح وجودہ عدمٌ کما لو کان الماء نجسا ولان الغسل اذا لم یفد الجواز کان الاشتغال به سفها مع ان فیه تضییع الماء وانه حرام[1]۔

جنب کو جب اتنا ہی پانی ملے جس سے صرف وضو کرسکتا ہو تو ہمارے نزدیک اس کے لیے تیمم کرلینا کافی ہے اس لیے کہ اسے حکم تو اس غسل کا ہے جس سے نماز ہوجائے اور جس پانی کا وجود نماز کا جواز نہیں لاسکتا وہ عدم کے درجہ میں ہے جیسے اس صورت میں جب کہ پانی ہو مگر نجس ہو، دُوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جب غسل سے جوازِ نماز کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو اس میں مشغولیت بیوقوفی ہے ساتھ ہی پانی کی بربادی بھی جو حرام ہے"۔ اھ (ت)

درمختار میں ہے:

ناقضه قدرۃ ماء کاف لطھرۃ ولو مرۃ مرۃ[2]۔

تیمم توڑنے والی چیز ایسے پانی پر قدرت ہے جو طہارت کے لیے کفایت کرسکے اگرچہ ایک ایک بار۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۰

[2] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۸۶ تا ۱۸۷

ولہذا اگر پانی نہ پانے پر تیمم کیا تھا اور اب پانی اتنا ملا کر ایک ایک بار مُنہ ہاتھ اور ایک پاؤں دھویا اور پانی ختم ہوگیا تیمم نہ ٹوٹا کہ یہ پانی وضو کو کافی نہ تھا اور اگر اس نے دو دو بار اعضا دھوئے اور وضو پورا ہونے سے پہلے پانی ختم ہوگیا لیکن اگر ایک ایک بار دھوتا تو کافی ہوتا تو تیمم ٹوٹ گیا ۔ خلاصہ و بحر و شامی میں ہے :

لوغسل بہ کل عضو مرتین او ثلاثا فنقص عن احدی رجلیہ انتقض تیممہ ھو المختار عــہ لانہ لو اقتصر علی المرۃ کفاہ[1]۔

اگر اس پانی سے ہر عضو دو یا تین بار دھویا کہ ایک پاؤں دھونے کے لیے پانی گھٹ گیا تو اس کا تیمم ٹوٹ گیا ۔ یہی مختار ہے ۔ اس لیے کہ اگر ایک بار دھونے پر اکتفا کرتا تو پانی کفایت کر جاتا ۔ (ت)

(۱۵۸) جو آبادی سے دُور ہے مسافر خواہ غیر مسافر مثل شکاری وغیرہ اُس نے پانی سے میل دو میل فصلہ پر خیمہ لگایا اور پانی اُس کے خیمہ کے دُوسرے حصّے میں جس میں یہ خود نہیں کسی نے رکھا یا اس نے رکھوایا یا خود اسی نے رکھا تھا یا یہ مثلاً اُونٹ پر سوار ہے اگرچہ کسی کام ہی کے لیے شہر سے میل دو میل دُور ہوگیا ہو اور پانی کی پکھال اپنی ہی لٹکائی ہوئی دُم کی طرف ہے یا یہ اُونٹ کو پیچھے سے ہانک رہا ہے اور پکھال آگے کی جانب ہے یا نکیل پکڑے آگے چل رہا ہے اب چاہے پانی اونٹ کی گردن کی طرف ہو خواہ دُم کی جانب ۔ یُونہی اگر یہ گاڑی میں سوار ہے اور پانی ماچی میں ہے یا گاڑی ہانک رہا ہے اور پانی گاڑی کے کھٹولے میں ہے غرض پانی ایسی جگہ نہیں کہ اس کے پیشِ نظر ہو یا جس کا بھُولنا عادت سے بعید ہو ان سب صورتوں میں جب نماز کا وقت

عــہ علما نے حکم لگایا کہ ایک ایک بار کو پانی کافی تھا لہذا تیمم ٹوٹ گیا اور فقیر نے بطور شرط کہا کہ اگر ایک ایک بار دھونے کو کافی ہوتا تو تیمم ٹوٹ گیا **اقول** اس کی وجہ یہ ہے کہ علما نے دو دو بار دھونے اور ایک پاؤں باقی رہ جانے کی صورت ذکر فرمائی اس صورت میں یقیناً اگر ایک ایک بار دھوتا پانی کافی ہوتا بلکہ بچ رہتا، اور فقیر نے استیعاب صور کے لیے یہ مطلق صورت رکھی کہ وضو تمام ہونے سے پہلے پانی ختم ہوگیا اس میں وہ صورت بھی نکلے گی کہ ایک ایک بار دھونے کو بھی پانی کفایت نہ کرتا مثلاً دو بار منہ دھویا اور دو بار داہنا ہاتھ اور پانی نہ رہا تو یہ پانی ایک ایک بار میں بھی کفایت نہ کرتا کہ ایک ہاتھ کا تو دو بار دونوں ہاتھوں کو کافی ہو جاتا اور منہ کا ایک بار دونوں پاؤں کو کفایت نہ کرتا لہذا اس تقیید کی حاجت ہوئی ۱۲ منہ غفرلہ ۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

آیا اسے پانی یاد نہ رہا یہ خیال کیا کہ میں پانی سے میل بھر یا زیادہ دُور ہوں تیمم کیا اور نماز پڑھ لی نماز ہوگئی یہ صورت بھی شریعت مطہرہ کی رحمت نے پانی سے عجز کی رکھی ہے یہاں تک کہ اگر سلام پھیرتے ہی یاد آیا کہ پانی تو یہاں رکھا ہوا ہے یا میں نے خود ہی تو رکھا تھا جب بھی نماز پھیرنے کی حاجت نہیں، ہاں اگر نماز میں یاد آئے تو لازم ہے کہ نیت توڑے اور وضو کرکے نماز پڑھے یوں ہی پانی اگر اس کے پیشِ نظر یا ایسی جگہ ہے جہاں کا رکھا ہوا آدمی عادۃً نہیں بھُولتا مثلاً اپنی پیٹھ پر مشک یا سواری کی حالت میں آگے رکھا ہُوا پانی یا پیچھے سے ہانکنے کی صورت میں اونٹ کے پیچھے لٹکایا ہُوا تو بیشک ایسی بھُول معتبر نہیں نماز وضو کرکے پھر پڑھنی لازم درمختار میں ہے :

(صلی) من لیس فی العمران بالتیمم (ونسی الماء فی رحلہ) وھو مما ینسی عادۃ (لا اعادۃ علیہ) ولو ظن فناء الماء اعاد اتفاقا کما لو نسیہ فی عنقہ او ظھرہ او فی مقدمہ راکبا او مؤخرہ سائقا۔[1]

ایسا شخص جو آبادی میں نہیں اس نے تیمم سے نماز پڑھ لی اور پانی اپنے خیمہ میں بھُول گیا اور یہ ایسی جگہ ہے کہ عادۃً آدمی بھُول جاتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ——— اور اگر یہ گمان تھا کہ پانی ختم ہوگیا ہے تو بالاتفاق نماز کا اعادہ ہے جیسے اس صورت میں کہ پانی اس کی گردن یا پشت پر (رسے لٹکی ہوئی مشک میں) ہو یا سوار ہونے کی حالت میں اس کے آگے کے حصّے میں ہو یا ہانکتے وقت سواری کے پچھلے حصے میں ہو اور بھول جائے تو اعادہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ من لیس فی العمران ای سواء کان مسافرا او مقیما منح ونوح افندی عن شرح الجامع لفخر الاسلام اما من فی العمران فتجب علیہ الاعادۃ لان العمران یغلب فیہ وجود الماء فکان علیہ طلبہ فیہ وکذا فیما قرب منہ کما قدمناہ والظاھر ان الاخبیۃ بمنزلۃ العمران لان اقامۃ الاعراب

ان کا قول "جو آبادی میں نہیں" یعنی خواہ مسافر ہو یا مقیم ——— منح و نوح آفندی بحوالہ شرح جامع از فخر الاسلام ——— لیکن جو آبادی میں ہے تو اس پر اعادہ واجب ہے اس لیے کہ آبادی میں اکثر پانی موجود رہتا ہے تو اسے تلاش کر لینا لازم تھا اسی طرح آبادی سے قریب مقام کا بھی حکم ہے جیسا کہ اسے ہم نے پہلے بیان کیا ——— اور ظاہر یہ ہے کہ خیمے بھی آبادی ہی کے درجہ میں ہیں اس لیے کہ ان

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۲ تا ۱۸۳

فیها لانتاق بدون الماء فوجوده غالب فیها ایضا وعلیه فیشکل قولهم سواء کان مسافرا او مقیما فلیتأمل[1] اھ۔

میں اعرابی بغیر پانی کے نہیں رہتے تو ان خیموں میں بھی پانی اکثر موجود ہی رہتا ہے۔ اس کے پیشِ نظر فقہا کی اس عبارت میں "کہ خواہ مسافر ہو یا مقیم" اشکال ہے تو اسی میں تامل کرنا چاہئے اھ۔ (ت)

اقول لیس من شرط المقیم القرب من العمران اولیس من خرج للاحتطاب اوالاحتشاش او الاصطیاد و بعد عن المصر میلا فهو مقیم مباح له التیمم کما نص علیه فی الخانیة وغیرها وقد تقدم ولم یریدوا به حضریا فی مصره او قرویا فی قریته او کردیا فی خبائه حتی یشکل علیه ثم قال رحمه الله تعالٰی الرحل للبعیر کالسرج للدابة ویقال لمنزل الانسان ومأواه رحل ایضا ومنه نسی الماء فی رحله مغرب لکن قولهم لوکان الماء فی مؤخرة الرحل یفید ان المراد الاول بحر واقول الظاهر ان المراد ما یوضع فیه الماء عادة لانه مفرد مضاف فیعم کل رحل سواء کان منزلا او رحل بعیر وتخصیصه باحدهما مما لا برهان علیه نهر[2] اھ۔

اقول مقیم ہونے کے لیے شرط نہیں کہ آبادی سے قریب ہی ہو ___ جو لکڑی کاٹنے، یا گھاس لینے، یا شکار کرنے کے لیے نکلا، اور شہر سے ایک میل دور ہوگیا وہ مقیم ہی ہے اور اس کے لیے تیمم جائز ہے جیسا کہ اس پر خانیہ وغیرہ میں تصریح موجود ہے اور عبارت پہلے گزر چکی ___ مقیم سے خاص اپنے شہر میں موجود شہری یا اپنے گاؤں میں موجود دیہاتی یا اپنے خیمہ میں موجود کرد" مراد نہیں کہ اس پر اشکال ہو۔ پھر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: رحل (کجاوہ) اونٹ کے لیے ہوتا ہے جیسے سرج (زین) سواری کے گھوڑے وغیرہ کے لیے ___ اور آدمی کی منزل اور ٹھکانے کو بھی رحل کہا جاتا ہے اسی سے ہے "نسی الماء فی رحلہ" (اپنی منزل میں پانی بھول گیا ___ مغرب ___ لیکن ان کی یہ عبارت "اگر پانی رحل کے پچھلے حصے میں ہو" بتاتی ہے کہ رحل سے مراد پہلا معنی (اونٹ کا کجاوہ) ہے ___ بحر ___ اور میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد وہ ہے جس میں عادۃً پانی رکھا جاتا ہو اس لیے کہ مفرد مضاف ہے تو ہر "رحل" کو عام ہوگا خواہ منزل ہو یا اونٹ کا کجاوہ۔ اور کسی ایک سے خاص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ___ نہر۔ اھ (ت)

---

[1] رد المحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۳

[2] رد المحتار " " " ۱/ ۱۸۳

اقول اولاً لیس الرحل مشترکا

معنویا بینهما یعم بل مشترك لفظی ولذا فسروه بالتفسیرین لا بتفسیر یشملهما کما سمعت من المغرب وقال فی المصباح المنیر الرحل مرکب للبعیر و رحل الشخص مأواه فی الحضر[1] اھ وفی القاموس الرحل مرکب للبعیر کالراحول ومسکنک[2] الخ فقصله بقوله کالراحول یؤکده فان مسکن الانسان لایقال له راحول وکذلك فی قول المغرب لفظة ایضا ومثله فی مختار الصحاح الرحل مسکن الرجل ومایستصحبه من الاثاث والرحل ایضا رحل البعیر[3] اھ وفی النهایة حدیث حولت رحلی البارحة حیث رکبها من جهة ظهرها کنی عنه بتحویل رحله اما ان یرید به المنزل واما ان یرید الرحل الذی ترکب علیه الابل وهو الکور[4] اھ وفی مجمع البحار اما نقلا من الرحل بمعنی المنزل اومن الرحل بمعنی الکور وهو للبعیر کالسرج للفرس[5] اھ ومثله فی الدر النثیر

اقول اولاً

لفظ "رحل" مذکورہ دونوں معنوں میں مشترک معنوی نہیں کہ دونوں کو عام ہو بلکہ مشترک لفظی ہے اس لیے اہلِ لغت نے اس کی دونوں تفسیریں کی ہیں کوئی ایک ایسی تفسیر نہیں کی ہے جو دونوں کو شامل ہو۔ جیسا کہ مغرب کے حوالہ سے سنا۔ المصباح المنیر میں ہے: "رحل، اونٹ پر سوار ہونے کی جگہ۔ رحل الشخص، حضر میں آدمی کا ٹھکانا اھ"۔ قاموس میں ہے: "رحل، اونٹ پر سواری کی جگہ، جیسے راحول ـــ اور بمعنی مسکن بھی ہے"۔ پہلے معنی کے ساتھ "جیسے راحول" کا اضافہ اس بات کی تائید کرتا ہے (کہ لفظ رحل کے الگ الگ یہ دونوں معنی ہیں جن میں یہ مشترک لفظی ہے) اس لیے کہ انسان کے مسکن کو "راحول" نہیں کہا جاتا۔ اور اسی طرح مغرب میں ایضاً (بھی) کے لفظ سے بھی تائید ہوتی ہے۔ اسی کے مثل مختار الصحاح میں ہے کہ: "رحل: آدمی کا مسکن، اور وہ ساز و سامان جو ساتھ لئے ہو ـــ اور رحل اونٹ کے کجاوے کو بھی کہتے ہیں"۔ اھ نہایہ میں ہے: "حدیث: حولت رحلی البارحة" گزشتہ رات میں اپنا رحل

---

1 المصباح المنیر لفظ الرحل مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۸
2 القاموس المحیط باب اللام فصل الراء " " ۳/۳۹۴
3 مختار الصحاح باب الراء " " ص ۲۵۸
4 النهایة لابن اثیر لفظ رحل مکتبہ اسلامیہ بیروت ۲/۲۰۹
5 مجمع بحار الانوار باب الراء مع الحاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/۳۷۳

للامام جلال السیوطی و اقتصر الامام الراغب فی مفرداته علی التفسیر الاول فقال الرحل مایوضع علی البعیر للرکوب ثم یعبر به تارة عن البعیر و تارة عما یجلس علیه فی المنزل[۱] اھ لانه لیس فی الکتاب العزیز الا بھذا المعنی فافاد ایضا انه موضوع له مستقلا فکذا الثانی وعلی ھذا کلام عامة ائمة اللغة۔

تبدیل کردیا جب اس پر پشت کی طرف سے سوار ہوئے۔ اس سے رحل بدلنے کا کنایہ ہے یا تو اس سے منزل مراد ہو یا کجاوہ جس پر اونٹوں پر سوار رہتے ہیں اھ۔ مجمع البحار میں ہے، یا تو رحل بمعنی منزل سے منقول ہے یا رحل بمعنی کجاوہ سے منقول ہے اور یہ اونٹ کے لیے ہوتا ہے جیسے زین گھوڑے کے لیے اھ۔ اس کے مثل امام جلال الدین سیوطی کی "الدر النثیر" میں ہے۔ اور امام راغب نے مفردات میں صرف پہلی تفسیر ذکر کی ہے، انہوں نے فرمایا ہے: "رحل وہ ہے جو اونٹ پر سواری کے لیے رکھا جاتا ہے پھر کبھی اونٹ کو بھی رحل کہتے ہیں اور کبھی اسے بھی جس پر منزل میں بیٹھتے ہیں" اھ۔ انہوں نے صرف پہلا معنی اس لیے ذکر کیا ہے کہ قرآن کریم میں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے اس سے یہ افادہ ہوا کہ اس معنی کے لیے مستقلاً اس کی وضع ہوئی ہے تو دوسرا معنی بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور عامہ ائمہ لغت کا کلام یہی ہے۔ (ت)

وثانیا لوسلم لیس ھذا محل التعمیم واستغراق الافراد بل الوجه الاستناد الی الاطلاق فافھم قال رحمه اللہ تعالی قوله وھو مما ینسی عادة الجملة حالیة ومحترزہ قوله کمالو نسیه فی عنقه الخ قوله لا اعادة علیه ای اذا تذکر بعد مافرغ من صلاته فلو تذکر فیھا یقطع ویعید اجماعا سراج، واطلق لیشمل مالو تذکر فی الوقت اوبعدہ کما فی الھدایة وغیرھا خلافا لما توھمه فی المنیة، ومالو کان الواضع

ثانیًا اگر مان بھی لیا جائے تو یہ تعمیم اور استغراقِ افراد کا موقع نہیں — بلکہ مناسب یہ ہے کہ مطلق رکھا جائے فافہم۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: ان کا قول "وھو مما ینسی عادة" (اور یہ ایسی جگہ ہے جہاں عادةً آدمی بھول جاتا ہے) جملہ حالیہ ہے اور اس میں اس سے احتراز ہے جو آگے کمالو نسیه فی عنقه الخ کے تحت بیان کیا قوله لا اعادة علیه (اس پر اعادہ نہیں) یعنی جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد یاد آئے۔ اگر نماز ہی میں یاد آجائے تو بالاجماع نماز توڑ کر اعادہ کرے گا — سراج — اور نماز سے فراغت

---

[۱] المفردات للامام الراغب الاصفہانی الراء مع الحاء نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۹۰

للماء فی الرحل ہو او غیرہ بعلمہ بامرہ او بغیر امرہ خلافاً لابی یوسف امالو کان غیرہ بلا علمہ فلا اعادۃ اتفاقاً حلیہ[1] اھ

کے بعد یاد آنے کو مطلق ذکر کیا تاکہ وقت کے اندر یا وقت کے بعد کسی بھی وقت یاد آئے دونوں کو شامل رہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہا میں ہے اُس کے برخلاف جو منیہ میں وہم کیا ـــــ اور یہ اس کو بھی شامل ہو جب منزل میں پانی رکھنے والا وہ خود ہو یا دوسرے نے اس کے علم میں رکھا ہو اس کے حکم سے یا اس کے حکم کے بغیر ـــــ بخلاف امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے ـــــ اور اگر دوسرے نے اس کی لاعلمی میں رکھا ہو تو بالاتفاق اس پر اعادہ نہیں۔ حلیہ اھ۔ (ت)

اقول یوھم[2] ان فی المنیۃ حکم الاعادۃ فی احد الفصلین ولیس کذلک انما توھمھا فی تخصیص خلاف ابی یوسف بصورۃ التذکر فی الوقت حیث قال لو کان معہ ماء فی رحلہ فنسیہ وتیمم وصلی ثم تذکر فی الوقت لم یعد عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی وان تذکر بعد الوقت لم یعد فی قولھم جمیعاً قال رحمہ اللہ تعالٰی قولہ (فی عنقہ) ای عنق نفسہ (او مقدمہ) ای مقدم رحلہ واحترز بہ عما لو نسیہ فی مؤخرہ راکباً او مقدمہ سائقاً فانہ علی الاختلاف وکذا اذا کان قائداً مطلقاً بحر[3]۔

اقول، عبارتِ بالا سے منیہ کے متعلق وہم پیدا ہوتا ہے کہ اس کے اندر ایک صورت میں اعادہ کا حکم بیان کیا گیا ہے حالاں کہ ایسا نہیں ـــــ منیہ کا وہم یہ ہے اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف صرف اندرونِ وقت یاد آنے والی صورت سے خاص کر دیا ہے، (جب کہ ان کا اختلاف اس صورت میں بھی ہے اور اُس صورت میں بھی ہے جب پانی خود رکھا ہو یا اس کے علم و اطلاع میں دوسرے نے رکھا ہو اور یہ بھول گیا ہو ۱۲ م الف) منیہ کی عبارت یہ ہے: "اگر اس کے ساتھ خیمہ میں پانی ہو جسے یہ بھول گیا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اسے وقت کے اندر یاد آگیا تو امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی علیہما کے نزدیک اعادہ نہیں اور اگر وقت گزرنے کے بعد یاد آیا تو تینوں حضرات ائمہ کے نزدیک اعادہ نہیں" اھ۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں، قولہ "فی عنقہ" یعنی خود اپنی گردن میں (او مقدمہ) یعنی اپنے کجاوے کے اگلے حصہ میں ـــــ اس لفظ کے ذریعہ اس

---

[1] رد المحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۳

[2] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۹

[3] رد المحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۳

صورت سے احتراز مقصود ہے جب وُہ سوار ہونے کی حالت میں کجاوے کے پیچھے رکھا ہُوا پانی یا جانور ہانکنے کی حالت میں کجاوے کے آگے رکھا ہوا پانی بھول گیا ہو کیونکہ اس میں اختلاف ہے۔ اسی طرح جب جانور کی نکیل پکڑ کر آگے لیے جارہا ہو تو اس میں مطلقاً (پانی کجاوے کے آگے رکھا ہو یا پیچھے دونوں ہی صورتوں میں) اختلاف ہے۔ بحر۔ (ت)

(۱۵۹) مسافر رات کو کنوئیں یا جھیل کے پاس اُترا چاہ و نہر جھاڑی کے اندر ہیں یا کنواں ڈھکا ہُوا ہے اگرچہ خاص اُسی پر اس نے خیمہ تانا ہو غرض نہ اُسے جنگل میں پانی ہونے کا علم ہے نہ پانی ظاہر نہ وہاں کوئی واقف کار جس سے پُوچھ سکے اس حالت میں اُس نے تیمم سے نماز پڑھ لی تو یہ بھی صورت عجز ہے **اقول** یہاں بھی اعادہ نہ کرے گا اگرچہ سلام کے بعد ہی پانی وہاں ہونا معلوم ہوجائے کہ یہاں صورت سابقہ سے بھی عذر واضح تر ہے وہاں علم تھا نسیان سے جاتا رہا اور یہاں سرے سے علم نہیں غنیہ میں ہے :

اذا تیمم وصلی والماء قریب منہ وھو لایعلم اجزاہ[1]

پانی اس سے قریب ہے اور جانتا نہیں ایسی صورت میں تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو جائز ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے :

ظاھر ھذا وما قدمناہ عن شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ومحیط الامام رضی الدین ان ھذا الحکم علی الوفاق وقد افصح بہ فی التجنیس حیث قال صلی بالتیمم وفی جنبہ بئر ماء لم یعلم بھا جاز علی قولھم وما فی جامع الفتاوٰی ضرب الخیمۃ علی بئر مندرس وتیمم وصلی ثم علم فالاحسن اعادتھا انتھی لایخالفہ وھو ظاھر ثم فی المحیط قیدہ بما اذا لم یکن بحضرتہ من یسألہ عن الماء معللا بان الجھل یعجزہ عن استعمال الماء کالبعد ولم

یہ عبارت اور جو ہم نے امام قاضی خاں کی شرح جامع صغیر اور امام رضی الدین کی محیط کے حوالہ سے پہلے ذکر کی دونوں کا ظاہر یہی ہے کہ یہ حکم بالاتفاق ہے۔ اور تجنیس میں اس کی صراحت بھی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں : "اس کی بغل میں پانی کا کنواں ہے جس کا اسے علم نہیں اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو ان سب کے قول پر جائز ہے"۔ اور جامع الفتاوٰی کی درج ذیل عبارت اس کے مخالف نہیں جیسا کہ واضح ہے "کسی بے نشان کنوئیں پر خیمہ لگایا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر کنوئیں کا علم ہُوا تو نماز کا اعادہ بہتر ہے انتہی"۔ پھر محیط میں اس مسئلہ کو اس شرط سے مقید کیا ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسا

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۹

لکن مقصرا فی جھلہ قال وان کان بحضرتہ من یسألہ فلم یسألہ حتی تیمم وصلی ثم سألہ فاخبرہ بماء قریب لم تجز صلاتہ لانہ قادر علی استعمالہ بواسطۃ السؤال فاذا لم یسألہ جاء التقصیر من قبلہ کالذی نزل بالعمران ولو یطلب الماء لم یجز تیممہ انتہی وسنذکر عن البدائع مایوافقہ فی ھذا الشرط اھ[1]

شخص نہ ہو جس سے پانی کے متعلق دریافت کر سکے۔ وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ لاعلمی پانی کے استعمال سے عجز کا باعث ہے جیسے پانی کی دُوری — اور اس لاعلمی میں اس کی کوئی تقصیر اور کوتاہی نہیں۔ آگے فرمایا ہے، اگر اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جس سے یہ دریافت کر سکتا تھا مگر دریافت نہ کیا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر پوچھا تو اس نے قریب ہی پانی ہونے کی خبر دی تو ایسی صورت میں نماز نہ ہوئی اس لیے کہ وہ دریافت کرکے پانی کے استعمال پر قادر تھا۔ جب دریافت نہ کیا تو کوتاہی اس کی جانب سے ہُوئی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی آبادی میں اُترا اور پانی تلاش نہ کیا تو اس کا تیمم جائز نہیں اھ۔ اور عنقریب ہم بدائع کی عبارت ذکر کریں گے جو اس شرط میں محیط کے موافق ہے" اھ (یہاں تک کی عبارتیں حلیہ سے منقول ہیں) (ت)

اقول وقول المحیط ثم سألہ غیر قید بل کذلک الحکم لو اخبرہ بدءً کما لایخفی وکذلک قولہ اخبرہ خرج وفاقا فکذلک الحکم ان علم بعد بنفسہ فان المناط تفریطہ فی السؤال وقد حصل ثم ذکر فی الحلیۃ عن المجتبی ماظاھرہ ان ابا یوسف رحمہ اللہ تعالی یخالف فی ھذہ ایضا کمسألۃ النسیان وعن الخانیۃ ماظاھرہ مثلہ ثم افاد ان عن ابی یوسف فی کلتا مسألۃ النسیان والجھل روایتین وعن المبتغی ماظاھرہ ان خلافہ علی روایۃ ھھنا اذا کان علی شاطیئ النھر لا البئر حیث قال ولو صلی بہ وبجنبہ بئر ماء لم یعلم بھا جازت صلاتہ وان کان ذلک علی شاطیئ النھر عن ابی یوسف فیہ روایتان اھ[2] ثم وجہ ھذا الخلف

اقول: محیط میں جو فرمایا ہے کہ "پھر اس سے پُوچھا" یہ قید نہیں بلکہ اگر اس نے نہ پُوچھا اور اس نے از خود بتا دیا تو بھی یہی حکم ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ اسی طرح ان کا یہ قول "اس نے قریب میں پانی ہونے کی خبر دی" اتفاقی طور پر ہے اس لیے کہ اگر اس نے خبر نہ دی بلکہ بعد میں اس نے از خود جان لیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ تیمم جائز نہ ہونے کا مدار اس پر ہے کہ اس نے دریافت کرنے میں کوتاہی کی اور یہ امر حاصل ہے (اس طرح کہ بتانے والے کے ہوتے ہُوئے اس نے دریافت نہ کیا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی) پھر حلیہ میں مجتبٰی کے حوالہ سے ایک کلام ذکر کیا ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ مسئلہ نسیان کی طرح اس مسئلہ میں بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کا اختلاف ہے — اور خانیہ کی عبارت بھی

---

[1] و [2] حلیۃ المحلی

بان من حکی الوفاق اختار الروایۃ الموافقۃ او لم یطلع علی الروایۃ المخالفۃ و بالعکس ثم قال و فی الخلاصۃ لو ضرب الفسطاط علی راس بئر قد غطی راسھا و لم یعلم بذلک فتیمم وصلی ثم علم بالماء امرتہ بالاعادۃ[1] انتھی فافاد ظاھر اضد ما فی الکتاب من غیر حکایۃ خلاف[2] اھ

ذکر کی ہے جس کا ظاہر اسی کے مثل ہے ساتھ ہی اس سے یہ افادہ بھی ہوتا ہے کہ نسیان اور لاعلمی دونوں ہی مسئلوں میں امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے دو روایتیں ہیں ___ اور مبتغٰی کے حوالہ سے وہ ذکر کیا ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ یہاں ایک روایت کی بنیاد پر ان کا اختلاف اس صورت میں ہے جب وُہ کسی دریا کے کنارے ہو۔ کنُویں کے پاس ہونے کی صورت میں ان کا اختلاف نہیں۔ عبارت یہ ہے: "اگر اس کے پاس پانی کا کنواں ہے جس کا اُسے علم نہیں اور تیمم سے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہوگئی، اور اگر دریا کے کنارے ایسا ہوا تو اس بارے میں امام ابویوسف سے دو روایتیں ہیں اھ" پھر اس اختلاف کی توجیہ یہ فرمائی ہے کہ جس نے اتفاق کی حکایت کی ہے اس نے موافقت والی روایت اختیار کی یا مخالفت والی روایت پر اسے اطلاع نہ ہُوئی ___ (یعنی حکایت اختلاف والے نے صرف روایتِ مخالفت اختیار کی یا روایتِ موافقت پر اسے اطلاع نہ ہُوئی ۱۲م الف) پھر فرمایا: خلاصہ میں ہے "اگر کسی ایسے کنُویں کے اوپر خیمہ لگایا جس کا مُنہ بند ہے اور اسے اس کا پتا نہ چلا، تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اسے پانی کا علم ہُوا تو میں اسے اعادہ کا حکم دُوں گا انتہی تو صاحبِ خلاصہ نے حکایتِ اختلاف کے بغیر بظاہر اس کے برخلاف افادہ فرمایا جو کتاب میں ہے۔ (حلیہ کی عبارت ختم ہوئی) (ت)

اقول یمکن ان یرید امرتہ ندبا فیکون مثل ما فی جامع الفتاوٰی ولا یخالف الجم الغفیر ثم راجعت الخلاصۃ فوجدت تمامہ فیھا وھو مروی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی[3] اھ فبترک ھذا نشأ ظن المخالفۃ بینھا وبین ما فی الکتاب ولعلہ ساقط من

اقول ہوسکتا ہے ان کی مراد یہ ہو کہ "استحباباً میں اسے یہ حکم دُوں گا" اس طرح یہ کلام بھی جامع الفتاوٰی کے مثل ہوگا اور جمِ غفیر کے مخالف نہ ہوگا۔ پھر میں نے "خلاصہ" کو دیکھا تو اس میں پُوری بات ملی وہ یہ کہ "یہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے" اھ ___ اتنا چھوڑ دینے سے یہ گمان پیدا ہوا کہ

---

[1] حلیہ بحوالہ خلاصۃ الفتاوٰی — الفصل الخامس فی التیمم — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

[2] حلیہ

[3] خلاصۃ الفتاوٰی — الفصل الخامس فی التیمم — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

نسختہ وقد زلت بہ قدم قلم العلامۃ المحقق البحر فمشی علیہ فی البحر موھما انہ قول الکل او المختار فی المذھب ولیس کذلک کما علمت وقد قال ایضا فی الھندیۃ عن المحیط اذا ضرب خباءہ علی رأس بئر غطی رأسھا وفیھا ماء وھو لایعلم اوکان علی شط النھر وھو لایعلم فتیمم وصلی بہ جاز عندھما خلافا لابی یوسف رحمھم اللہ تعالٰی[1] اھ فقد انکشف اللبس وللہ الحمد وبہ تعالی العصمۃ۔

خلاصہ اور کتاب کے بیان میں باہم اختلاف ہے۔ ہوسکتا ہے صاحبِ حلیہ کے نسخہ میں اتنی عبارت ساقط ہو۔ اسی کی وجہ سے علامہ محقق بحر کا پائے قلم لغزش میں پڑ گیا تو وہ البحر الرائق میں اسی حکم پر چلے گئے اور اس طرح بیان کیا جس سے وہم ہوتا ہے کہ یہ سب کا قول ہے یا یہی مذہب میں مختار ہے حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ اور ہندیہ میں بھی محیط کے حوالہ سے لکھا ہے "جب ایسے کنویں پر خیمہ لگایا جس کا منہ بند ہے اور کنویں میں پانی ہے۔ اور یہ جانتا نہیں یا وہ دریا کے کنارے ہے اور اسے پتا نہیں تو تیمم کرکے نماز پڑھ لی یہ طرفین (امام اعظم وامام محمد) کے نزدیک جائز ہے بخلاف امام ابو یوسف کے۔ رحمہم اللہ تعالٰی اھ ۔ اس تصریح سے التباس دُور ہوگیا۔ اور ساری خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں اور حفاظت اسی سے ملتی ہے۔ (ت)

(۱۶۰) سفر میں باپ بیٹے ہمراہ ہیں پانی دونوں کی ملک مشترک یا تنہا بیٹے کی ملک اور ایک ہی کے لیے کافی ہے اور باپ اس سے طہارت کرنا چاہتا ہے بیٹے کو جائز نہیں کہ اُس سے مزاحمت کرے کہ باپ بوقتِ حاجت ملکِ اولاد کا مالک بن سکتا ہے لہذا بیٹے پر لازم کہ تیمم کرے فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے:

لوکان الماء بین الاب والابن فالاب اولی بہ لان لہ حق تملک مال الابن[2]۔

اگر پانی باپ اور بیٹے کے درمیان مشترک ہو تو باپ زیادہ حقدار ہے کیونکہ اسے مالِ فرزند کا مالک بننے کا حق حاصل ہے۔ (ت)

اسی طرح اُس سے خزانۃ المفتین وہندیہ واشباہ فن ثالث قول فی الدین میں ہے۔

اقول ولایختص بالشرکۃ بل لوکان کلہ ملک ولدہ فالحکم کذلک

اقول: یہ حکم ملک میں شرکت کی صورت سے ہی خاص نہیں۔ اگر سارا پانی بیٹے کی ملک ہو تو بھی

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۱

[2] فتاوٰی قاضیخان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

اذا ارادہ الاب بدلیل الدلیل (ت) وتردت ان یرید الاب التطھر بہ لان لہ ان یترکہ لابنہ ویتیمم فح لا عجز بالولد بل لوکان ملك الابن فما لم یظھر الاب ارادتہ لایثبت عجز الابن حتی لوکان متیمما قبلہ انتقض فان اخذہ الاب اعاد تیممہ۔

یہی حکم ہے جب کہ باپ طہارت کا قصد کرلے ــــ باپ کے قصدِ طہارت کا اضافہ میں نے اس لیے کیا کہ اسے یہ بھی اختیار ہے کہ پانی بیٹے کے لیے چھوڑ دے اور خود تیمم کرلے ایسی صورت میں بیٹا عاجز نہ ہوگا۔ بلکہ اگر پانی بیٹے کی ملک ہے تو جب تک باپ اپنے قصدِ طہارت کا اظہار نہ کرے بیٹے کا عجز ثابت نہ ہوگا یہاں تک کہ پانی ملنے سے پہلے بیٹا اگر تیمم سے تھا تو بعدِ ملک اس کا تیمم ٹوٹ گیا اب اگر وُہ پانی لیتا ہے تو بیٹے کو دوبارہ تیمم کرنا ہوگا۔ (ت)

(۱۶۱) **اقول**: باپ بیٹے کو جنگل میں مباح پانی ملا کہ ایک ہی کو کافی ہے اگر باپ وہاں پہلے پہنچ گیا اس کا قبضہ ہوگیا جب تو ظاہر ہے کہ بیٹا تیمم کرے کہ اب وہ ملکِ غیر ہے کہ مباح استیلا سے ملک ہوجاتا ہے یہ نمبر ۵۲ ہوا۔ اور اگر بیٹا پہلے پہنچا قابض ہُوا تو یہی نمبرہ ۵ اہے اور اگر دونوں ایک ساتھ پہنچے اگر باپ نے پہلے سے کہہ دیا تھا کہ پانی میں لُوں گا تو بیٹے کو مزاحمت جائز نہیں پانی پر صرف باپ کی قدرت ثابت ہوگی یہاں تک کہ اگر پہلے سے بیٹے کا تیمم تھا نہ ٹُوٹے گا اور نہ تھا تو اب تیمم کریگا اور اگر پہلے سے ایسا نہ کہا تھا تو دونوں قادر ہوگئے اگر پہلے سے تیمم کیے تھے جاتے رہے اب اگر باپ اس پانی کو لینا چاہے بیٹا دوبارہ تیمم کرے ھذا کلہ ماظھرلی تفقھا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی (یہ سب بطورِ تفقہ میرے اوپر ظاہر ہُوا اور امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی درست ہوگا۔ ت)

تنبیہ: خانیہ وخلاصہ واشباہ و دُرمختار وغیرہا میں ہے کہ جنگل میں جُنب وحائض ومحدث ومیّت ہیں مباح پانی قابلِ غسل ملا کہ ایک ہی کو کافی ہے تو جنب اولٰی ہے وہ نہائے اور حائض ومحدث تیمم کریں اور میّت کو تیمم کرایا جائے،

وھذا نظم الدر الجنب اولی بمباح من حائض اومحدث ومیت ولو لاحدھم فھو اولی ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت۔[1]

اور دُرمختار کی عبارت یہ ہے: "جُنب آبِ مباح میں حائض، محدث اور میّت سے اولٰی ہے اور اگر پانی ان میں کسی کی ملک ہو تو وہی مستحق ہے اور اگر ملک میں سب کی شرکت ہے تو چاہئے کہ سب اپنا حصہ میّت کو دے دیں (ت)

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

اقول ثانیاً سبیل پانی سے عجز کی نہیں یہاں تک کہ اگر تینوں متیمم تھے اب یہ آبِ مباح ملا سب کا تیمم ٹوٹ گیا جب جنب اُس سے نہائے حائض و محدث دو بارہ تیم کریں۔

فاقول ثالثاً وجدان مباح یکفی لاحدھم علی سبیل البدلیۃ ینقض تیممھم جمیعا لان کل واحد منھم صار قادرا[1] کما فی خزانۃ المفتین عن الکبری وفی الخلاصۃ خمسۃ من المتیممین وجدوا من الماء المباح قدر مایتوضؤ بہ احدھم انتقض تیمم الکل ولو جاء رجل بکوز من ماء وقال لیتوضأ بہ ایکم شاء انتقض تیمم الکل وان کان الماء یکفی لاحدھم ولو قال ھذا الماء لمن یرید فکذلک[2] اھ۔

اس لیے کہ اگر آبِ مباح اس مقدار میں ملا کہ بطور بدلیت ان میں سے ہر ایک کے لیے کافی ہوگا تو سبھی کا تیمم ٹوٹ گیا اس لیے کہ ان میں ہر ایک قادر ہوگیا جیسا کہ خزانۃ المفتین میں بحوالہ کبری لکھا ہوا ہے۔ خلاصہ میں ہے "ایسے پانچ آدمیوں کو جو تیمم سے ہیں آبِ مباح اس مقدار میں ملا کہ ان میں کسی ایک کے لیے کافی ہوگا تو سب کا تیمم ٹوٹ گیا اور اگر کوئی اپنے پانی کا برتن لے آیا اور کہا تم میں سے جو چاہے وضو کرلے تو سب کا تیمم ٹوٹ گیا اگرچہ پانی صرف ایک شخص کے لیے کفایت کرسکتا تھا اور اگر کہا "یہ پانی اس کے لیے ہے جو چاہے تو بھی یہی حکم ہے"۔ اھ (ت)

رابعاً باپ جب اُسے لینا چاہتا ہے بیٹا شرعاً ممنوع ہوگیا اور منع شرعی بھی موجب عجز ہے۔

کما تقدم عن الفتح فی ماء الحب والماء الموھوب وکذا الماء خامساً المملوک ملکا فاسدا اذا اذن بہ الشرکاء لاحدھم لاینتقض تیممہ قال فی البحر لایخفی انہ وان کان مملوکا لایحل التصرف فیہ فکان وجودہ کعدمہ[3] اھ ونازع فیہ النھر بما ھو من مثلہ عجیب۔

جیسا کہ سبیل کے پانی اور ہبہ شدہ پانی کے بیان میں فتح القدیر کے حوالہ سے گزرا ــــ اسی طرح جو پانی ملک فاسد کے طور پر ملکیت میں آیا ہے اس کے متعلق شرکاء جب کسی ایک کو اجازت دے دیں تو اس کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ البحرالرائق میں ہے: "مخفی نہ رہے کہ یہ اگرچہ مملوک ہے مگر اس میں تصرف روا نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونے کی طرح ہے"۔ اھ اس مسئلہ پر صاحبِ بحر سے ان کے برادر صاحبِ نہر نے اختلاف کرتے ہوئے ایسی بات لکھی ہے جو ان جیسی شخصیت کے قلم سے تعجب خیز ہے۔ (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین قلمی نسخہ ۱/۱۳ [2] خلاصۃ الفتاوٰی خمسۃ من المتیممین مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۷

[3] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

بخلاف جنب کہ جب یہاں اس کا تنہا استحقاق جبری نہیں صرف اولویت ہے، محدث[ف۱] سے اس لیے کہ جنابت اغلظ ہے اور حائض سے محض اس مصلحتِ افضلیت کے لیے کہ وُہ تو امامت کر نہیں سکتی، جنب امام ہوگا اب اگر حائض نہائے اور جنب تیمم کرے تو یہ غاسل کی اقتدا متیمم سے ہوگی اور یہ[ف۲] اگرچہ صحیح وجائز ہے مگر عکس افضل ہے، لہذا مناسب کہ جنب نہائے اور حائض تیمم کرے اور میّت سے یُوں کہ غسلِ جنابت کا ثبوت قرآن عظیم سے ہے اور غسل میت کا سنّت واجماع سے، ایسے ہلکے مصالح کے لیے جنب کو ترجیح دی ہے نہ یہ کہ اُس کا استحقاق اوروں کو پانی سے عاجز کرئے، فی رد المحتار الجنب اولی بمباح ھذا بالاجماع تاترخانیۃ[۱] اھ (ردالمحتار میں ہے: جُنب آبِ مباح کا زیادہ حقدار ہے، یہ بالاجماع ہے۔ تاتارخانیہ اھ۔ ت)

اقول ھذا عجب بل جمھور المشائخ علی اولویۃ المیّت وان کان الاصح الاول ففی البحر عن الظھیریۃ قال عامۃ المشائخ المیّت اولی وقیل الجنب اولی وھو الاصح[۲] اھ ونازعہ ط بانہ حیث کان المشترک ینبغی صرفہ للمیت (ای کما تقدم عن الدر) فالمباح اولی[۳] اھ ای اذا امروا ندبا بصرف ملکھم للمیت فما لاملک لھم فیہ اولی واجاب ش بانہ ینبغی لکل منھم صرف نصیبہ للمیّت حیث کان کل واحد لایکفیہ نصیبہ ولا یمکن الجنب ولا غیرہ ان ینفرد بالکل لانہ مشغول بحصۃ المیّت وکون الجنابۃ اغلظ لایبیح استعمال حصۃ المیّت فلم یکن الجنب اولی بخلاف ما اذا کان الماء مباحًا فانہ حیث امکن بہ رفع

اقول: یہ عجیب بات ہے۔ جمہور مشائخ میت کو زیادہ حقدار کہتے ہیں اگرچہ اصح اول ہے ۔۔۔۔ البحرالرائق میں ظہیریہ کے حوالے سے ہے: "عامہ مشائخ کا قول ہے کہ میت زیادہ حقدار ہے اور کہا گیا کہ جنب اولی ہے اور یہی اصح ہے"۔ اھ۔ سید طحطاوی نے اس سے اختلاف کرتے ہُوئے لکھا ہے کہ "جب مشترک پانی میت کے لیے صرف کرنا چاہیے (یعنی جیسا کہ درمختار کے حوالے سے گزرا) تو آبِ مباح بدرجہ اولی اسی کا حق ہوگا"۔ اھ۔ یعنی بطور استحباب جب یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی ملکیت کا حصہ میت کو دے دیں تو جس میں ان کی ملکیت نہیں ہے اس کے لیے بدرجہ اولٰی یہ حکم ہوگا۔ علامہ شامی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ "ہر ایک کو اپنا حصہ میت کو اس وقت دے دینا چاہیے جب کہ ہر ایک کی یہ حالت ہے کہ اس کا اپنا حصہ اس کے لیے کفایت نہیں کر سکتا اور جنب، غیر جنب کوئی بھی سارا

---

[۱] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶
[۲] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی ۱/۱۴۳
[۳] طحطاوی علی الدر " مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۳۲

الجنابة کان اولی[1] اھ ای ان المشترك لا یمکن لاحدھم الاستقلال بہ لمکان حصّة المیّت فان سمحوا بہ امکن غسلہ والا یممہ وتیمموا فکان السماح اولی بخلاف المباح فان لکل ان یستقل بہ وقد امکن بہ رفع الجنابۃ فکان الجنب اولی۔

پانی اپنے تصرف میں نہیں لاسکتا اس لیے کہ اس میں میّت کا حصّہ بھی شامل ہے اور حدیثِ جنابت کا زیادہ سخت ہونا اس کی اجازت نہیں دیتا کہ جنب میّت کا حصّہ بھی استعمال کرے اس لیے جنب اولٰی نہ ہوا ـــــ مگر آبِ مباح کی صورت اس کے برخلاف ہے کیونکہ جنب اس سے جنابت دُور کی جا سکتی ہے تو جنب ہی اولٰی ہے" اھ یعنی آبِ مشترک ان میں کوئی بھی پُورے طور سے اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا اس لیے کہ اس میں میت کا بھی حصّہ موجود ہے لیکن اگر یہ سب اپنا حصّہ میت کو دے دیں تو اس کا غسل ہو جائے گا ورنہ اسے بھی تیمم کرایا جائیگا اور یہ سب بھی تیمم ہی کرسکیں گے تو دے دینا اولٰی ہُوا ـــــ آبِ مباح کا حکم اس کے برخلاف ہے اس لیے کہ ہر ایک اسے پُورے طور سے استعمال کرسکتا ہے اور اس سے رفعِ جنابت ممکن ہے تو جنب کا استعمال کرنا اَولٰی ہوا۔ (ت)

اقول یحتاج الی تتمیم[2] فان مجرد جواز استقلال کل بہ انما نفی ما ذکر من داعی اولویۃ الصرف للمیّت وھو لا ینفی ان یکون لہ داع اٰخر فضلا عن ثبوت اولویۃ الجنب۔

اقول: ابھی یہ جواب ایک تتمہ کا محتاج ہے اس لیے کہ محض اس بات سے کہ ہر ایک کو آبِ مباح پُورے طور سے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ استعمالِ میت کے اولٰی ہونے کا جو سبب پہلے بیان ہوا وہ یہاں نہیں ہے مگر اتنے سے کسی دوسرے سبب اور داعی کی نفی نہیں ہوتی (ہوسکتا ہے کہ یہاں اُس کی اولویّت کا وہ سبب تو نہ ہو مگر کوئی اور سبب موجود ہو۔ م الف) پھر جنب کے میت سے بھی اولٰی ہونے کا ثبوت تو ابھی دُور کی بات ہے۔ (ت)

وانا **اقول** المباح انما یملک بالاستیلاء والمیّت لیس من اھلہ فلا حق لہ فیہ بخلاف الباقین والجنب ارجحھم لما یأتی فکان اولی وسنذکر

وانا **اقول** (اب تکمیلِ جواب کے لیے میں کہتا ہوں) مباح قبضہ کرنے سے ہی ملک میں آتا ہے۔ اور میّت اس کا اہل نہیں، تو اس میں اس کا حق بھی نہیں۔ باقی (جنب، حائض، محدث)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

تمامہ ان شاء اللّٰہ تعالٰی اما وجہ القول الاصح فقال ش لان الجنابۃ اغلظ من الحدث والمرأۃ لاتصلح اماما[1] اھ وفی ط اولٰی من حائض لامکان تیممہا بالتراب واقتدائہا بہ واقتداء المتیمم بالمتطہر افضل من عکسہ مع عدم تأتیہ ھنا[2] اھ

کا حال اس کے برخلاف ہے اور ان میں جنب کو ترجیح حاصل ہے تو وہی اولٰی ہے۔ وجہ ترجیح کا بیان آگے آرہا ہے اور اس کی تکمیل بھی ہم اِن شاء اللّٰہ ابھی ذکر کریں گے۔ قولِ اصح کی وجہ بتاتے ہوئے علامہ شامی نے یہ لکھا: "اس لیے کہ جنابت، حدث سے زیادہ سخت ہے اور عورت قابلِ امامت نہیں" اھ۔ اور حاشیہ سید طحطاوی میں یہ ہے کہ "جنب، حائض سے اولٰی ہے اس لیے کہ وہ تیمم کرکے اس کی اقتدا کرسکتی ہے۔ متیمم، غسل کرنے والے کی اقتدا کرے یہ برعکس کرنے سے افضل ہے اور برعکس صورت یہاں ہو بھی نہیں سکتی"۔ اھ (ت)

اقول بل یتاتی بان یتیمم الجنب وتغتسل ھی ولا یتوھم العکس بمعنی امامۃ المرأۃ ھذا وسکت ش عن وجہ تقدیم الجنب علی المیت وقال فقیہ النفس فی الخانیۃ لان غسلہ فریضۃ وغسل المیت سنۃ[3] اھ قال فی الاشباہ مرادہ ان وجوبہ بہا بخلاف غسل الجنب فانہ فی القرآن[4] اھ وتعقبہ السید الحموی بانہ انما یتم ھذا التاویل لولم یکن ھناك قول بالسنۃ اما مع وجودہ فلا[5] اھ وقال قبلہ قال

اقول بلکہ ہو سکتی ہے اس طرح کہ جنب تیمم کرے اور حائض غسل کرے (تو غسل کرنے والی کا تیمم کرنے والے کی اقتدا کرنا پایا جائیگا اور یہ صورت ممکن وجائز ہے ۱۲م الف) اور امامتِ عورت کے معنی میں عکس کا وہم کرنے کی گنجائش نہیں (اس لیے کہ حائض غسل کرے یا تیمم جنب بہرحال اس کی اقتدا نہیں کرسکتا خواہ یہ تیمم کرے یا غسل۔ کوئی صورت ایسی نہیں جس میں جنب وحائض کی امامت میں صرف افضل وغیر افضل کا فرق ہو ۱۲م الف) یہ ذہن نشین رہے۔ میت پر جنب کو مقدم کرنے کی وجہ

---

[1] ردالمحتار — باب التیمم — مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

[2] طحطاوی علی الدر — " — مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۳۳

[3] فتاوٰی قاضی خاں — فصل فیما یجوز لہ التیمم — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

[4] الاشباہ والنظائر — تذنیب فیما یقدم عند الاجتماع الخ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۱۶

[5] غمز عیون البصائر — " " " " " " " ۲/۲۱۷

المصنف[عہ۱] فی البحر وما نقله مسکین[عہ۲] من قوله وقیل غسل المیت سنة مؤکدة ففیه نظر بعد نقل الاجماع یعنی فی فتح القدیر اللّٰھم الا ان یکون قولا غیر معتمد فلا یقدح فی انعقاد الاجماع[۱] اھ

کیا ہے ؛ اس سے علامہ شامی نے سکوت اختیار کیا۔ اور خانیہ میں امام فقیہ النفس نے یہ لکھا : "اس لئے کہ جنب کا غسل فرض ہے اور میت کا غسل سنّت ہے"۔ اھ۔ اس پر اشباہ میں فرمایا : "مراد یہ ہے کہ غسلِ میت کی فرضیت سنّت سے ثابت ہے۔ اس کے برخلاف غسلِ جنب کی فرضیت قرآن میں مذکور ہے" اھ۔ اشباہ کی اس عبارت پر سید حموی نے یہ تنقید کی : "یہ تاویل اس وقت کامل و درست ہوتی جب یہاں (غسلِ میت کے) مسنون ہونے کا کوئی قول نہ ہوتا۔ لیکن یہ قول ہوتے ہُوئے تاویل مذکور تام نہیں" اھ (ہوسکتا ہے کہ امام قاضیخان کا کلام غسلِ میت کی مسنونیت والے قول پر ہی مبنی ہو، ایسی صورت میں ان کے غسلِ میت کو سنّت کہنے کا یہ معنی بتانا کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے درست نہ ہوگا ۱۲ م الف) اس سے قبل فرمایا مصنفِ اشباہ نے بحرالرائق میں لکھا ہے : "(فتح القدیر میں) غسلِ میت کی فرضیت پر نقلِ اجماع کے پیشِ نظر ملّا مسکین کی یہ نقل کہ "کہا گیا غسلِ میت سنّتِ مؤکدہ ہے" محلِ نظر ہے۔ ہاں ـــ مگر ـــ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی غیر معتمد قول ہو تو وہ انعقادِ اجماع میں خلل انداز نہ ہوگا"۔ اھ (ت)

اقول[ف۱] مثله لا یعد قولا ولا یحمل علیه مثل کلام الخانیة وقال ط

اقول : تو ایسا قول قابلِ شمار نہیں نہ ہی ایسے قول پر امام فقیہ النفس جیسی شخصیت کا

عہ۱ ذکرہ قبیل المیاہ عند قول المتن وجب للمیت ومن اسلم جنبا ۱۲ منه غفرله (م)

اسے باب المیاہ سے ذرا پہلے متن کی عبارت "وجب للمیت ومن اسلم جنبا" (میت کے لیے اور حالتِ جنابت میں اسلام لانے والے کے لیے غسل واجب ہے) کے تحت ذکر کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۲ وحکاہ القھستانی ایضا فی الجنائز فقال یفرض غسله کفایة وقیل یجب وقیل یسن سنة مؤکدة اھ ۱۲ منه غفرله (م)

قہستانی نے بھی باب الجنائز میں اس کی حکایت کی ہے اس کی عبارت یہ ہے : غسلِ میت فرضِ کفایہ ہے، اور کہا گیا کہ واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنّتِ مؤکدہ ہے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[۱] غمز عیون البصائر تذنیب فیما یقدم عند الاجتماع الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۱۶

لعل اولویته علی المیت بسبب انه یؤدی ماکلف به من صلاۃ وقراءۃ فاحتیاجہ الیہ اکثر من المیت وتعبیرہ باولی یفید جواز التیمم للجنب[1] اھ

کلام محمول ہی کیا جاسکتا ہے ۔ (یہ اشباہ کی کی عبارت پر حموی کی تنقید کا جواب ہے ۱۲ م الف) سید طحطاوی نے فرمایا: "میّت سے جنب کے اولٰی ہونے کی وجہ شاید یہ ہو کہ جنب غسل کرے گا تو اس سے نماز وقراءت کی ادائیگی کرے گا جس کا وہ مکلّف ہے تو اسے میّت سے زیادہ غسل کی ضرورت ہے اور اسے اَولٰی کہنے سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ جنب کے لیے تیمم جائز ہے۔" اھ (ت)

اقول ویتجہ بناؤہ **اولا** علی القول بان فرض[1] العین اقوی من فرض الکفایۃ۔

اقول ۔ اولاً غُسلِ جنب کو اَولٰی قرار دینے کی بنا اس قول پر ہوسکتی ہے کہ فرض عین، فرض کفایہ سے زیادہ قوی ہے ۔

وثانیا علی ان لا ایثار[2] فی القرب وذلک لانھم استولوا دون المیت وترجح الجنب من بین الاحیاء لما مرفصرفہ لنفسہ اولٰی من صرفہ للمیت فافھم۔

ثانیاً اس پر کہ قربتوں کے معاملہ میں ایثار نہیں ۔ یہ اس طرح کہ آبِ مباح پر جنب، حائض اور محدث نے ہی قبضہ کیا میّت نے نہیں ۔ اور جنب کو زندوں پر اس سبب سے ترجیح ہوئی جو ذکر ہوا (کہ جنابت، حدث سے زیادہ سخت ہے اور حائض غسل کرے تو امام نہیں ہوسکتی افضل یہ ہے کہ امام غسل والا ہو اور مقتدی متیمم ۱۲ م الف) اب جنب کا اُس پانی کو اپنے غسل میں صرف کرنا غسلِ میّت میں صرف کرنے سے اَولٰی ہے فافھم (تو اسے سمجھو)۔ (ت)

(۱۶۲) **اقول** اُس صورت میں بیٹے پر نماز کا اعادہ بھی نہیں لان المنع من جھۃ الشرع (اس لیے کہ ممانعت شریعت کی جانب سے ہے ۔ ت) لیکن اگر اور شخص نے پانی زبردستی لے لیا تو دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ وُہ پانی اسی کی مِلک تھا اور ظالم نے غصباً دبا لیا اور یہ اس سے چھین نہیں سکتا تو تیمم سے پڑھے پھر وضو سے پھیرے لان المنع من جھۃ العباد (اس لیے کہ رکاوٹ بندوں کی

---

[1] طحطاوی علی الدر باب التیمم مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۳۳

جہت سے ہے۔ت)

دوسرے یہ کہ پانی مباح تھا اُس پر اگر اس کے قبضہ کرلینے کے بعد اُس نے اس سے چھین لیا تو یہ وہی صورت اولیٰ ہوئی کہ پانی بعد قبضہ اس کی ملک ہوگیا تھا اور اگر یہ قبضہ کرنا چاہتا تھا وہ زبردست ہے اُس نے پہلے قبضہ کرلیا تو اس میں اس کا ظلم نہ ہُوا کہ آبِ مباح پر قبضہ کیا ہے وہی مالک ہوا اور اب یہ شخص نمبر ۵۳ میں ہے کہ پانی دوسرے کی ملک اور اس کی اجازت نہیں تیمم کرے اور اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۱۶۳) **اقول** مسافر کے پانی کا پیپا صندوق میں بند ہے کہ جن راستوں میں پانی کی قلت ہو وہاں وہ عزیز ترین اشیا سے ہے قفل کی کنجی گم ہوگئی اُس حکم کی بنا پر کہ نمبر ۶ میں گزرا اگر قفل توڑنے میں ایک درم کا نقصان ہوتا ہو تیمم کرے اور اعادہ نہیں ورنہ قفل توڑے اور وضو کرے فلیحرر ولیراجع واللہ تعالٰی اعلم (اس میں مزید وضاحت ومراجعت کی ضرورت ہے۔ت)

(۱۶۴) جنگل میں خنثٰی مشکل کا انتقال ہوا جو اتنا صغیر السن بچّہ نہ تھا جس کے لیے ستر کا حکم ہی نہ ہو اُسے نہ مرد نہلا سکتا ہے نہ عورت ناچار تیمم کرایا جائے **اقول** بلکہ اگر وہاں[1] کوئی سات آٹھ برس کی لڑکی یا دس گیارہ برس کا لڑکا ہو کہ نہلا سکے تو اسے بتا کر نہلوانا لازم ہاں یہ بھی نہ ہو تو اُسے کوئی محرم تیمم کرائے مرد ہو خواہ عورت اور محرم نہ ملے تو اجنبی عورت اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور اُسے آنکھیں بند کرنے کی حاجت نہیں اور کوئی عورت بھی نہ ہو تو اجنبی مرد کپڑے کے ساتھ تیمم کرائے اور اپنی آنکھیں بھی بند کرے کہ خنثٰی کے سر کے بال یا کلائی کے کسی حصہ پر نگاہ نہ پڑے۔ بدائع وفتاوٰی امام قاضیخان وفتح القدیر وبحرالرائق وسراج وہاج ودرمختار وہندیہ وغیرہا میں ہے یہ عمر جس میں ستر میت ضروری نہیں وہ عمر ہے جس میں بچّہ حدِ شہوت تک نہ پہنچا ہو۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ لڑکا بارہ سال سے کم اور لڑکی نو برس سے کم۔ **اقول** اس تقدیر پر خنثٰی کے لیے نو برس لیے جائیں گے لاحتمال انوثتھا (اس احتمال کی بنیاد پر کہ وہ لڑکی ہو۔ت) مگر محررِ مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے یہ حد مقرر فرمائی کہ جب تک بچّہ باتیں نہ کرے۔ فتح میں ہے:

الصغیر والصغیرۃ اذا لم یبلغا حد الشھوۃ یغسلھما الرجال والنساء وقدرہ فی الاصل بانیکون قبل ان یتکلم[1]۔

کمسن لڑکا اور لڑکی جب حدِ شہوت کو نہ پہنچے ہوں تو انہیں مرد، عورت کوئی بھی غسل دے سکتا ہے اور امام محمد نے مبسوط میں اس کی حد یہ بتائی ہے کہ بچّہ ابھی بات نہ کرتا ہو۔(ت)

---

[1] فتح القدیر فصل فی غسل المیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۶

اقول مولٰی عزوجل کی بے شمار رحمتیں امام محمد پر بیشک وُہ عمر جس میں ستر کی حاجت نہیں یہی ہے اور[ف۱] بلاشبہ دربارۂ[ف۲] نظر ومس زندہ ومُردہ کا حکم ایک ہی ہے۔

الاتری الی قول البدائع لومات الصبی لایشتھی لاباس ان تغسلہ النساء وکذلک الصبیۃ التی لاتشتھی اذا ماتت لاباس ان یغسلھا الرجال لان حکم العورۃ غیر ثابت فی حق الصغیر والصغیرۃ[۱] اھ وکیف ترضی الشریعۃ المطھرۃ ان یمشی غلام دون اثنتی عشرۃ سنۃ وبنت دون تسع بشھر فی الاسواق عریانین وقد قال فی الدر عن السراج الوھاج لاعورۃ للصغیر جدا ثم مادام لم یشتہ فقبل ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین کبالغ[۲] اھ فالحق عندی ان ما فی عامۃ الکتب ھنا مفسر بما فی الاصل ومعنی بلوغہ حد الشھوۃ حد یوجب فیہ النظر الی عورتہ تذکر تلک الامور لا ان یشتھی ھو بنفسہ اوتقع علی نفسہا الشھوۃ وقال ش تحت قولہ للصغیر جدا وکذا الصغیرۃ قال ح وفسرہ شیخنا باربع فما دونہا ولم ادر لمن عزاہ[۳] اھ اقول قد یؤخذ مما فی الجنائز الشرنبلالیۃ الخ فذکرما قدمنا عن

دیکھئے بدائع کی عبارت یہ ہے: "بچّہ جو شہوت والا نہ ہو اگر مرجائے تو عورتوں کے اسے غسل دینے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح بچی جو شہوت والی نہ ہو مرجائے تو مردوں کے اسے غُسل دینے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ کمسن لڑکے اور لڑکی کے حق میں سَتر کا حکم ثابت نہیں۔" اھ۔ اور شریعتِ مطہرہ یہ کیوں کر گوارا کرسکتی ہے کہ بارہ سال سے کم عمر والا لڑکا اور نو سال سے کم کی لڑکی بازاروں میں برہنہ چلتے رہیں؟ —— درمختار میں سراج وہاج کے حوالے سے ہے: "بہت کم سن لڑکے کے لیے ستر نہیں۔ پھر جب تک شہوت والا نہ ہو اس کے لیے پیشاب پاخانے کے مقام ستر نہیں۔ پھر دس سال کی عمر تک اس کے ستر کے معاملہ میں بالغ کی طرح شدت آجائے گی" اھ تو میرے نزدیک حق یہ ہے کہ اس مقام پر (کم عمر مردہ بچے کو غسل دینے کے مسئلہ میں) عام کتابوں میں جو مذکور ہے اس کی تفسیر وہی ہے جو امام محمد کی مبسوط میں ہے —— اور یہاں اس کے حدِ شہوت کو پہنچنے کا معنی یہ ہے کہ اس حد کو پہنچ جائے کہ اس کا ستر دیکھنے سے ان باتوں کی یاد آئے۔ یہ معنی نہیں کہ لڑکا خود شہوت والا ہو جائے یا خود لڑکی کے دل میں شہوت پیدا ہو۔ علامہ شامی نے

---

[۱] بدائع الصنائع فصل فی بیان من یغسل الخ مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰۶

[۲] الدر المختار مع الشامی باب شروط الصلٰوۃ مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۰۰

[۳] ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

الفتح عن الاصل۔ درمختار کی عبارت "للصغیر جدا" (بہت کمسن لڑکے کے لیے ستر نہیں) کے تحت فرمایا: "یہی حکم لڑکی کا بھی ہے۔ حلبی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے اس کی تفسیر یہ بتائی ہے کہ چار سال یا اس سے کم عمر ہو۔ یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے کس کے حوالے سے فرمایا"۔اھ
علامہ شامی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں یہ اس سے اخذ ہوتا ہے جو شرنبلالیہ کے باب الجنائز میں ہے" الخ۔
اس کے بعد وہ عبارت ذکر کی ہے جو ہم نے فتح القدیر سے بحوالہ مبسوط نقل کی۔ (ت)

اقول فی الاخذ نظر ظاهر فان التکلم یحصل غالباً قبل اربع بکثیر۔

اقول عبارت مذکورہ سے چار سال کی تحدید اخذ کرنے میں عیاں طور پر کلام کی گنجائش ہے اس لیے کہ عموماً بچہ چار سال سے پہلے ہی بولنے لگتا ہے۔ (ت)

ہاں نہلانے والے بچے میں اُس عمر کا اعتبار وجہ ہے کہ نہایت کم عمر نہلا نہیں سکتا۔

(۱۶۵) اگر میت عورت یا مشتہاۃ لڑکی ہو جو اُتنی صغیر السن نہیں اور وہاں کوئی عورت نہیں تو دس گیارہ برس کا لڑکا اگر نہلا سکے اگرچہ دُوسرے کے بتانے سے یا کوئی کافرہ عورت ملے اور بتانے کے موافق نہلا سکے تو اس سے نہلوائیں ورنہ کوئی محرم تیمم کرادے۔ **اقول** یا اگر میت کنیز تھی شوہر یا کوئی اجنبی ویسے ہی تیمم کرادے اور کنیز نہ تھی اور کوئی محرم نہیں تو شوہر اسی طرح ہاتھوں پر کپڑا چڑھا کر بے آنکھیں بند کیے تیمم کرائے اور شوہر بھی نہ ہو تو اجنبی مگر آنکھیں بند کرے۔

(۱۶۶) اگر میت مرد یا ہوشیار لڑکا ہے کہ اُتنا صغیر السن نہیں ہے اور وہاں کوئی مرد نہیں تو اگر میت کی زوجہ ہے کہ ہنوز حکم زوجیت میں باقی اور اسے مس کر سکتی ہو[عہ] وُہ نہلائے وہ نہ ہو تو سات آٹھ برس کی

عہ اقتصر فی الدر علی اشتراط بقاء الزوجیة **اقول** ولا یکفی فان المنکوحة فاسدا اوالموطوءة بشبهة هی او اختها لاشك فی بقاء زوجیتهن ولذا یغسلنه ان انقضت عدتهن بعد موته قبل غسله ولا یجوز لهن مادمن فی تلك العدة فلذا زدت یحل لها مسه ۱۲ منہ غفرلہ (م)

درمختار میں صرف بقائے زوجیت کی شرط پر اکتفا کیا۔ **اقول** اور یہ کافی نہیں اس لیے کہ وہ زوجہ جس سے کسی دوسرے نے نکاح فاسد کیا ہو اور یا کہ اس سے یا اس کی بہن سے وطی شبہہ کی گئی ہو (تینوں صورتیں کتاب میں چند سطور آگے وضاحت سے مذکور ہیں ۱۲ ام الف) ان کی زوجیت باقی رہنے میں کوئی شک نہیں اسی لیے اگر شوہر کے مرنے کے بعد اسے غسل دینے سے پہلے ان کی عدت ختم ہوگئی تو یہ اُسے غسل دے سکتی ہیں اور جب تک "اُس عدت" میں رہیں اُسے غسل نہیں دے سکتیں۔ اسی لیے میں نے "اُسے مس کر سکتی ہو" کا اضافہ کیا۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

لڑکی اگر نہلا سکے اگرچہ سکھانے سے یا کوئی کافر ملے اور بتانے کے مطابق غسل دے سکے تو ان سے نہلوایا جائے ورنہ جو عورت میّت کی محرم یا کسی کی شرعی کنیز ہو وہ اپنے ہاتھوں سے یوں ہی تیمم کرائے اور آزاد و نامحرم ہے تو کپڑا لپیٹ کر مگر رُو و دستِ میّت پر نگاہ سے یہاں ممانعت نہیں زوجہ کو اگر طلاق بائن یا تین طلاقیں دے دی تھیں یا زوجہ نے پسرِ زوج کا بوسہ لبشہوت لیا خواہ کوئی فعل اس سے یا اُس کے ساتھ ایسا واقع ہُوا جس سے شوہر کے ساتھ حرمتِ مصاہرت پیدا ہو یا اپنی صغیرہ سوت کو کہ عمر رضاعت میں تھی دُودھ پلادیا یا معاذ اللہ مرتدہ ہوگئی پھر بعد موت اسلام لے آئی یہ تینوں باتیں خواہ حیاتِ شوہر میں واقع ہوئی ہوں یا اُس کے بعد یا حیاتِ زوج میں کسی نے اُس سے وطی شبہہ کی یا کسی نے اُس سے نکاح فاسد کیا تھا اب وُہ رَد ہُوا اور عورت شوہر کو ملی پھر شوہر مرگیا اور عورت ابھی اس وطی شبہہ یا نکاح فاسد کی عدّت میں ہے یا زوج نے سالی سے وطی شبہہ کی تھی پھر مرگیا اور ہنوز وُہ اُس کی عدّت میں ہے یا مجوسی خواہ ہندو مسلمان ہو کر مرا اور عورت ہنوز مجوسیہ یا مشرکہ ہے اگرچہ ان سب صورتوں میں زوجہ ہنوز عدت میں ہو **اقول** یوں ہی اگر عدت سے نکل گئی مطلقاً نہیں نہلا سکتی اور اُس کی صورت یہ ہے کہ حاملہ تھی موت شوہر ہوتے ہی وضع حمل ہوگیا اب عدت میں نہ رہی ان سب حالتوں میں زوجہ مثل اجنبیہ ہے غسل نہیں دے سکتی ہاں اگر شوہر نے طلاق رجعی دی اور عورت ابھی عدت میں تھی کہ مرگیا یا بعد شوہر اُس نکاح فاسد یا دونوں صورت وطی لشبہہ کی عدت گزر گئی یا نومسلم کی زوجہ مشرکہ مجوسیہ اب مسلمان ہوگئی تو ان صورتوں میں غسل دے سکتی ہے

والمسائل مفصلة فی البدائع والخانیة والفتح والبحر والدر وغیرها وقد انتقیت من خلافیات احسنها۔

یہ مسائل بدائع، خانیہ، فتح القدیر، البحرالرائق، درمختار وغیرہا میں تفصیل سے مذکور ہیں — اور اختلافی مسائل میں سے احسن کا انتخاب کیا ہے (ت)

اقول خنثٰی میں تفصیل اور اُس کے اور عورت کے طہارت کرانے والوں میں ترتیب اور عورت کنیز و حرہ میں فرق یہ سب زیاداتِ فقیر سے ہے اور اُس کی وجہ بحمدہ تعالٰی ظاہر و منیر کہ:

(۱) سب میں پہلے غسل ہے کہ وہی اصل ہے مگر عورت میں کسی کافرہ سے نہلوانا کہا نہ خنثٰی میں کہ عورت بھی اسے نہیں دیکھ سکتی کہ احتمال ذکورت ہے بخلاف غسلِ زن۔

(۲) عورت میں خاص لڑکا کہا کہ اُس کے لیے اُنثیٰ کی نابالغی کیا ضرور بالغہ عورت ہوتی تو غسل ہی دیتی اور خنثٰی میں لڑکا لڑکی دونوں لکھے کہ کوئی بالغ حد شہوت اُسے غسل نہیں دے سکتا اور اس حد نہ پہنچنے کے بعد پسر و دختر یکساں۔

(۳) خنثٰی کے تیمم میں محرم کو مقدم رکھا مرد ہو یا عورت کہ بہرحال اُسے خنثٰی کے اعضائے تیمم دیکھنے

چھُونے دونوں کا اختیار ہے اُس کے بعد اجنبی عورت کہ باحتمالِ ذکورت چھُو نہ سکے دیکھ تو سکے گی پھر اجنبی مرد کہ احتمالِ انوثت کے سبب نہ چھُونا ممکن نہ دیکھنا۔

(۴) تیمم کنیز کو جُدا کیا اور یہاں محرم شوہر اجنبی میں ترتیب نہ رکھی کہ اُس کے اعضائے تیمم کا دیکھنا چھُونا سب کو روا، درمختار میں ہے:

احکامۃ غیرہ کمحرمہ ومامحل نظرہ حل لمسہ الامن اجنبیۃ قال ش ای غیر الامۃ وفی التاتارخانیۃ عن جامع الجوامع لاباس ان تمس الامۃ الرجل وان تدھنہ وتغمزہ مالم تشتہ الاما بین السرۃ والرکبۃ۔[۱]

دُوسرے کی کنیز کا حکم اپنی محرم عورت کی طرح ہے۔ اور جس حصّہ بدن کو دیکھنا جائز ہے اس کو چھُونا بھی جائز ہے مگر اجنبی عورت کے جس حصّہ بدن (منہ کی صرف ٹکیہ) کو دیکھنا جائز ہے اسے بھی چھُونا جائز نہیں۔ علامہ شامی نے فرمایا: اجنبی عورت سے مراد وہ ہے جو کنیز نہ ہو۔ اور تاتارخانیہ میں جامع الجوامع کے حوالے سے ہے "اگر کنیز مرد کو چھُوئے یا اس کے سر میں تیل ڈالے یا بدن دبائے تو اس میں حرج نہیں جب کہ شہوت سے خالی ہو مگر ناف اور گھٹنے کے مابین حصّہ بدن کا چھُونا اس کے لیے بھی جائز نہیں۔" (ت)

(۵) تیمم حرہ میں یہ ترتیب لی کہ پہلے محرم مرد پھر شوہر پھر اجنبی اور اس کی وہی وجہ کہ محرم کو دیکھنا چھُونا دونوں روا اور شوہر کو صرف دیکھنا اور اجنبی کو کچھ نہیں، درمختار میں ہے:

یمنع زوجھا من غسلھا ومسھا لامن النظر الیھا علی الاصح۔[۲]

شوہر کے لیے اپنی مرنے والی زوجہ کو غسل دینا اور چھُونا منع ہے، اور قولِ اصح کی بنیاد پر اسے دیکھنا منع نہیں۔ (ت)

ہاں تیمم مرد میں کنیز وحرہ کی تفصیل بدائع میں ہے:

المیممۃ اذاکانت ذات رحم محرم منہ تیممہ بغیرخرقۃ والا بخرقۃ تلفھا علی

تیمم کرانے والی عورت محرم ہو تو بغیر کپڑے کے تیمم کرائے گی ورنہ اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی فصل فی النظر والمس مطبع مصطفی البابی مصر ۵/۲۵۹
[۲] ردالمحتار 〃 〃 ۵/۲۶۰
[۳] الدرالمختار مع الشامی صلوۃ الجنائز 〃 ۱/۶۳۳

کفها لانه[ف۱] لم یکن لها ان تمسه فی حیاته فکذا بعد وفاته والامة وامة الغیر تیممه بغیر خرقة لانه یباح للجاریة مس موضع التیمم بخلاف[ف۲] ام ولد المیت لانها تعتق وتلتحق بالحرائر الاجنبیات[۱] اھ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کرائے گی اس لیے کہ جب اس کی زندگی میں اسے نہیں چھُوسکتی تھی تو اس کے مرنے کے بعد بھی نہیں چھُوسکتی ــــــ اور اس کی کنیز یا دوسرے کی کنیز بغیر کپڑے کے تیمم کرائے گی اس لیے کہ باندی کے لیے اعضائے تیمم کو مَس کرنا مباح ہے۔ مرنے والے کی اُمِّ ولد کا حکم اس کے برخلاف ہے اس لیے کہ وہ مولٰی کے مرتے ہی آزاد ہوکر اجنبی آزاد عورتوں میں شامل ہوجاتی ہے۔ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۱۶۷ تا ۱۷۵) **اقول** مولٰی سُبحنہ وتعالٰی نے مسلم میّت کے غسل کفن دفن اُس کے حق بنائے اور زندہ مسلمانوں پر فرض فرمائے ان میں جہاں مال کی حاجت ہو اُسی کے مال سے لیا جائے کہ یہ اس کی حاجاتِ ضروریہ سے ہے ولہذا[ف۳] تقسیم ترکہ درکنار ادائے دیون پر بھی مقدم ہے جس طرح[ف۴] زندگی میں پہننے کا ضروری کپڑا دین میں نہ لیا جائیگا اگر اس[ف۵] نے مال نہ چھوڑا تو زندگی میں جس پر اُس کا نفقہ واجب تھا وہ دے (اور عورت[ف۶] کا کفن مطلقًا شوہر پر ہے اگرچہ اس نے ترکہ چھوڑا ہو) اگر وہاں[ف۷] کوئی ایسا نہ ہو تو مسلمانوں کے بیت المال سے لیا جائے اگر بیت المال[۱] نہ ہو جیسے ان بلاد میں تو مسلمانوں پر واجب ہے جن جن کو اطلاع ہو۔ یہ مسائل کفن میں بالترتیب مصرح ہیں اور غسل و دفن اُس کے مثل بلکہ اہم اب ان تینوں نمبروں میں لڑکا یا لڑکی یا کافرہ جن جن سے نہلوانے کا حکم ہے اگر اُجرت مثل مانگیں دینی لازم میّت کا مال نہ ہو تو موجودین اپنے پاس سے دیں تو یہاں بھی بدستور ہر نمبر میں تین تین صورتیں اور پیدا ہوں گی کہ اگر وہ اُجرت مثل سے بہت زیادہ مانگے یا کوئی دینے کے قابل نہیں یا ان کا مال دوسری جگہ ہے اور وہ ادھار پر راضی نہیں تیمم کرائیں واللہ سُبحنہ وتعالٰی اعلم **الحمدللہ** یہ پانی سے عجز کی **پَونے دوسو صُورتیں** اس رسالہ کے خواص سے ہیں کہ اس کے غیر میں نہ ملیں گی اگرچہ جو کچھ ہے علمائے کرام ہی کا فیض ہے

ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

(اے باد صبا! یہ سب تیرا ہی لایا ہوا ہے۔ ت)

رحمة اللّٰہ علیھم اجمعین ۵ وعلینا بھم ابد الاٰبدین ۵ یا ارحم الراحمین ۵ اٰمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین ۵ وافضل

ان تمام حضرات پر اور ان کے طفیل ہم پر بھی ــــــ ہمیشہ ہمیشہ خدا کی رحمت ہو۔ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے، قبول فرما۔

---

[۱] بدائع الصنائع فصل فی بیان من یغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰۵

الصّلاۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین ۔ وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین ۔

اور ساری خوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا مالک ہے اور بہتر درود وسلام ہو رسولوں کے سردار اور ان کی آل واصحاب اور ان کے فرزند اور ان کے گروہ سب پر ۔ (ت)